

المجلد السبعون

مقصد بعثت رسول

عشرہ مجالس محفل شاہ خراساں، کراچی

علامہ سید عرفان حیدر عابدی (مرحوم)

بہ تعاون

علامہ عرفان حیدر عابدی میموریل ٹرسٹ

B-241، گلشن اقبال بلاک 5، کراچی

ناشر

مشارٹن روڈ
کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

محفوظ
MBA



علامہ عرفان حیدر عابدی کا خاص جملہ جو وہ مجالس کے دوران سامعین مجلس سے
نعرہ حیدری کہلاتے اور جواب دینے والوں کو یہ کہہ کر دعا دیتے کہ
”مولا سلامت رکھے یا علی مدد کہنے والوں کو“
جیو، جیو، جیو، جیو، جیو، جیو،

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب: _____ مقصد بعثت رسول
مقرر: _____ علامہ سید عرفان حیدر عابدی (مرحوم)
مرتبہ: _____ اے ایچ رضوی
کمپیوٹر کمپوزنگ: _____ احمد گرافکس، کراچی
سرورق: _____ رضا عباس گرافکس
سن اشاعت: _____ فروری ۲۰۰۵ء
تعداد: _____ ۱۰۰۰
بہ تعاون: _____ علامہ عرفان حیدر عابدی میموریل ٹرسٹ
قیمت: _____ ۱۰۰/- روپے

ناشر

محفوظ ایک اکنیٹی * ماسٹرن ڈوڈ
کراچی

Tel: 4124286- 4917823 Fax: 4312882
E-mail: anisco@cyber.net.pk

محفوظ
MBA

بٹی سے بیاں کرنا، سیکھنے کی تیبی
 لیلیٰ کی قسم دینا، مری ماں کو تسلی
 جب روئیں تو، نوحہ علی اکبرؑ کا سنا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 ماں بہنوں کو میں، قبر میں بھی دوں گا دعائیں
 آباد رہیں گودیاں، اور سر پہ رداائیں
 روشن رہے آباد، رہے سب کا گھرانہ
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 بے سان دگماں، راہ میں موت آگئی مجھ کو
 میں کس کو کہوں، کس کی نظر کھا گئی مجھ کو
 کیا گزری ہے مجھ پر، یہ کسی نے بھی نہ جانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 کرنا ہے تمہیں، اپنے عقیدوں کی حفاظت
 نوحوں کی، سلاموں کی، قصیدوں کی حفاظت
 ہر حال میں ہے فرش عزا، تم کو بچانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 مولیٰ کے عزادارو! تمہیں عید مبارک
 عرفان کے غم خوارو! تمہیں عید مبارک
 دو پھول، مری قبر پہ بھی آ کے چڑھانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 محشر میں ہمیشہ کے لیے، زیر زمیں ہوں
 لکھ دو مرے دروازے پہ، میں گھر میں نہیں ہوں
 بس گھر میں، مرے نام کی اک شمع جلانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا

پیغام آخر: اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا

محبوب ملت، ہر دل عزیز، ذاکر حسینؑ، نقیب ابوطالب
 امین روح انقلاب حضرت علامہ سید عرفان حیدر عابدی قبلہ اعلیٰ اللہ مقامہ
 یہ لاکھ فضا بدلے بدل جائے زمانہ
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 جب چرخ پہ آجائے نظر، ماہ محرم
 لہرائے عزا خانوں پہ، عباسؑ کا پرچم
 جب مجلس و ماتم کے لیے، فرش بچھانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 تم لوگ سمجھتے ہو کہ، میں زندہ نہیں ہوں
 میں ذاکر شبیرؑ ہوں، میں مردہ نہیں ہوں
 ذکرِ فہدا کر کے، برا سوگ منانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 جس جس نے دیا، میرے جنازے کو سہارا
 آہوں کے سہارے، مجھے ثریت میں اتارا
 احسان ہے ان سب کا، مری لاش پہ آنا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 مل جائیں مرے بھائی، جو ذیشان کہ فرقان
 حق دار محبت ہیں، مرے ناصر و ریحان
 بیٹا کہیں مل جائے، تو سینے سے لگانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا
 ماں باپ بنا رہنے کا، اک پل نہیں عادی
 بیٹے کی مرے کرنا، بڑی دھوم سے شادی
 شعب ابی طالبؑ میں بہو، چاند سی لانا
 اے اہل عزا! دیکھو مجھے بھول نہ جانا

پہلی مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! پہلی مجلس سے خطاب کی سعادت حاصل کر رہا ہوں اور یہاں ان دس دنوں میں ہمارا عنوان گفتگو ان شاء اللہ مقصد بعثت رسول رہے گا۔ اس عنوان کے تحت ہم اذہان سامعین کو متوجہ کریں گے کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کا مقصد کیا تھا، آپ گس لئے مبعوث بہ نبوت کئے گئے، وہ کیا حکمتیں پیش الہ تھیں جن کے سبب اللہ نے سلسلہ ہدایت قائم کیا اور ایک نہیں ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے۔

تو اس عنوان کے تحت گفتگو کرنے سے پہلے میں کل رات مارٹن روڈ پر اپنے سامعین اور نوجوانوں سے کئے ہوئے وعدے کا اعادہ چند جملوں میں مختصر کرتے ہوئے اپنے عنوان سے مسلسل ہوجاؤں گا۔ کیونکہ ایک عجیب سی صورتحال کا سامنا ہے ملت جعفریہ کوہ اور ذہنوں میں مختلف سوالات ابھرتے ہیں کہ عاشورہ محرم کو کیا ہوا؟ کہوں ہوا؟ کس

خُطْبَة

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا
أَنْ هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ وَالنَّجَاةُ
وَالْإِكْرَامُ عَلَى سَيِّدِ أَصْلٍ مَا فِي الْوُجُودِ، سِرِّ اللَّهِ فِي كُلِّ مَوْجُودٍ نَكْتَةُ
دَائِرَةِ الْوُجُودِ، صَاحِبِ لَوَاءِ الْحَمْدِ وَالْمَقَامِ الْمَحْمُودِ
مَوْلَانَا وَهُوَ لِي الثَّقَلَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ أَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدٍ
وَعَلَى أَهْلِ بَيْتِهِ الطَّيِّبِينَ الطَّاهِرِينَ الْمُعْصُومِينَ الْمُظْلُومِينَ
وَلَعَنَهُ اللَّهُ عَلَى أَعْدَائِهِمْ أَجْمَعِينَ مَنْ يَوْمَنَا هَذَا إِلَى قِيَامِ
يَوْمِ الدِّينِ أَمَا بَعْدَ فَقَدْ قَالَ حَقُّ سُبْحَانَهُ فِي كِتَابِهِ الْبَيِّنِ
وَهُوَ أَصْدَقُ الْقَائِلِينَ وَقَوْلُهُ الْحَقُّ،

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ
يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

لئے ہوا؟ اور اب کیا ہو رہا ہے؟ اور ملت چاہتی ہے کہ حالات سے باخبر رہے تو ہم اپنا فریضہ سمجھتے ہیں اور تمام صاحبانِ ممبر کا فریضہ ہے کہ وہ قوم کو حالات سے باخبر رکھیں تاکہ کوئی جذباتی انداز فکر ملت اختیار کرنے پر مجبور نہ ہو، بلکہ صحیح حالات سے باخبر ہو کے اور صحیح سمت کا تعین کرتے ہوئے صحیح انداز فکر اختیار کیا جائے اور زندہ قوموں کا یہی طرہ امتیاز بھی ہے کہ وہ ظلم کے خلاف آواز بلند کرتی ہیں۔ حسینؑ کا پیغام بھی یہی ہے کہ ”عزت کی موت ذلت کی زندگی سے بہتر ہے“

ہم اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اپنی زندگی کے کسی گوشے میں سید الشہداءؑ کے اس ارشاد گرامی کو نظر انداز نہیں کرتے، بلکہ ہماری زندگی کے ہر لمحے میں سید الشہداءؑ کا یہ ارشاد کہ

”جیو تو عزت نفس کے ساتھ“

جیو تو اس رنج و ہج کے ساتھ جیسے کربلا میں کربلا والے بیٹے اور جان دو تو اس مقصد کے ساتھ کہ تمہیں مارنے والا تاریخ میں مرجائے، لیکن تم تاریخ کے اوراق پر اس طرح سے مہر تصدیق ثبت کرو کہ تاریخ کے مورخ کا قلم ادب سے سر جھکا کر تمہارے قدموں کی دھول کے پیچھے چلے۔

یہ ہے سید الشہداءؑ کا پیغام، یہ ہے مفہوم کربلا! امام حسینؑ کے لئے بہت آسان تھا، کہ مدینہ نہ چھوڑنے، بہت آسان تھا کہ مکے میں قیام کر لیتے، بہت آسان تھا کہ کسی دور کی سرحد پر چلے جاتے، دنیا کی کوئی طاقت انہیں روک نہیں سکتی تھی۔

لیکن آپ نے کہا کہ میں چھپ کر، دب کر یا ڈر کر بیٹھنے والے باپ کا بیٹا نہیں ہوں، اگر میں چھپ گیا، اگر میں ڈر گیا، اگر میں یزید کی طاغوتیت سے گھبرا گیا، تو میرا یہ عمل آنے والی مسلمان نسلوں کے لئے نمونہ بن جائے گا۔ مسلمان نسلوں کے لئے شیعہ نسلوں کے لئے نہیں۔ حسینؑ نے شیعہ نسلوں کے لئے قربانی نہیں دی، یہ تو ہماری شرافت حسب و نسب ہے کہ قربانی تو دی مسلمانوں کے لئے مگر ذکر صرف ہم منار ہے ہیں۔

کوئی شیعہ سنی مسئلہ نہیں تھا کربلا میں، وہاں کوئی فرقے کی جنگ نہیں تھی، شیعوں کو کچلنے کے احکامات یزید نے جاری نہیں کئے تھے۔

بلکہ سنو میری آواز جہاں تک جارہی ہو، احسان فراموشی کی بھی کوئی انتہا ہوتی ہے۔ یزید نے شیعوں کے خلاف تو کوئی ایکشن نہیں لیا تھا، یزید نے تخت حکومت پر بیٹھ کر یہ کہا تھا کہ کوئی نبی نہیں تھا، کسی پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی، یہ بنی ہاشم کا ایک کھیل تھا، جو صرف حکومت حاصل کرنے کے لئے کیا تھا۔ تو یزید اور اس کے یہ جملے کیا عکاس نہیں ہیں اس کے مقصد کو واضح کرنے کے لئے کہ کوئی نبی نہیں تھا اور کسی پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔

یعنی تاریخ اسلام کا پہلا منکرِ نبوت یزید، کسی پر وحی نازل نہیں ہوئی تھی۔ نبوت کا بھی منکر، قرآن کا بھی منکر، عالم اسلام سے میں کیا یہ پوچھنے کا حق نہیں رکھتا؟ کہ جو صرف نبوت کی ایک خصوصیت کا انکار کر دے، یعنی خاتم النبیین نہ مانے، صرف خاتم النبیین نہ مانے نبی مانے مگر خاتم النبیین نہ مانے، اسے مسلمان، مسلمان سمجھنے کے لئے تیار نہیں ہے۔ بلکہ اس کو بھی اور اس کے ماننے والوں کو بھی آئینی طور پر کافر ڈکلیئر کیا جائے گا۔ اور جو پہلے سرے سے نبوت کا انکار کر دے، جو بالکل ہی نبوت کا انکار کر دے، جو کہہ دے کوئی نبی نہیں تھا، تو کیا اس یزید کو اور اس کی حمایت کرنے والوں کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔ تو اب اگر اس پاکستان میں اس یزید کی حمایت میں کوئی پرچہ آئے یا کتابچہ آئے، تو کیا اس کے لکھنے والوں کو کافر قرار نہیں دیا جائے گا۔

جب یزید کے سارے افعال و اعمال کھلے ہوئے تاریخوں کے اوراق پر بکھرے پڑے ہوئے ہیں تو آخر اسے اور اس کے ماننے والوں کو اور اس کی حمایت میں فتویٰ دینے والوں کو کافر قرار کیوں نہیں دیا جاتا۔ اس سے آپ کا فائدہ یہ ہے کہ اگر آپ نے آئینی طور پر اس اسلامی مملکت میں یزید اور اس کے ماننے والوں کو کافر قرار دے دیا، تو دنیا کے غیر مسلم مفکر، جو چودہ سو برس سے آپ پر اعتراض کرتے آرہے ہیں کہ مسلمانوں نے حسینؑ کو قتل کیا تھا، مسلمانوں نے فرزندِ مول کو لوٹا تھا، مسلمانوں نے ظلم و ستم ڈھائے

تھے۔ اگر آئینی طور پر آپ نے یزید کو کافر قرار دے دیا، تو وہ دشمنوں کی روایت بند ہو جائے گی۔

ہم کھل کر اعلان کر دیں کہ وہ مسلمان نہیں تھا، کافر تھا۔ اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا، اسلام کا سر بلند ہو جائے گا۔ یہ جو چودہ سو برس سے لوگ کہتے آرہے ہیں یہ جو ہندو شاعر نے کہا کہ۔

یہ مانا کہ حلقہ اسلام سے ہم دور ہیں مولا

مگر ہم ہندوؤں میں آپ کا قاتل نہیں کوئی

سوچیں، غور کریں، فکر کریں، جذبات کی رو میں بہنے سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اگر یزیدیت و خارجیت و منافقیت و ناصیت کو اس ملک کی جڑوں سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے خدا کی قسم نہ کوئی فرقہ رہے گا نہ فرقہ بندی رہے گی، نہ کوئی جھگڑا رہے گا، اس لئے کہ اگر منافقت کوئی معمولی بیماری ہوتی تو قرآن مجید میں اللہ کو خاص طور سے سورہ منافقون بھیجنے کی ضرورت نہ رہتی۔ ایک مکمل سورہ قرآن میں نازل کر دیا منافقین کے نام پر۔ اور منافقین کی پہچان کیا بتائی: زبان پر کچھ دل میں کچھ۔

اور یہ بھی بتایا کہ منافق مشرک نہیں ہوتا، منافق کافر نہیں ہوتا، منافق کلمہ پڑھنے والا ہوتا ہے۔ لا الہ الا اللہ کہنے والا ہوتا ہے۔ محمد رسول اللہ کہنے والا ہوتا ہے۔

ومن الناس من يقول آمنا باللہ وبالیوم الآخر وما ہم بمؤمنین
یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخادعون (سورہ بقرہ آیت ۸-۹)۔

جب یہ تمہاری بزم میں آکر بیٹھنے والے یہ دعویٰ کرتے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ پر ایمان لائے، اور یوم آخرت پر ایمان لائے (وما ہم بمؤمنین) یہ مومن نہیں ہیں۔ بزم رسالت میں بیٹھتے ہیں۔ پھر بھی مومن نہیں، ساری فضیلتوں کا آستانہ تو یہی ہے ناکہ بزم رسول میں بیٹھتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں۔ چہرہ رسول کی زیارت کرتے ہیں، محبت رسول سے فیض اٹھاتے ہیں پھر بھی مومن نہیں ہیں! پروردگار کیا ہیں یہ لوگ جو بزم

رسالت میں بیٹھتے ہیں؟

تو معلوم یہ ہوا کہ یہ تو کوئی پیمانہ ہی نہیں ہوا یعنی بزم رسالت میں بیٹھنا تو دلیل ایمان ہے ہی نہیں۔

لا الہ الا اللہ کہنا دلیل نہیں ہے ایمان کی،

یوم آخرت پر ایمان لانا دلیل نہیں ہے ایمان کی،

اقرار باللسان کرنا دلیل نہیں ہے ایمان کی، پھر آخر حضور ہم کیسے پہچانیں کہ یہ مومن ہیں کہ نہیں۔ تو آیت نے آگے بڑھ کر ایک چھوٹا سا لفظ کہا:

”یخادعون اللہ والذین آمنوا وما یخادعون“ مومن نہیں ہیں، یہ دھوکہ دے رہے ہیں اللہ کو بھی، اور صاحبان ایمان کو بھی، تو معلوم یہ ہوا اب میں تاریخ سے یہ نہیں پوچھوں گا کہ کون بزم رسالت میں بیٹھا۔ میں اس پر بالکل توجہ نہیں کروں گا کہ کس نے صحبت رسالت اختیار کی، میں تو ان کے کردار میں یہ دیکھوں گا کہ اگر رسول کا وفادار ہے تو صاحب ایمان ہے۔ اور اگر دھوکہ دے رہا ہے۔ کیونکہ قرآن نے نشانی بتائی کہ بزم رسول میں بیٹھنے والا اگر دھوکہ دے تو سمجھ لو کہ مومن نہیں ہے۔ تو اب میں کچھ نہیں کہتا، راوی آپ کا ہے، تاریخ آپ کی ہے، قلم آپ کا ہے، روایتیں آپ کی ہیں، محدث آپ کا ہے، اپنی اپنی تاریخیں اٹھا کر دیکھو، اوراق پلٹو، اٹھا کر دیکھو کہ پیغمبر کی نصرت کرنے والا کون تھا؟ پیغمبر کو دھوکہ دے کر جانے والا کون تھا؟

اگر سب کے سب صاحبان ایمان ہیں، اور یہ ذہن میں رہے کہ اکثر یہ سوال اٹھ جاتا ہے، کہ اگر ہم بزم رسالت میں بیٹھنے والے حضرات میں سے کسی ایک پر بھی تنقید کریں تو بات رسول اللہ پر بھی آ جاتی ہے، کہ کیا رسول اللہ میں یہ صلاحیت نہیں تھی معاذ اللہ کہ وہ کسی کو ہدایت دے سکتے، اس میں رسول کا کیا قصور ہے اگر ظرف ہی ایسا نہ ہو؟

بھئی ابر رحمت تو ہر جگہ برستا ہے نا، زرخیز زمین پر جا کر برستا ہے تو سبزے لہلہا دیتا ہے، بنجر زمین پر جا کر برستا ہے تو بیکار جاتا ہے۔ تو ابر رحمت کا قصور نہیں، زمین ہی اگر بنجر

ہو تو میں کیا کروں۔ یاد رکھو پیغمبر اسلامؐ مسلمان بنانے کے لئے نہیں آئے تھے، مسلمان بنانے کے لئے آئے تھے۔ بو ذرؓ بنانے کے لئے آئے تھے۔

محدث دہلوی نے اپنی کتاب مجالس النبوةؐ میں بڑی خوبصورت بحث کی ہے پیغمبر اسلامؐ کی حیات کے آخری لمحات پر، اور کہا کہ چودہ (۱۲) دن پہلے، وفات سے چودہ (۱۳) دن پہلے، شہدائے بدر کی قبروں پر گئے، ابھی فتویٰ آیا تھا کہ قبروں پر مت جاؤ اور محدث دہلوی کہتے ہیں: قبروں پر جانا بھی سنت رسولؐ، فاتحہ پڑھنا بھی سنت رسولؐ۔

یاد رکھو جب بھی کوئی فتویٰ آئے تو سمجھ لو اس کے پس منظر میں کسی فتوے دینے والے کی خالی ہے۔ ہمیں کیوں اہل نہیں آتا، ہم کیوں نہیں فتویٰ دیتے۔ جلسہ کریں، میلاد کریں، یوم منائیں، ہم نہیں کرتے، کیوں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مذہب کی حقانیت پر کوئی اثر نہیں ہونے والا ہے۔

ہماری تاریخ ہے ہم نے اپنے بچوں اور نوجوانوں سے۔ کبھی کہا نہیں کہ فلاں جلے میں مت جانا! فلاں میلاد میں مت جانا! فلاں محفل میں مت جانا! ہم نہیں منع کرتے اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ یہ کہیں بھی جائے علیؑ والا رہے گا، اس کے اوپر کوئی اثر نہیں ہوگا، اور ہم کہہ بھی نہیں سکتے، ہم نے سیرت بن ہشام میں جملہ پڑھ لیا ہے، اس لئے ہم اپنے بچوں کو منع نہیں کرتے۔ کیوں اس لئے کہ ابوجہل اور ابولہب ان دونوں کے پاس مکے کے بچے آئے اور آکر یہ کہا کہ رسولؐ پر آیت یہ نازل ہوئی ہے کہ

وان كنتم في ريب مما نزلنا علىٰ عبدنا فاتوا بسورة من مثله (سورة بقرہ آیت ۲۳)
اے کافرو! اگر تم کو قرآن کے کلام الہی ہونے میں کوئی شک ہے، تو تم بھی ایک سورہ بنا کر لے آؤ۔

تو آکر بچوں نے ابوجہل سے یہ کہا: کہ تم تو بڑے شاعر ہو، بہت بڑے عربی داں ہو، ایک سورہ محمدؐ نے پیش کیا ہے، چھوٹی سی "انا اعطینک الکوثر" اس کا جواب دے دو۔ ساری رسالت ختم ہو جائے گی، قرآن کا دعویٰ بھی ختم ہو جائے گا، تو ابوجہل کی زبان

سے یہ نکلا تھا، کہ میں نے تمہیں کتنی مرتبہ منع کیا تھا، کہ تم رسولؐ کی محفل میں مت جایا کرو۔

میں نے تمہیں کتنی مرتبہ کہا، کہ محمدؐ کی مجلس میں مت جایا کرو، معاذ اللہ وہ جادوگر ہے، دیکھا تم پر جادو کر دیا اس نے۔ تو ہم تو اسی دن سمجھ گئے، اور ہمیں پتہ چل گیا کہ حق کی مجلس سے روکنے والا کون ہے؟ اچھا کیوں کہا تھا ابوجہل نے، جانتا تھا کہ پیغمبرؐ علم کی باتیں کریں گے اور علم سے چڑھ ہے جہل کی وہ تو پھر بھی ابوجہل تھا۔

ہم نے کبھی منع نہیں کیا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے بچے فتح مکہ کے بعد کے مسلمان نہیں ہیں۔

ہمارا بچہ تو جب صلب پدر میں ہوتا ہے، تب "علیؑ" سنتا ہے۔ ہمارا بچہ جب رحم مادر میں ہوتا ہے تب علیؑ سنتا ہے۔

گوشت کا لٹھڑا رہتا ہے تب علیؑ سنتا ہے۔

اس کی ہڈیاں بنتی ہیں تب علیؑ سنتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح بنتے ہیں تب "علیؑ" سنتا ہے۔

جب ہوش و حواس میں آتا ہے تب علیؑ سنتا ہے۔

بطن مادر سے آغوش مادر میں آتا ہے تب علیؑ سنتا ہے۔

گھٹنوں چلنا ہے تب علیؑ سنتا ہے۔

کھڑا ہوتا ہے تب، بڑا ہوتا ہے تب، گرتا ہے تب سنبھلتا ہے تب علیؑ۔

جوان ہوتا ہے علیؑ کہہ کر، بوڑھا ہوتا ہے علیؑ کہہ کر۔

مصائب کا مقابلہ کرتا ہے علیؑ کہتا ہے، خوش ہوتا ہے علیؑ کہہ کر۔

تلوار کے نیچے جاتا ہے علیؑ کہہ کر، جلاد کے پاس جاتا ہے علیؑ کہہ کر۔

گولی کے سامنے جاتا ہے علیؑ کہہ کر، تو صلب پدر سے لے کر نزع کی آخری

گھڑیوں تک، جس بچے نے علیؑ سنا ہے، وہ دنیا میں کہیں بھی چلا جائے، علیؑ والا رہے

عزیزان! محترم پہلا ہادی اگر سمجھ میں آ گیا تو آخری ہادی بھی سمجھ میں آ جائے گا۔
اللہ نے کہا فرشتوں سے کہ ہم زمین پر اپنا خلیفہ بنانے جارہے ہیں:

قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفه (سورۃ بقرہ آیت ۳۰)
ہم بنانے والے ہیں اس زمین پر انسانوں کے لئے خلیفہ۔ یہ پہلا ہادی اتنا عظیم
کہ فرشتوں کو حکم دیا کہ جب ہم اسے سنوار دیں، اسے سجدائیں، دوسرے مقام پر ارشاد ہوا
اس آیت سے ہٹ کر قرآن مجید میں:

فاذا سويته ونفخت فيه من روحي فقعوا له ساجدين (سورۃ الحجر آیت ۲۹)
اور جب میں اسے سجدوں، سنوار دوں اور اس میں اپنی روح داخل کروں تو تم
سب کے سب سجدے میں گر جانا..... تو عزیزان محترم! سجدہ کسے ہو رہا ہے؟
آدم کو نہیں مٹی کے پتلے کو نہیں، اس روح کو سجدہ ہو رہا ہے کہ جو جسم آدم میں داخل
ہو رہی ہے، اب تدبر قرآن کیا ہے؟ سجدہ ہے اس امر رب کو، اس روح کو جو جسم آدم میں
داخل ہوئی۔ بھی فہم قرآن یہی تو ہے کہ خدا جو اشارہ کرے اس میں تدبر کرو۔

”اور جب میں اسے سنوار دوں، اور اس میں اپنی روح داخل کروں۔“
یہاں استعمال کیا لفظ روح۔ دوسرے مقام پر قرآن نے روح کے معنی بتائے۔
میرے حبیب یہ تم سے سوال کرتے ہیں کہ روح کیا ہے؟ ان سے کہو کہ روح میرے اللہ کا
امر ہے، اب آیت پڑھیں تو مقام ہادی اول سمجھ میں آ جائے گا۔ سجدہ اس مٹی کے پتلے کو
نہیں ہوا، سجدہ اس امر کو ہوا جو ہادی کو عطا کیا گیا۔

یعنی جب پروردگار عالم نے آدم کو صاحب امر بنادیا تو فرشتوں پر واجب ہو گیا
کہ وہ اسے سجدہ تعظیسی ادا کریں۔ جس نے انکار کیا وہ ابلیس کہلایا۔ حالانکہ اللہ کا عبادت
گزار تھا۔ اللہ کو سجدہ کرنے والا تھا۔ لیکن مشیت نے گوارہ نہیں کیا کہ جو مجھے سجدہ کرے
وہ میرے امر کا انکار کرے۔ پہلا ہادی مقرر ہوا، مسجود ملا کہ قرار پایا۔ خدا نے آدم کو
صفت کیا عطا کی؟ فرشتوں سے سجدہ کرایا، فرشتوں سے اقرار لیا۔

گا۔ صلوات

وہی ہے خدا کہ جس نے امتین میں ایک رسول ”امتین میں اُمّی نہیں“ توجہ ہے
نا۔ خداوند عالم ارشاد فرما رہا ہے کہ اس نے امتین میں ایک رسول بھیجا جو انہی میں سے
ہے۔

اس کی ذمہ داری کیا ہے؟ اس کا مقصد بحث کیا ہے؟
”یتلو اعلیہم آیاتہ“ وہ ان امتین پر آیات کی تلاوت کرتا ہے۔ یعنی جو تلاوت
کرتا ہے وہ رسول ہے، جن پر تلاوت کرتا ہے وہ امتین ہیں۔
”ویز کہم“ اور ان کے ناپاک نفوس کو پاک کرتا ہے۔
کن کے؟ امتین کے کون کون کھتا ہے؟ رسول۔ جو پاک کرتا ہے نفوس کو وہ رسول
ہے۔ جنہیں پاک کرتا ہے وہ امتین ہیں۔

”ويعلمهم الكتاب والحكمة“ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ یہ بنیاد
ہے۔

عزیزان محترم! پوری انسانیت کا مسئلہ ہے، پوری آدمیت کا مسئلہ ہے، یہ پروردگار
عالم کی رحمت ہے کہ اس نے انسان بنانے سے پہلے ہادی بنائے، یہ اس کا عدل ہے کہ
اس نے انسانوں کو بعد میں پیدا کیا۔ ہادی کو پہلے پیدا کیا۔ تاکہ اس کائنات کا پہلا آدمی
بھی محروم ہدایت نہ رہے، اگر ایسا ہوتا کہ آدمی پہلے پیدا کئے جاتے، ہادی بعد میں بھیجا
جاتا، تو جتنے عرصے بعد بھی آدمیوں کے درمیان ہادی الہی آتا تو اتنے عرصے کی ہادی کی
غیر حاضری کی ساری ذمہ داری دامن عدل الہی پر آ جاتی، اور گمراہ ہونے والا بے ساختہ
یہ کہہ سکتا تھا کہ پروردگار میں ہدایت کیسے پاتا؟ تو نے میرے لئے کسی ہادی کا انتظام ہی
نہیں کیا تھا۔

اس لئے مشیت نے حجت تمام کر دی، ہم پہلے آدمی سے پہلا ہادی مقرر کریں گے،
تاکہ اس زمین پر جب وہ آئے تو پہلا انسان بھی محتاج ہدایت نہ رہے۔

ابراہیمؑ کو مصطفیٰ کیا، پوری آل کو مصطفیٰ کیا؟ اس کی نشانی کیا ہے؟ جسے خدا مصطفیٰ کرے، جس نبی کو اور اس کو آل کو اس پر درود بھیجا، سلام بھی واجب، اسی لئے ملت مسلمہ کا متفقہ درود ہے درود ابراہیمی جو حوالے کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم درود بھیجیں آپ۔

پروردگار! درود و سلام بھیج۔ ساری ملت یہی دعا کرتی ہے، مالک درود بھیج، مالک سلامتی بھیج، مالک رحمتیں بھیج محمدؐ و آل محمدؐ پر۔ بالکل ایسی ہی رحمتیں جیسی تو نے ابراہیمؑ پر اور آل ابراہیمؑ پر بھیجیں۔ تو ملت مسلمہ نے یہ تسلیم کیا، سارے مسلمانوں کا یہ ایمان ہوا کہ ابراہیمؑ بھی واجب الدرد، ابراہیمؑ کی اولاد بھی لائق درود۔

تو عزیزان محترم! یہ ابراہیمؑ کی آل کو مصطفیٰ کیوں کیا؟ اگر یہ آل مصطفیٰ نہ ہوتی تو پھر کون مصطفیٰ ہوتا؟ اس لئے کہ ابراہیمؑ کی آل ہی میں تو محمد مصطفیٰ بھی آ رہا تھا۔ اسی نسل میں آ رہا تھا جو مرکز درود ہے بے شک آل ابراہیمؑ ہی میں تو مصطفیٰ آ رہا تھا جو جان اصطفاہیت تھا، جو مرکز انتخاب تھا، جو مرکز انتخاب الہی تھا۔

وہ مصطفیٰ! مرکز نگاہ مشیت، وہ مصطفیٰ! جو علم اول۔

وہ مصطفیٰ! جو عقل اول، وہ مصطفیٰ! جو عشق اول، وہ مصطفیٰ! جو حسن اول۔

وہ مصطفیٰ! جو ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کو شب معراج نماز پڑھائے۔

وہ مصطفیٰ! جو ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں کی امامت فرمائے۔

وہ مصطفیٰ! اس کے لئے کہا کہ اس مصطفیٰ کو بھیجا ہم نے تم میں، کہ وہ تم پر آیات تلاوت کرے۔ وہ تمہارے کلمہ پڑھنے کا محتاج نہیں کہ تم اس کا کلمہ پڑھو تو وہ مصطفیٰ ہے، اس کا کلمہ تو روز الست سوالا کھ معصومین پڑھ چکے آئے میثاق کی روشنی میں۔ وہ پڑھ چکے عالم میثاق میں۔ ہم نے اسے مصطفیٰ بنایا تو خدا کا شکر کرو کہ تمہیں مصطفیٰ کی قیادت نصیب ہوئی۔

قالوا سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا پروردگار! ہمیں تو اتنا ہی علم ہے جتنا تو نے عطا کیا ہے۔ جب فرشتے یہ کہہ چکے تو آدمؑ سے خطاب کیا:

قال یا آدم انبئهم باسمائهم فلما انباهم باسمائهم (سورہ بقرہ آیت ۳۳)
ارشاد ہوا: اے آدم! یہ فرشتے نہیں جانتے، یہ اسماء تم فرشتوں کو بتاؤ۔ آدمؑ نے پڑھایا، فرشتوں نے پڑھا۔ آدمؑ معلم، فرشتے شاگرد۔ آدمؑ استاد، فرشتے زانوائے ادب نہ کرنے والے۔ یہ آدمؑ ہیں جو منزل اول پر معلم المملکوت ہیں۔ تو ملت کو غور کرنا چاہیے، کہ ان تعلیم لینے والے فرشتوں میں جنہیں آدمؑ نے پڑھایا جبرئیل بھی شامل تھے۔ تو جبرئیل بھی آدمؑ کی شاگردی کا شرف حاصل کر چکے اس فرشتے پر واجب ہے کہ وہ خاتم کی غلامی کرے۔ پہلا ہادی اس منزلت کا۔

ان الله اصطفى آدم ونوحا وآل ابراهيم وآل عمران على العالمين (سورہ آل عمران آیت ۳۳)

سورہ مبارکہ آل عمران میں ارشاد ہوا اصطفاہیت کا، ہم نے آدمؑ کو مصطفیٰ کیا، نوحؑ کو مصطفیٰ کیا، ابتدائے آیت میں ان دونوں نبیوں کا انتخاب انفرادی ہے۔ آدمؑ کا انتخاب ہوا، نوحؑ مصطفیٰ ہوئے، مگر جب آیت آگے بڑھی، تو اعلان ہوا کہ اب ہم نے ابراہیمؑ ہی کو نہیں، آل ابراہیمؑ کو بھی مصطفیٰ کیا۔ یعنی یہ ہے ابراہیمؑ کی فضیلت۔

تلك الرسل فضلنا بعضهم على بعض (سورہ بقرہ آیت ۲۵۳)

یہ ہماری سنت ہے، کہ ہم نے بعض انبیاء کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ آدمؑ صرف اس قابل تھے کہ انہیں مصطفیٰ کیا جائے۔ نوحؑ صرف اس قابل تھے کہ انہیں مصطفیٰ کیا جائے۔ نوحؑ کا بیٹا اس قابل نہیں تھا، آدمؑ کی ساری اولاد اس قابل نہیں تھی، لیکن جب ابراہیمؑ کا تذکرہ کیا تو تنہا ابراہیمؑ نہیں بلکہ ہم نے آل ابراہیمؑ کو منتخب کیا۔

عزیزان محترم! جب ابراہیمؑ کا تذکرہ آیا تو ارشاد ہوا: ”ہم نے صرف ابراہیمؑ کو نہیں آل ابراہیمؑ کو منتخب کیا۔“ اور چونکہ یہ دلیل ہے قرآن مجید سے کہ خدا نے آل

نفوس کو پاک کرنے، کتاب و حکمت کی تعلیم دینے۔

یہاں بات روک کر ایک جملہ عرض کردوں، پورے قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی مقاصدِ بعثت سرکارِ رسالت مآب کا اعلان کیا گیا ہے۔ ہر جگہ ہر مقام پر یہی بتایا گیا کہ آدم سے لے کر عیسیٰ تک سارے انبیاء، جتنے ہادی آئے ایک ہی پیغام لے کے آئے۔

ایہا الناس قولوا لا اله الا الله تفلحوا!

اے لوگوں تم اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرو تا کہ تم فلاح پا جاؤ۔

یعنی اگر کوئی اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتا ہے، تو اس میں خدا کا کوئی فائدہ نہیں۔ سارے انبیاء نے ایک ہی تو کام کیا ہے۔ یا اللہ کی وحدانیت پہنچائی ہے یا اس کے آنے کی بشارت پہنچائی ہے۔ دوستو اس امر پر بھی توجہ کرتے چلیں، کہ سارے عالم ہدایت میں، تنہا ہے یہ درہنہ ابوطالب، سارے عالم انسانیت میں اکیلا ہے یہ آمنہ کا چاند۔ دنیا کا اصول یہ ہے کہ دنیا کے لیڈر، دنیا کے اسکالر، دنیا کے فلاسفر، جب اپنا اقتدار، انسانی ذہنوں پر قائم کرتے ہیں، تو اپنے گزرے ہوئے اسکالر، فلاسفر اور لیڈر کی تردید پر قائم کرتے ہیں۔

ہر آنے والا، جانے والے کی برائی کرتا ہے۔ وہ غلط تھا، میں صحیح ہوں۔ یہ کائنات کا پہلا اور آخری عظیم المرتبت خیر البشر ہے، کہ جس نے آتے ہی دنیا والوں سے کہا کہ میں انبیاء ماسبق کی تردید پر اپنی نبوت قائم کرنے نہیں آیا، بلکہ جو مجھے ماننا چاہتا ہے اس پر واجب ہے کہ آدم کو بھی مانے، نوح کو بھی مانے، ابراہیم کو بھی مانے، اسماعیل کو بھی مانے۔ انسانیت سکون چاہتی ہے تو عشرہ بھی سمجھے، خدیر بھی سمجھے۔

وہاں بھی خطبہ ہے، یہاں بھی خطبہ ہے۔ وہ کچھ یوں بھی ہے کہ اللہ کا واحد رسول ہے کہ جو بنی اسرائیل کی بکھری ہوئی بھیڑوں کو جمع کرنے نہیں آیا، جو اپنے قبیلے کا نبی بن کر نہیں آیا۔ جو مکہ والوں کا رسول بن کر نہیں آیا۔ جو عرب و عجم کا رسول کا بن کر نہیں آیا۔ اس کے شرف کے لئے تو اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ جو لفظ ”عالمین“ رب العالمین نے اپنے

تو عزیزانِ محترم! جو اللہ کے یہاں سے مرتضیٰ ہو کر آتے ہیں، مصطفیٰ ہو کر کرتے ہیں، مجتبیٰ ہو کر آتے ہیں، وہ ہمیشہ آکر یہی کہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے اس مصطفیٰ کی تربیت کے نقشِ اول علی ابن ابی طالب نے منبر پر بیٹھ کے تختِ اقتدارِ ظاہری سنبھال کے جو پہلا خطبہ دیا تو مرے مولا نے یہی کہا کہ لوگو! خدا کا شکر کرو کہ تمہیں میری قیادت نصیب ہوئی۔

یہ محمد مصطفیٰ، یہ احمد مجتبیٰ، یہ آمنہ کا لال، یہ رحمت للعالمین، یہ دعائے ابراہیم، یہ شجرہ طیبہ کا شمر، یہ اصحاب طاہرہ سے ”ارحامِ مطہرہ“ کی طرف منتقل ہوتا ہوا صلبِ ہاشم میں آیا پھر صلبِ عبدالمطلب سے صلبِ عبد اللہ میں، صلبِ عبد اللہ سے بطنِ آمنہ میں آیا۔ بطنِ آمنہ سے آغوشِ آمنہ میں پھر آغوشِ عبدالمطلب میں گیا، آغوشِ عبدالمطلب سے آغوشِ ابوطالب میں آیا۔

اس کا بچپن پاکیزہ، اس کا لڑکپن طاہر، اس کی جوانی بے داغ، یہ ہدایت کا چراغ، یہ معرفتِ الہی کا سرخ، یہ ایک ایسا باغ جس کا ہر پھول جس رخ سے دیکھا محمد نظر آیا، وہ اپنا مشن لے کر اٹھا، تو جزیرہ نمائے عرب کے کافر معاشرے میں ایسا انقلابِ ہدایت برپا کیا کہ پہلے صداقت کا پرچار کیا، امانت کا پرچار کیا، سارے کافروں سے کھلوایا۔ تسلیم کرو کہ صادق بھی ہوں، امین بھی ہوں۔

اور عزیزانِ محترم! اس امر پر خصوصی غور کریں کہ اس نبی کا خصوصی شرف یہ ہے، کہ اس نے اعلانِ رسالت سے پہلے کوئی معجزہ دکھائے بغیر، کوئی آیت سنائے بغیر کافروں سے کھلوایا کہ عبد اللہ کے بیٹے تو صادق بھی ہے، تو امین بھی ہے۔

نہ زبان پر قرآن ہے، نہ معجزے کا اظہار ہے، نہ ہاتھ میں نثار ہے، نہ جلو میں لشکر ہے، نہ زیرِ قدم تختِ ظاہری ہے اس لئے کہ تخت و تاج شاہی کے ذریعے سے اپنے آپ کو عوام سے ظلِ الہی کھلوانا اور بات ہے لیکن کردار کے حوالے سے، صداقت کے حوالے سے، صادق و امین کا لقب لینا اور بات ہے۔ ملت کو غور کرنا چاہئے اس کی بعثت کے مقاصد پر۔ تو آیا کس لئے؟ آیات کی تلاوت کرنے آیا تھا۔ آیات کی تلاوت کرنے،

لئے استعمال کیا وہ رحمۃ للعالمین اس کے لئے استعمال کیا۔ اس نے اللہ کی توحید کا اقرار لیا۔ کس بنیاد پر؟

تلوار سے نہیں، آیات سے نہیں، مجڑوں سے نہیں، جنگ سے نہیں، جدال سے نہیں، خون بہا کر نہیں، گردن اڑا کر نہیں، قتل و غارت گری کر کے نہیں۔

بلکہ سچ کی بنیاد پر کائنات کی سب سے بڑی سچائی توحید کا اقرار لیا ”سچ کی بنیاد پر“ اس لئے کہ جب اس نبی کو یہ حکم ہو گیا ”وانذر عشیرتک الاقربین“ سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو دعوت ایمان دو تو یہ بھی طے ہو گئی بات کہ پہلی دعوت ایمان، خاندان والوں میں ہوئی ہے۔ اب جو بھی اقرار کرے گا، خاندان والا ہوگا۔

دعوت ذوالعشرہ جہاں پیغمبر اعلان رسالت کرتے ہیں اور متفقہ مسئلہ ایڈورڈ کین سے لے کر، ڈیکلارن اینڈ فال آف دی رومن ایمپائر کے مصنف تک جو یورپی مفکر ہیں۔ اس سے لے کر ملت مسلمہ کی ساری کتابوں میں متفقہ طور پر جملہ لکھا ہوا ہے کہ جب پیغمبر نے دعوت ذوالعشرہ میں اعلان رسالت کیا تو ایک بارہ برس کا بچہ اٹھا، جو ابوطالب کا بیٹا تھا اس نے اٹھ کر کہا:

یا رسول اللہ! اعلان رسالت آپ کیجئے، تصدیق رسالت میں کرتا ہوں۔

ہجرت آپ کیجئے، بستر پہ میں سوؤں گا۔

اعلان جنگ آپ کیجئے، فتح جنگ میں کروں گا۔

قرآن آپ سنائیے، معنی میں بتاؤں گا۔

تنزیل آپ بتائیے، تاویل میں کروں گا۔

رسالت آپ کی ہوگی، ولایت میری ہوگی۔ یہ آغاز اسلام ہے۔

عزیزان محترم! توجہ فرمائیں، اس نتیجے پر، یہ ہے ہدایت کا سلسلہ۔ فاران کی چوٹیوں پر کھڑے ہو کر، کوہ ابوتیس کی بلندی پر کھڑے ہو کر، اس صاحب معراج نے صنادید قریش کو جمع کر کے بغیر کسی تلوار کے، بغیر کسی لشکر کے، سب کو خطاب کر کے کہا:

میرا بچپن تم نے دیکھا، میرا لڑکپن تم نے دیکھا، میری جوانی تم نے دیکھی۔ تم میرے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہو۔ سارے صنادید قریش نے متفقہ طور پر کہا:

عبداللہ کے بیٹے آپ صادق بھی ہیں۔ آپ امین بھی ہیں۔

کہا: مجھے سچا کیوں مانتے ہو؟

کہا: اس لئے کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ آئینے کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے دیکھا۔ میرے معزز سننے والے توجہ فرمائیں اس جملے پر۔

کہا: کیوں سچا مانتے ہو؟

کہا: اس لئے کہ آپ صادق ہیں۔ آپ امین ہیں۔

کہا: میں کہوں اس پہاڑ کے دامن کے پیچھے لشکر ہے، تم پر حملہ کر رہا ہے، یقین کرو گے؟ کہا: کریں گے۔

کہا: کیوں کرو گے؟ بغیر دیکھے ہوئے، تم تو وہ کافر ہو جو غیب پر ایمان نہیں رکھتے۔

سارے کافروں نے کہا: لشکر کو دیکھنے کی ضرورت کیا ہے؟ جب آپ کہہ رہے ہیں کہ لشکر ہے تو پھر ہے۔

اور عزیزان محترم! اس بہت بڑے ذریعے سے ایک عالمی پیغام پہنچانا چاہتا ہوں عالم اسلام فخر کرے کہ کس کا امتی ہے۔ کائنات میں کسی نے اپنے کردار پر اتنے اعتماد کا اظہار نہیں کیا جو محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ نے کیا۔ کسی نے ایسا اظہار نہیں کیا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر سیرت کی ساری کتابیں نہ بھی پڑھی جائیں تو میرے رسول کا صرف ایک جملہ اس کے مکمل، رسول ہونے کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

کافروں سے خطاب کر کے کہتے ہیں: اچھا اگر میرے کہنے پر مان لیا کہ پہاڑ کے پیچھے لشکر ہے اور اس کے بعد تم پہاڑ کے دامن کے پیچھے گئے اور وہاں تمہیں لشکر نظر نہ آیا تو پھر میرے متعلق کیا رائے قائم کرو گے؟

ساری انسانیت کو چیلنج کرتا ہوں عالم اسلام کی طرف سے۔ یہ میرے نبی کا شرف

تلاوت بھی جاری رہنا ہے۔ تزکیہ نفوس بھی جاری رہنا ہے۔ کتاب و حکمت کی تعلیم بھی جاری رہنا ہے۔ تو آیات کی تلاوت وہ کرے جسے پیغمبرؐ کہے: انا مدینۃ العلم و علی بابہا

نفوس کو پاک وہ کرے، جسے قرآن شب ہجرت یہ سند دے کہ:

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ

اور لوگوں میں ایک ایسا بھی ہے جو اپنے نفس کو بیچتا ہے اللہ کی مرضی خریدتا ہے۔ کتاب و حکمت کا علم وہ دے جسے پیغمبرؐ کہے:

انا دار الحکمة و علی بابہا علی اس حکمت کا دروازہ ہے۔

تو مقصد بعثت کو آگے بڑھایا خاندان رسالت نے۔ اسی لئے ہپ دیکھیں گے کہ ۶۱ھ میں جب شام کے محلوں سے یہ آواز اُٹھی کہ کوئی نبی نہیں تھا کوئی رسول نہیں تھا، کسی پر وحی نہیں آئی تھی تو انکار بعثت ہونا اس فلسفے کو سمجھو، مقصد رسول کا انکار، نبوت کا بھی انکار، وحی کا بھی انکار۔

یزید کے یہ اشعار سہ آج بھی عربی ادب میں موجود ہیں۔ جہاں اس نے کہا کہ کوئی نبی نہیں آیا تھا۔ کوئی وحی نہیں آئی تھی، یہ بنی ہاشم کا ڈھونگ تھا جو انہوں نے اقتدار کے لئے رچایا تھا۔ ساری دنیا خاموش رہی مگر جو وارث مقصد بعثت تھا وہ تڑپا، وہ تڑپا اور یہ کہہ گے نانا کے روضے پر آیا: نانا یزید کو کس نے سمجھا دیا ہے کہ رسالت کا کوئی وارث نہیں ہوتا، نانا تیرا مقصد بھی باقی رہے گا، تیری بعثت بھی باقی رہے گی، تیری نبوت بھی باقی رہے گی، تیرا قرآن بھی بچے گا، تیرا کعبہ بھی بچے گا، تیری شریعت بھی بچے گی، تیرا نظام بھی بچے گا، تیرے اللہ کی توحید بھی بچے گی۔ اس کی کبریائی بھی بچے گی۔ میں بچوں نہ بچوں، تیرے خدا کی توحید باقی رہے گی۔

یزید نمائندہ ہے ان شرکی قوتوں کا، جو آدم سے لے کر خاتم تک آتی رہیں۔

حسین نمائندہ ہے ان خیر کی قوتوں کا جو آدم سے لے کر خاتم تک آتی رہیں۔ تو

ہے کہ جس نے بغیر کسی تلوار کے، بغیر کسی اقتدار کے اپنی بات منوائی۔

آپ نے دیکھا سیرا رسول عجیب و غریب جملہ کہتا ہے۔ سرکار فرماتے ہیں اچھا اگر تم گئے پہاڑ کے پیچھے اور لشکر نظر نہ آیا تو مجھے کیا کہو گے۔ سارے کافروں نے بیک زبان ہو کر خراج عقیدت پیش کیا آمنہ کے چاند کو:

اے عبد اللہ کے بیٹے! اگر ہمیں پہاڑ کے پیچھے لشکر نظر نہ آیا تو ہم کافر ہیں، بے غیرت نہیں ہیں۔ ہم کہہ دیں گے کہ ہم اندھے ہو گئے تو سچ کہتا ہے۔ ہم کہہ دیں گے کہ ہم ٹامینا ہو گئے۔ تو سچ کہتا ہے۔ اب آپ سمجھے کس طرح سے اپنی حقانیت کو منوایا۔ ابھی اعلان کا ہے کا کرنا ہے؟ توحید کا۔ پیش کر رہے ہیں کردار، توحید منوانے کے لئے قرآن نہیں پیش کر رہے ہیں، آیتیں نہیں پیش کر رہے ہیں، معجزہ نہیں دکھا رہے ہیں۔ توحید کو کردار کے ذریعے منوار ہے ہیں۔

اللہ کی وحدانیت کو جو کائنات اسلام کا سب سے بڑا عقیدہ ہے اس کردار کے ذریعے منوار ہے ہیں۔ یہ سیرا رسول ہے، جس نے سنت چھوڑی، جس نے سیرت چھوڑی، جس نے اپنے کردار پر ریفرفٹم کرایا ہے۔ عزیزان محترم! یہ مثال دنیا میں دی ہے۔ اور کردار بھی ایسا کہ نہ اس میں تلوار ہے، نہ حمایتی ہیں۔ دشمنوں سے کھلوا رہا ہے کہ تو سچ ہے۔ اور جب کافروں نے کہہ دیا کہ آپ سچ ہی سچ ہیں اور سچ کے سوا کچھ نہیں ہیں تو اللہ کا رسول ہمیں سے توحید کا پیغام دیتا ہے۔

اچھا اگر مجھے سچا مانتے ہو اور بغیر دیکھے ہوئے ایک لشکر کی موجودگی کا اقرار کر رہے ہو، میرے کہنے پر، تو میرے کہنے پر بغیر دیکھے ہوئے ایک خدا کی وحدانیت کا اقرار کرلو۔ یہ ہے منزل اقرار توحید، یہ ہے مقصد بعثت۔ آیات کی تلاوت کرنا، نفوس کو پاک کرنا۔ آیات کی تلاوت کا حق معصوم کو، کتاب و حکمت کا علم دینا معصوم کی ذمہ داری اور عزیزان محترم! سارے مسلمانوں کا ایمان! ہمارے رسول آخری، ہمارے پیغمبر آخری، آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ ہم سب کا ایمان، لیکن باب ہدایت بند نہیں ہوا۔ آیات کی

یہ دو شہزادوں کی جنگ نہیں ہے، دو نظریوں کی جنگ ہے۔

ایک رسالت کو ختم کرنا چاہتا ہے ایک رسالت کو بچانا چاہتا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون مرا کس نے مارا؟ مسئلہ یہ نہیں ہے۔

شکست و فتح کا دار و مدار یہ نہیں ہے کہ یزید کیا چاہتا تھا، حسین کیا چاہتے تھے۔

دیکھو یہ کہ مقصد پورا حسین کا ہوا یا یزید کا ہوا۔ یزید چاہتا تھا لا الہ الا اللہ کی آواز نہ رہے، محمد رسول اللہ کی آواز نہ رہے۔ نمازیں نہ رہیں، قرآن نہ رہے۔

حسین چاہتے تھے ”توحید“ رہے، نبوت رہے، نمازیں رہیں، عبادت رہے۔

۱۳۱۱ھ میں ملت فیصلہ کرے کہ کون جیتا؟ اگر آج نمازیں قائم ہیں، مسجدیں آباد ہیں،

اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں تو تسلیم کرو کہ شرکاء نمازندہ یزید ہار، محمد کا بیٹا حسین جیتا۔ ہاں

یہ الگ بات ہے کہ حسین کو بقائے شریعت کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ بڑی قیمت ادا

کی حسین نے۔ علامہ اقبال نے کہا۔

آنکہ زیر تیغ گوید لا الہ

آنکہ از خوںش بروید لا الہ

وہ حسین! کہ جس نے تلوار کے نیچے بھی لا الہ الا اللہ کہا۔

وہ حسین! کہ جس کے خون سے بھی کلمہ لا الہ پھوٹا۔ مصور پاکستان کہتے ہیں۔

جس کے خون کے ہر قطرے سے لا الہ اللہ پھوٹ رہا تھا۔

آنکہ لرزد از سجود او زمیں

آنکہ بخشید بے یقینان را یقیں

وہ حسین! کہ جس نے بے یقینوں کو یقین بخشا۔ جس کے سجدے سے زمین میں

زلزلے آگئے۔ شریعت کی باتیں کرنے والو۔ شریعت محلات میں بیٹھ کر نہیں آتی، شریعت

مصطفیٰ، قائم کرنے کے لئے زمین کر بلا کا پتہ ہوا صحرا ہوتا ہے۔ عباس کے بازو کے قلم

ہوتے ہیں۔ اکبر کے سینے کی روشنائی ہوتی ہے۔ زینب کی چادر کا ورق ہوتا ہے۔ پھر

حسین لکھتا ہے اشہدان لا الہ الا اللہ۔

بڑی قیمت ادا کی حسین نے۔ ۲۸ رجب کو مدینہ چھوڑا۔ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

تاریخ اسلام کا پہلا حاجی جو حج سے صرف ایک دن پہلے، صرف کعبے کی حرمت بچانے کے لئے حج کو عمرے سے تبدیل کر کے چلا گیا۔

یہ کہہ کر: میرے اللہ کے گھر تیری عزت سلامت رہے، میں جا رہا ہوں۔

۲ محرم ۶۱ھ کو کربلا پہنچے۔ ۳ محرم کو خیمے دریا سے ہٹے۔ ۷ محرم کو محمد مصطفیٰ کے

خاندان پر ابو جہل کے نمائندے نے پانی بند کر دیا اور عزاداروں ۱۰ محرم کو قیامت آئی۔

فاطمہ کے گھر سے ۱۰ گھنٹے میں ۷۲ جنازے نکل گئے۔

تمام رات عبادت میں گزری۔ صبح عاشور قربانیوں کا دن، کبھی زہیر کا لاشہ لائے،

کبھی بریک کا لاشہ لائے، کبھی حر کا لاشہ لائے، کبھی بچپن کے ساتھی حبیب کا لاشہ لائے۔

پھر اعزاء کی باری آئی۔ شریعت بچ رہی ہے وارث قربانیاں دے رہا ہے۔ سب کے

لاشے لاپٹے، اب احباب کی باری آئی کبھی قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو عباس کے دامن میں

ڈالا سینے سے لگایا، کبھی اکبر کے جواں سینے سے برچھی کا پھل کھینچا، کبھی عباس کے ہاتھوں

کو اٹھایا اور مقصد بخت پر مہر تصدیق اس وقت ثبت ہو گئی جب۔

منہی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

سب سے آخر میں خیمے میں آئے! زینب سلام، رقیہ سلام، سکینہ سلام، ایک ایک

کو سلام کیا۔ خیمے کے دروازے پر آئے۔ دائیں جانب دیکھا، بائیں جانب دیکھا، ہے

کوئی ہماری مزاری کالانے والا! خیمے سے آواز آئی: بھیا حسین! اگر عباس نہیں ہے زینب

کو اجازت دے، میں تیری رکاب تھاموں، میں تجھے سوار کراؤں۔

حسین سوار ہوئے، جنگ کی، مجھے نہیں معلوم کتنے زخم لگے، مجھے نہیں پتہ رسول

اللہ کے بیٹے کے جسم پر کتنے زخم آئے، سرکار امام زمانہ عج فرماتے ہیں: میرا سلام اس

یہ دو شہزادوں کی جنگ نہیں ہے، دو نظریوں کی جنگ ہے۔

ایک رسالت کو ختم کرنا چاہتا ہے ایک رسالت کو بچانا چاہتا ہے۔ مسئلہ یہ نہیں ہے کہ کون سراسر کس نے مارا؟ مسئلہ یہ نہیں ہے۔

فلکست و فتح کا دارومدار یہ نہیں ہے کہ یزید کیا چاہتا تھا، حسین کیا چاہتے تھے۔

دیکھو یہ کہ مقصد پورا حسین کا ہوا یا یزید کا ہوا۔ یزید چاہتا تھا لا الہ الا اللہ کی آواز نہ رہے، محمد رسول اللہ کی آواز نہ رہے۔ نمازیں نہ رہیں، قرآن نہ ہے۔

حسین چاہتے تھے ”توحید“ رہے، نبوت رہے، نمازیں رہیں، عبادت رہے۔

۱۲۱۱ھ میں ملت فیصلہ کرے کہ کون جیتا؟ اگر آج نمازیں قائم ہیں، مسجدیں آباد ہیں،

اسلام کی باتیں ہو رہی ہیں تو تسلیم کرو کہ شرکا نمائندہ یزید ہمارا، محمد کا بیٹا حسین جیتا۔ ہاں

یہ الگ بات ہے کہ حسین کو بقائے شریعت کی بڑی قیمت ادا کرنی پڑی۔ بڑی قیمت ادا

کی حسین نے۔ علامہ اقبال نے کہا۔

آنکہ زیر تیغ گوید لا الہ

آنکہ از خوںش بروید لا الہ

وہ حسین! کہ جس نے تلوار کے نیچے بھی لا الہ الا اللہ کہا۔

وہ حسین! کہ جس کے خون سے بھی کلمہ لا الہ پھوٹا۔ مصور پاکستان کہتے ہیں۔

جس کے خون کے ہر قطرے سے لا الہ اللہ پھوٹ رہا تھا۔

آنکہ لرزد از سجود او زمیں

آنکہ بخشد بے یقینیاں را یقین

وہ حسین! کہ جس نے بے یقینوں کو یقین بخشا۔ جس کے سجدے سے زمین میں

زلزلے آ گئے۔ شریعت کی باتیں کرنے والو۔ شریعت محلات میں بیٹھ کر نہیں آتی، شریعت

مصطفیٰ، قائم کرنے کے لئے زمین کر بلا کا تپا ہوا صحرا ہوتا ہے۔ عباس کے بازو کے قلم

ہوتے ہیں۔ اکبر کے سینے کی روشنائی ہوتی ہے۔ زینب کی چادر کا ورق ہوتا ہے۔ پھر

حسین لکھتا ہے اشھدان لا الہ الا اللہ۔

بڑی قیمت ادا کی حسین نے۔ ۲۸ رجب کو مدینہ چھوڑا۔ ۳ شعبان کو مکہ پہنچے۔

تاریخ اسلام کا پہلا حاجی جو حج سے صرف ایک دن پہلے، صرف کعبے کی حرمت بچانے کے لئے حج کو عمرے سے تبدیل کر کے چلا گیا۔

یہ کہہ کر: میرے اللہ کے گھر تیری عزت سلامت رہے، میں جا رہا ہوں۔

۲ محرم ۶۱ھ کو کر بلا پہنچے۔ ۳ محرم کو خیمے دریا سے ہٹے۔ ۷ محرم کو محمد مصطفیٰ کے

خاندان پر ابو جہل کے نمائندے نے پانی بند کر دیا اور عزاداروں! ۱۰ محرم کو قیامت آئی۔

فاطمہ کے گھر سے ۱۰ گھنٹے میں ۷ جنازے نکل گئے۔

تمام رات عبادت میں گزری۔ صبح عاشور قربانیوں کا دن، کبھی زبیر کا لاشہ لائے،

کبھی بریر کا لاشہ لائے، کبھی حرث کا لاشہ لائے، کبھی یحییٰ کے ساتھی حبیب کا لاشہ لائے۔

پھر اعضاء کی باری آئی۔ شریعت خج رہی ہے وارث قربانیاں دے رہا ہے۔ سب کے

لاشے لاپچھے، اب احباب کی باری آئی کبھی قاسم کی لاش کے ٹکڑوں کو عبا کے دامن میں

ڈالا سینے سے لگایا، کبھی اکبر کے جواں سینے سے برچھی کا پھل کھینچا، کبھی عباس کے ہاتھوں

کو اٹھایا اور مقصد بعثت پر مہر تصدیق اس وقت ثبت ہو گئی جب۔

نصفی سی قبر کھود کے اصغر کو گاڑ کے

شبیر اٹھ کھڑے ہوئے دامن کو جھاڑ کے

سب سے آخر میں خیمے میں آئے! زینب سلام، رقیہ سلام، سکینہ سلام، ایک ایک

کو سلام کیا۔ خیمے کے دروازے پر آئے۔ دائیں جانب دیکھا، بائیں جانب دیکھا، ہے

کوئی ہماری سواری کا لانے والا! خیمے سے آواز آئی: بھیا حسین! اگر عباس نہیں ہے زینب

کو اجازت دے، میں تیری رکاب تھاموں، میں تجھے سوار کراؤں۔

حسین سوار ہوئے، جنگ کی، مجھے نہیں معلوم کتنے زخم لگے، مجھے نہیں پتہ رسول

اللہ کے بیٹے کے جسم پر کتنے زخم آئے، سرکار امام زمانہ عج فرماتے ہیں: میرا سلام اس

شہید پر کہ جس کا جسم وقت شہادت نہ زمین پر تھا، نہ زمین پر، تیروں پر معلق ہو گیا تھا، ذوالجناح سے نیچے آئے۔ سجدہ آخر میں سر جھکایا۔ شرمیلوں خنجر لے کر بڑھا۔ دوستو راوی کہتے ہیں کہ خنجر کند تھا۔ تیرہ ضربوں سے بوسہ گاہ رسول مکنی مگر شمر نے انکار کیا ہے۔ شمر سے جب شام میں کسی نے پوچھا تیرا خنجر کند کیوں تھا۔ ارے خنجر تیز کر لیتا۔ تیز خنجر سے حسینؑ کو ذبح کرتا تو شمر کہتا ہے: واللہ میرا خنجر کند نہیں تھا۔ بہت تیز تھا مگر کیا کروں جب حسینؑ کے گلے پر خنجر رکھتا تھا، کسی بی بی کے ہاتھ خنجر کے نیچے آ جاتے تھے اور اس کی آواز آتی تھی۔ ارے میں نے چکیاں پیس کر پالا ہے۔

دولموں کی مہلت چاہتا ہوں عزادارو! جز گیا فاطمہؑ کا گھر، لٹ گیا مصطفیٰؐ کا چمن۔ عمر سعد کے لشکر میں شہیدوں کے سروں کا شمار ہوا۔ سر گئے گئے سرا کہتر اٹھ نکلے۔ عمر سعد ملعون کہتا ہے، بہتر واں سر کدھر ہے۔ کسی نے کہا ظالم اس سر کو لے کر کیا کرے گا، وہ علی اصغرؑ کا سر ہے۔ جس کی قبر حسینؑ اپنی زندگی میں بنا چکے۔

اولاد والے سنیں۔ جملہ ختم کر رہا ہوں۔ عمر سعد ملعون کہتا ہے اصغرؑ کا سر لے کر آؤ۔ عزادارو! ایک ملعون گھوڑے پر سوار ہوا۔ ہاتھ میں نیزہ لیا۔ مقتل کی زمین میں آیا۔ جہاں دیکھتا تھا زمین نرم ہوتی تھی وہیں نیزہ مارتا تھا۔

اتنے میں جلے ہوئے خیمے سے فٹہ نے دیکھا، آواز دی!

ربابؑ تیرے بچے کی خیر، ربابؑ تیرے بچے کی خیر!

اجڑی ہوئی ماں نے جلے ہوئے خیمے کی قنات سے دیکھا، ظالم نیزہ مار رہا ہے۔

قیامت نہیں آگئی۔ ربابؑ نے دیکھا ایک مرتبہ ظالم نے جو نیزہ مارا تو نیزے میں الجھ کے ایک چھوٹا سا لاشہ نیزے کے ذریعے باہر آ گیا ربابؑ نے کلیجہ پکڑا، ظالم گھوڑے سے اترا، میری زبان جل جاتی! میں یہ جملہ نہ پڑھتا۔ ظالم گھوڑے سے اترا۔ نیزے کو کھڑا کیا بندھے ہوئے اصغرؑ کو نیزے سے نکالا، ماں دیکھ رہی ہے اصغرؑ کو زمین پر لٹایا گیا گھٹنا زمین پر ٹیکا میان سے تلوار نکالی، چھ مہینے کے بچے کے گلے پر۔

دوسری مجلس

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمَمِیْنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَكِّیْہُمْ

وَّ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی دوسری تقریر ہدیہ سماعت ہے گزشتہ شب کی مجلس میں جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اس عشرہ ثانی میں ہمارا عنوان گفتگو مقصد بعثت رسول ہوگا، اور ہم آیات قرآنی اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کریں گے کہ اللہ نے جو یہ سلسلہ ہدایت قائم فرمایا تو اس ہدایت کے سلسلے کو قائم فرمانے کا مقصد اللہ کے نزدیک کیا تھا؟ انبیاء کیوں مبعوث ہوئے، ان کی بعثت اور ان کی نبوت کے مقاصد کیا تھے؟ اور نتیجہ پر پہنچنے کے لئے ہم اس امر کی طرف آخری تقریروں میں متوجہ ہوں گے کہ ملت مسلمہ نے آیا مقاصد بعثت کو سمجھا بھی یا نہیں اس لئے کہ یہ اک عام تاثر ہے جو دیا جاتا ہے سیرت کی کتابوں سے، یا تاریخ سے۔ سیرت کی جو سب سے بڑی کتاب مسلمانوں میں سمجھی جاتی ہے وہ سیرت ابن ہشام ہے۔ اور اس

کتاب کے بعد جو مستند سیرت النبی سامنے آئی وہ شبلی نعمانی کی سیرت النبی ہے۔

لیکن آپ ان دونوں کتابوں میں کوئی فرق محسوس نہیں کریں گے مفہوم کے اعتبار سے لفظ بدل دیئے گئے لیکن واقعات وہی ہیں، عبارت کا انداز، قلم کے انداز کے ساتھ تبدیل ہوا لیکن کسی بھی سیرت نگار نے سیرت پیغمبر بیان کرتے وقت نہ قرآن کو میزان بنایا نہ احادیث صحیحہ کو میزان بنایا۔

علامہ اقبال کا یوم ولادت اور یوم وفات تعین کرنے کے سلسلے میں تو خصوصی کمیٹی بیٹھ کر ریسرچ کرتی ہے کہ کس دن پیدا ہوئے کس دن وفات پائی۔ اور اس لئے اس کمیٹی کی ضرورت پیش آئی کہ علامہ مصور پاکستان ہیں شاعر مشرق ہیں سرمایہ ہیں پاکستان کا۔ اس لئے ان کی تاریخ ولادت و وفات میں کوئی اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ دوسری تو میں مضحکہ اڑائیں گی کہ یہ لوگ اپنے ہیر روز کے تاریخ ولادت و وفات سے بھی آشنا نہیں ہیں۔

نتیجتاً کمیٹی نے برہنہ برس کی تحقیق و جستجو کے بعد بیٹھ کر ایک صحیح تاریخ کا تعین کیا۔ اور جتنے بھی ریسرچ کرنے والے بیٹھے تھے کمیشن میں انہوں نے پہلا کام یہ کیا کہ انہوں نے لاہور والوں یا سیالکوٹ والوں سے نہیں پوچھا کہ علامہ کب پیدا ہوئے تھے، علامہ کی صحبت میں بیٹھنے والوں سے نہیں پوچھا۔ کہ علامہ کب پیدا ہوئے تھے؟ اس لئے کہ اگر ان سے پوچھتے تو صحیح تاریخ کا تعین ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ اس لئے کہ دوستوں کی صحبت علامہ سے ولادت کے بعد تھی۔ ولادت کے وقت نہیں تھی۔

ایک زمانے میں جب قائد اعظم محمد علی جناح کی سوانح حیات کے سلسلے میں گورنمنٹ نے توجہ کی۔ اور حکومت نے یہ چاہا کہ بانی پاکستان کی سیرت اور بانی پاکستان کی سوانح کو قلم بند کیا جائے متفقہ طور پر۔ تو باہر سے اسکا لربلائے گئے یعنی یہ بڑی عجیب بات ہے سوانح حیات لکھی جا رہی ہے بانی پاکستان کی اسکا لربلائے جا رہے ہیں باہر سے۔ چونکہ باہر والے مسلمان نہیں تھے اس لئے انہوں نے بھی حقیقت پسندی کا راستہ اختیار

کرتے ہوئے یہ کہا کہ ہم پہلے قائد اعظم کے گھر والوں سے ملیں گے۔

ان سب نے یہ کہا کہ ہم پہلے قائد اعظم کے گھر والوں سے ملیں گے ان کے گھر والے بتائیں گے ان کی سیرت کیا تھی۔ ان کا کردار کیا تھا۔ ان کا آغاز کیا تھا۔ ان کا بچپن کیا تھا۔ ان کا لڑکپن کیا تھا۔ ان کے ماں باپ کون تھے۔ ان کا حسب نسب کیا تھا۔ ان کا خاندان کیا تھا۔ یعنی میٹریل جو اکٹھا کیا باہر کے لوگوں نے بھی انہوں نے بھی عقل کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ آتے ہی وہ حسین امام صاحب سے نہیں ملے۔ پہلے انہوں نے گھر والوں سے رجوع کیا۔ اس لئے کہ اتنی بات تو وہ بھی جانتے ہیں کہ جب بھی کسی کی سیرت لکھی جائے تو پہلے گھر والوں سے پوچھا جاتا ہے ابو ہریرہ سے نہیں پوچھا جاتا۔

آپ نے انداز فرمایا کہ اتنی عقلی بات تو وہ بھی جانتے ہیں کہ جب سیرت لکھنے بیٹھے ہیں کسی شخصیت کی تو اب اس میں اختلاف نہیں ہونا چاہئے۔ لیکن واحد ملت ہے یہ ملت مسلمہ کہ جسے یہ شرف حاصل ہے، واحد ملت ہے یہ امت مرحومہ کہ جسے یہ سعادت حاصل ہے کہ چودہ صدیاں گزر جانے کے باوجود بھی آج تک یہ اپنے نبی کی تاریخ ولادت کا تعین نہیں کر سکی کہ آخر یہ کائنات کا سب سے عظیم انسان کس دن رونق افروز سرزمین ہوا، کب اس نے نزول اجلال فرمایا۔

سیرت کی کتابیں بھر ڈالیں، ہزاروں صفحات کالے کر ڈالے لیکن آج تک یہ ملے نہ ہو سکا۔ کوئی کہتا ہے بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے میں ماننے کے لئے تیار ہوں اس لئے کہ علماء جمہور کا اتفاق ہے مگر میرے لئے مشکل یہ ہوتی ہے کہ میں بارہ ربیع الاول کو ولادت کی خوشی مناؤں یا وفات کا غم میرے لئے بڑی عجیب منزل ہوتی ہے اس لئے کہ پیغمبر کا آنا یقیناً باعث مسرت ہے لیکن جانا تو بہت بڑی قیامت ہے نا۔ کہ ہم اتنی بڑی سعادت سے محروم ہو گئے اتنے بڑے رہبر سے محروم ہو گئے تو مجھے سوچنا پڑتا ہے اگر میں بارہ ربیع الاول کو صحیح تسلیم کر لوں تو پھر مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اس دن خوشی مناؤں یا غم مناؤں کسی نے کہا نہیں ۱۶ ربیع الاول۔

۱۶ تک تو آگئے ایک دن کا فرق رہ گیا ہے آہستہ آہستہ ملت قریب آرہی ہے جیسے جیسے تحقیق کے پردے اٹھ رہے ہیں، ملت نزدیک آتی جا رہی ہے۔ شبلی نعمانی نے کہا نہیں ۹ ربیع الاول یا ۶ ربیع الاول یا ۱۲ ربیع الاول یا ۱۶ ربیع الاول۔ اتنی تاریخیں ماننے کے لئے تیار ہو کہا کہ نہیں ۹ ربیع الاول تو سرکار کی ولادت ہے چلو اسی پر سب متفق ہو جاؤ ہمارے ساتھ جشن مناؤ۔

آئیے اسی پر متفق ہو جائیں۔ کسی ایک تاریخ کا تعین تو ہو جائے۔ کتنی بڑی بد نصیبی ہے کہ بانی پاکستان کی سیرت اور ان کی لائف ہسٹری اور تاریخ ولادت کا تعین تو کیا جاسکتا ہے لیکن بانی اسلام کی سیرت پر اور آپ کی تاریخ ولادت پر جو اختلافات ہیں ان پر توجہ نہیں دی جاتی۔ کتنے بڑے بڑے کمیشن بیٹھے ہیں کیا سارے علمائے پاکستان مل کر جس میں تمام مکاتب فکر کے علماء ہوں بیٹھ کر ایک تاریخ ولادت کا تعین نہیں کر سکتے تاکہ دوسری اقوام کے سامنے ہمیں شرمندگی نہ ہو۔ جب آپ اپنے زیرک ہو گئے ہیں، جب آپ کا دماغ اتنا کمپیوٹر بن گیا ہے، جب آپ اتنے ذہین ہو گئے ہیں، جب آپ چودہ سو برس کے بعد صحابہ کے یوم وفات کا تعین کر سکتے ہیں۔

جب چودہ سو برس کے بعد صحابہ کرام کی یوم وفات کو تلاش کیا جاسکتا ہے اور سب متفق ہیں۔ یعنی جس بات پر جس مسئلہ پر چودہ سو برس کے بعد سارے مسلمان متفق ہو گئے کہ فلاں صاحب کا انتقال فلاں دن ہوا تھا، فلاں صاحب کا انتقال فلاں دن ہوا تھا۔ تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ جس ذات کی وجہ سے یہ سب باعزت ہیں، جس کے صدقے میں سب کو عظیمتیں ملیں تو اس کا تعین ہم کر لیں۔ مل کر بیٹھیں لیکن نہیں۔

شبلی نعمانی یہ تو لکھتے ہیں کہ صادق آل محمدؐ سے امام اعظم کے علم کا مقابلہ کیا؟ مجھے افسوس، شکایت تو اسی بات کی ہے یہ تو لکھتے ہیں کہ ابن تیمیہ کی یہ خیرہ چشمی ہے کہ وہ علم صادقؐ سے علم ثابت (نعمان بن ثابت) کا مقابلہ کرتے ہیں اور انکار کرتے ہیں کہ زانوئے ادب تہہ نہیں کیا (امام صادقؐ کے سامنے امام اعظم نے) ابن تیمیہ نے انکار کیا

صرف اور صرف واحد انکار باقی تمام سیرت نگار متفق ہیں لیکن شبلی یہ تو لکھتے ہیں کہ امام اعظم کے علم کا امام صادقؐ کے علم سے کوئی تقابل نہیں اس لئے کہ امام اعظم کا علم در بدر کا علم ہے اور امام صادقؐ کا علم سینہ کا علم ہے جو ایک معصوم سینہ سے دوسرے معصوم سینے کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

جب آپ نے یہ تسلیم کر لیا کہ کوئی تقابل نہیں ہے امام اعظم اور امام صادقؐ کا تو ظاہر ہے اسی علم کا نتیجہ تو فقہ ہے نا۔ علم کو مانتے ہیں فقہ کو نہیں مانتے۔ بھئی اگر علم افضل ہے تو فقہ بھی افضل ہوگی۔ لیکن نہیں اتنی بات تو مانی جاتی ہے مگر جب فقہ کے اصول مرتب کرنے بیٹھیں گے تو کہیں گے کہ اصول دین تو جناب اشعری سے ہم نے لئے۔ فروع دین ائمہ اربعہ سے ہم نے لئے۔

بڑی توجہ! لیکن یہ بات بھی تو بڑی عجیب ہے کہ فروع و مذہب میں ائمہ اربعہ نے اصول لئے جناب اشعری سے۔ اشعری پیدا ہوئے ۲۷۰ھ میں یعنی دو سو ستر برس تک تو مذہب کے اصول بھی مرتب نہیں ہوئے تھے اور امام اعظم پیدا ہوئے ۸۰ھ میں جن سے فروع و مذہب لئے گئے۔ یعنی فروع لئے گئے امام اعظم سے۔ اصول لئے گئے جناب اشعری سے۔ اشعری آئے ۲۷۰ھ میں امام اعظم آئے ۸۰ھ میں۔ اصول بعد میں آئے فروع پہلے آئے۔

دنیا کا کوئی مذہب ایسا ہے جس کے اصول بعد میں آئے ہوں اور فروع پہلے۔ اصل تو بنیاد کو کہتے ہیں ناجز کو۔ اصل بعد میں۔ کوئی درخت آپ نے دیکھا ہے جس کی پہلے شاخ نکلے پھر جڑ ہو۔ کوئی ہے ایسا درخت دنیا میں؟ یعنی ۲۷۰ھ تک بغیر جڑ کے مذہب چلتا رہا فروع و مذہب چلتا رہا کہ اصول بعد میں آئے فروع پہلے آئے۔

تو جب یہ فروع آئے تو کس جڑ پر قائم تھے؟ اور جب قائم نہیں تھے تو پھر استحقاق کیسے میسر آیا۔ جبکہ ہم اس مذہب کے ماننے والے ہیں کہ ہمارے جس دن اصول آئے

کہتے رہے ہم حق دار ہیں انصار کہتے رہے ہم حق دار ہیں۔ اور یہ جھگڑا تین دن تک تو متفق ہے تاریخ میں۔ تین دن تک تو فیصلہ نہیں ہو سکا خلافت کا۔ تیسرے دن جاکر مسئلہ طے ہوا۔ اس سے ہمیں بحث نہیں ہے لیکن اس پر تو سب متفق ہیں کہ تین دن تک فیصلہ نہیں ہوا پیغمبرؐ کے بعد تو فاصلہ رہا۔ تین دن تک جب فیصلہ نہیں ہوا تو فاصلہ رہا۔ تین دن ہی تک سہی۔ ہم تو بلا فصل کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ تین دن تو بڑی چیز ہے جہاں تین گھنٹے کا فاصلہ نہ ہو، جہاں تین لمحے کا فاصلہ نہ ہو۔

علیؑ کو جب ہم بلا فصل کہتے ہیں، نمبروں کے حساب سے نہیں کہتے۔ جہاں چشم زدن کا فاصلہ نہ ہو۔ پلک جھپکانے کا فاصلہ نہ ہو۔ نبوت اور نیابت میں۔ یہاں تو تین دن کا فاصلہ ہے میں نے بتایا نا۔ میں بلا فصل کے معنی سمجھا رہا ہوں۔ جیسے قرآن نے کہا ”کن فیکون“ یہ ذرا علمی اصطلاح استعمال کی ہے سمجھانے کے لئے کہ ادھر اس نے کہا کسی چیز کے لئے کہ ہو جا تو وہ ہو گئی تو اس کے ”ارادے“ میں اور شئی کے ”ہونے“ میں کوئی فاصلہ نہیں ہے۔

بلا فصل کے معنی یہ کہ ادھر ارادہ ہو اور وہ شے وجود میں آ جائے، ادھر اشارہ ہوا انگلی کا ادھر آفتاب پلنا۔ ادھر اشارہ ہو اور چاند شق ہو۔ تو اگر اشارہ ہونے اور چاند شق ہونے میں فاصلہ ہو گیا تو اطاعت کیسی؟ نہیں ادھر اشارہ شیر قالین کو ہوا مخالف کے دربار میں تو اب شیر کو بننے میں دیر نہیں ہونا چاہئے کہ دم کب بنے اور پنچے کب بنیں اور ہڈیاں کب بنیں اور جڑا کب بنے۔ نہیں ادھر اشارہ کیا۔ اٹھ اور نکل جا۔ یہ نہیں کہا کہ مجسم ہو۔

اقتدار امام اور کیا ہے ”کل شیء احصینا فی امام مبین“ ہر شے کا احصاء ہے امام مبین میں۔ کوئی شئی دائرہ اقتدار امامت سے باہر نہیں ہے تو ہم ایسے امام کو مانتے ہیں کہ یہ نہیں کہا امام نے کہ ہو جا، بن جا۔ نہیں اٹھ اور نکل جا اور یہ بھی نہیں بتایا کہ کسے نکل جا۔

بڑی توجہ خدا کی قسم۔ یعنی تاریخ دانوں نے یہ لکھا کہ مولانا نے یہ نہیں بتایا کہ کسے

ای دن فروغ آئے۔ باقی جتنے مذاہب ہیں ان کا فاصلہ ہے پیغمبرؐ سے۔ لیکن ہمارے اصول بھی بلا فصل آئے ہیں اور فروغ بھی بلا فصل آئے ہیں۔ دیکھئے درمیان میں کوئی گپ نہیں ہے ہمارے یہاں۔ یہ تو دنیا کی زبردستی ہے یا دھاندلی ہے۔

آپؐ تو غلط فہمی میں مبتلا ہیں اب تو دنیا نے بھی کہنا شروع کر دیا ہے خلیفہ، بلا فصل۔ چلو اس لفظ کو اپنانے کے عادی تو ہوئے۔ کسی کے لئے سہی! استعمال تو کیا، ورنہ اس سے پہلے تو یہ لفظ ہی بدعت تھا۔ آہستہ آہستہ ہماری ساری بدعتیں سنت بنتی چلی جا رہی ہیں جیسے علم ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ آپؐ دیکھئے کہ گزشتہ تین سال پہلے جلسے ہوتے تھے، یوم وفات کے۔ گزشتہ سال اور پروموشن ہوا، محفل ہوئی وفات کی، اب کے عشرہ ہو گیا۔ آئندہ مجلس ہو جائے گی، پرسوں ماتم ہو جائے گا، آئے گی دنیا..... انعرہ حیدری۔

آہستہ آہستہ دنیا ہماری فکر کی تائید تو کر رہی ہے نا۔ جب عشرے تک آگے تو ماتم تک بھی آئیں گے۔ تابوت بھی نکلے گا۔ نکالنے نکالنے تسلیم تو کریں کہ جہاں ہم چودہ سو برس پہلے پہنچ گئے تھے وہاں آپؐ کی عقل چودہ سو برس بعد پہنچی ہے۔ آہستہ آہستہ دنیا ہماری فکر کی تائید کرتی چلی جا رہی ہے۔ تو آپؐ دیکھئے کہ بلا فصل بھی ہوا حالانکہ ہم نے چودہ سو برس پہلے اپنایا تھا اس لفظ کو۔ لیکن آپؐ نے اب اپنایا۔ ٹھیک ہے اپنا تو لیا۔

لیکن لفظ کے معنی آپؐ نے سمجھے، خلیفہ بلا فصل کا مطلب یہ نہیں ہے ہمارے نزدیک کہ نمبر کے حساب سے پہلا یہ بالکل معنی نہیں ہیں بلا فصل کے۔ بلا فصل کے معنی یہ ہیں کہ جہاں نہ زمان کا فاصلہ ہو نہ مکان کا فاصلہ ہو نہ خاندان کا فاصلہ ہو نہ حسب کا فاصلہ ہو نہ نسب کا فاصلہ ہو۔ دیکھئے ہمارے نوجوان دوست بھی سمجھ جائیں کہ بلا فصل کے مذہبی اور شرعی معنی کیا ہیں۔

نمبر کے حساب سے ہم بلا فصل علیؑ کو نہیں مانتے۔ لیکن ثابت کرتے ہیں کہ صرف علیؑ ہی بلا فصل ہیں۔ اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا صرف علیؑ ہیں۔ اس لئے کہ تمام مسلمانوں کی تاریخیں متفق ہیں کہ پیغمبرؐ اسلام کی وفات کے بعد مہاجر و انصار کا جھگڑا تو رہا نا۔ مہاجر

اور سمجھانے کی مہلت ہی امت کو نہیں دی۔ آپ چاہے معنی غلام کریں یا فقیر کریں ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ لکھ دیں آپ۔ لکھیں ضرور لکھیں کہ مولا کے معنی فقیر مگر حدیث ضرور سامنے رہے گی۔ ”جس کا میں مولا۔“ کیا چاہتے ہیں رسول کو لکھنا جس کا میں فقیر، معاذ اللہ خاکم بہ دھن اس کا علی فقیر۔ توجہ !

تو میں جو عرض کر رہا تھا آپ سے کہ ملت سارے افکار حقہ کو مختلف عناوین کے تحت تسلیم کرتی چلی جا رہی ہے۔ اور ملت اب اتنی محقق ہو گئی ہے کہ چودہ برس کے ٹوٹے ہوئے سلسلے سے بھی یوم وفات نکال لیتی ہے۔

تو آخر سیرت النبی لکھنے والے ایک واحد تاریخ پر متفق کیوں نہیں ہو جاتے دنیا کو تماشہ کیوں دکھایا جاتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ ایک ہی تاریخ پر متفق ہو جائیں میں یہ نہیں کہتا کہ سترہ ربیع الاول ہی مانو اس لئے کہ ہمارے یہاں زبردستی نہیں ہے ہمارے یہاں تو درد ہے احترام رسالت کا۔

ہم تو چاہتے ہیں کہ مقام نبوت اپنی پوری تابانیوں کے ساتھ افق عالم کو اپنے گھیرے میں لے۔

ہم تو چاہتے ہیں کہ ملت مسلمہ جہاں بھی گفتگو کرے سر اٹھا کر گفتگو کرے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اقوام متحدہ کی اسمبلی میں اگر ملت مسلمہ جنگ کے موضوع پر گفتگو کرے تو اس کے پاس ایسا ہیرو ہونا چاہئے جو کسی میدان سے بھاگا نہیں۔

ہم چاہتے ہیں کہ اگر اقوام متحدہ کے علمی ادارے یونیسکو کے زیر اہتمام علمی ریسرچ کے سلسلے میں ملت مسلمہ کو نمائندہ کرنا پڑے تو وہ فخر کے ساتھ کہہ سکے کہ صرف اور صرف ہمارے پاس وہ ہے کہ جس نے سلونی کا دعویٰ کیا اور کسی قوم اور مذہب کے پاس دعویٰ سلونی کرنے والا ہیرو نہیں ہے، ایسا کوئی اسکالر نہیں ہے۔ ہمارا مدعا صرف یہ ہے کہ جہاں بھی گفتگو ہوا حساس فخر کے ساتھ ہو لیکن پہلی ہی شرمندگی یہاں ہو جائے گی اگر کوئی پوچھ لے کہ جناب آپ کے پیغمبر پیدا کب ہوئے تھے؟ ایک تو کہے گا ۱۲ رو، دوسرا کہے گا ۹ رو،

نگل جا حالانکہ جانور تو جانور ہوتا ہے شعور تو نہیں رکھتا۔ اور بھرے دربار میں شیر بنا تھا۔ اور بھی تو بیٹھے تھے۔ کسی پر بھی حملہ کر دیتا اسے کیا پتا کہ مطلوب امام کیا ہے۔ مگر جانور ہے انسان نہیں کہ پہچان نہ سکے وہ جانور ہے وہ پہچانتا ہے کہ مقصد امام کیا ہے۔ صلوٰۃ۔

یہ ہے بلا فصل کے معنی کہ ادھر اشارہ ہو اور ادھر وہ شے وجود میں آجائے تو ہم جو مولا کو بلا فصل مانتے ہیں وہ نمبروں کی وجہ سے نہیں کہ کب آئے کر سٹی اقتدار پر نہیں بلکہ ادھر اس نے ارادہ کیا کہ ”مکن فیکون“۔ تو سوائے علی کے یہاں فاصلہ نہیں ہے۔ من کنت مولا فہذا علی مولا یہ ہیں بلا فصل کے معنی۔

من کنت مولا فہذا علی مولا اب جس جس کا میں مولا ہوں اس کے یہ علی مولا ہیں۔ فاصلہ کوئی نہیں۔ جب سے میں مولا تب سے یہ علی مولا ہے۔ یہ ہے بلا فصل کا مفہوم ہمارے یہاں کہ جب سے میں مولا تب سے علی مولا۔ جب تک میں مولا تب تک علی مولا۔ جس معنی میں، میں مولا اس معنی میں علی مولا۔

عبث در معنی من کنت مولا ی روی ہر سو

علیؑ مولیٰ بایں معنی کہ پیغمبرؐ بود مولیٰ

مولیٰ کے معنی میں بحث کیوں چھیڑتے ہو لغت کیوں نہیں دیکھتے ہو۔ علیؑ اسی معنی میں مولیٰ ہے جس معنی میں پیغمبرؐ مولیٰ ہے۔

اگر پیغمبرؐ اسلام نے علیؑ کو مولیٰ بمعنی اولیٰ بالتصرف نہیں بنایا تھا تو آخر یہ صاحبان لغت کے قلم اتنی تیزی سے لفظ مولیٰ پر چلے کیوں؟ یہ ایک مولا کے پچاس معنی کیوں لکھ دئے گئے؟ مولا کے معنی غلام، مولا کے معنی فقیر، مولا کے معنی دوست، مولا کے معنی ہمسایہ، مولا کے معنی سرپرست، مولا کے معنی ساتھ چلنے والا، مولا کے معنی رہبر، یہ اتنے معنی تلاش کیوں کئے گئے؟

یہ اتنے معنی تلاش کرنا یہ بتانا ہے کہ کہیں کچھ ہے۔ کہیں مولا جھپتا ہے۔ اس لئے گھما پھرا کر اسے اپنی مرضی تک لانا چاہتے ہیں لیکن پیغمبرؐ اسلام نے تو مولا کے معنی سمجھنے

تیسرا کہے گا کہ، چوتھا کہے گا ۱۴ کو، پانچواں کہے گا ۱۷ کو۔

تو مسئلہ یہ ہوگا کہ اختلاف ہو جائے گا اور اختلاف مضحکہ کا باعث بنے گا تو آئیے اپنوں سے نہیں غیر مسلموں سے سبق حاصل کرتے ہوئے اگر وہ لائف ہسٹری لکھتے ہوئے قائد اعظم کے گھر والوں سے پہلے پوچھتے ہیں ہماری تاریخ تو ہم اصرار کیوں کرتے ہیں پیغمبر اسلام کی تاریخ ولادت پر کہ جو ہم نے بتائی ہے وہی صحیح ہے اور ہم پھر کہتے ہیں کہ جو ہم نے بتائی ہے وہ ہی صحیح ہے اس لئے کہ کسی صحیح میں نہیں لکھی ہے۔

۱۷ ربیع الاول ہی صحیح ہے میں بتا رہا ہوں کہ صحیح۔ آپ کی صحیح، صحیح ہو یا نہ ہو، لیکن صحیح وہی ہے، جو ہم کہہ رہے ہیں اور ہم ثابت کریں گے کہ صحیح وہی ہے جو ہم کہہ رہے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کا تو تعلق ہی نہیں آپ کو تو نہ تاریخ ولادت بیان کرنے کا حق ہے، نہ تاریخ وفات بیان کرنے کا۔ قربان ہو جاؤں اس مذہب پر اور اس مذہب کی حقانیت پر۔ میں کہہ رہا ہوں ہمارے علاوہ کسی کو حق نہیں پہنچتا۔

نہ ابن ہشام کو حق پہنچتا ہے، نہ شبلی نعمانی کو حق پہنچتا ہے، نہ ابو ہریرہ کو حق پہنچتا ہے، نہ مسعودی کو حق پہنچتا ہے، نہ ابن عباس کو حق پہنچتا ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ نہ ائمہ اربعہ کو حق پہنچتا ہے، نہ مولانا مودودی کو حق پہنچتا ہے، نہ مفتی محمود کو پہنچتا ہے۔ کسی کو حق نہیں پہنچتا، کوئی تعین کر ہی نہیں سکتا ہمارے علاوہ کہ پیغمبر اسلام کی تاریخ ولادت کب ہے اور تاریخ وفات کب ہے اس لئے کہ آپ کو بیان کرنے کا حق ہی نہیں ہے اس لئے کہ آپ کا نہ ولادت پیغمبر سے کوئی تعلق ہے نہ وفات پیغمبر سے کوئی تعلق ہے۔

اس لئے کہ جب پیغمبر پیدا ہوئے تو آپ سب کافر تھے جب پیغمبر کی وفات ہوئی آپ سب غیر حاضر تھے۔ توجہ! گفتگو پوری تحقیق کے ساتھ آگے بڑھے گی کوئی بات نہ ہلکی ہوگی نہ بغیر کسی منطقی دلیل کے۔ آپ کا کوئی تعلق نہیں ہے اس لئے کہ نہ ولادت کے وقت آپ موجود تھے نہ وفات کے وقت اتفاق سے آپ موجود تھے تو پھر کس کا حق ہے

تاریخ ولادت اور تاریخ وفات بیان کرنے کا؟

تاریخ ولادت وہ بتائے گا، جس کے گھر میں پیدا ہوا ہو جس کی گود میں آیا ہو۔ یعنی یہ تاریخ کی اچھی دھاندلی ہے کہ بچہ تو میرے گھر میں پیدا ہوا اور تاریخ آپ بتائیں؟! کہیں دنیا میں ایسی مثال ہے؟ بھی جب میرا بچہ ہے میرے گھر پیدا ہوا آپ پوچھنے لگے محلے والوں سے جا کر! تو غلط بات ہے نا! بچہ میرا تاریخ بتا رہے ہیں محلے والے اور وہ بتا رہے ہیں جو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔

بڑی تاریخ نے دھاندلی کی خدا کی قسم! جب میرا بچہ پیدا ہوا۔ توجہ ہے نا بیٹا میرا، اولاد میری ہے مجھ سے پوچھنا چاہئے کہ کب پیدا ہوا لیکن نہیں مجھ سے نہیں پوچھیں گے۔ تو تاریخ ولادت تو وہی بتائیں گے نا بھائی جن کا بیٹا ہے جن کی اولاد ہے جن کے گھر میں پیدا ہوا۔ وہی بتائیں گے اور کسی کو بتانے کا حق ہی نہیں پہنچتا۔ یا عبدالمطلب بتائیں لے یا ابوطالب بتائیں گے۔ تاریخ ولادت، تاریخ وفات اگر پوچھا ہے تو ابوطالب کا بیٹا بتائے گا جس کے زانو پر رسول کی روح نکلی۔

تاریخ ولادت اگر پوچھا ہے تو ابوطالب سے پوچھو اور چونکہ ہم نے ابوطالب سے پوچھی ہے اس لئے ہماری صحیح ہے۔ آپ تو پوچھ نہیں سکتے آپ ابوطالب سے نہیں آپ تو ابو ہریرہ سے پوچھیں گے اور ہم نے بھی قسم کھا رکھی ہے کہ ہم بھی ابو ہریرہ سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔ ہم نہیں پوچھیں گے ان سے، ان سے تو اللہ پوچھے گا ہمیشہ کے لئے۔ تاریخ ولادت ابوطالب کا بیٹا بتائے گا۔

تو سترہ ربیع الاول اگر ہم کہتے ہیں تو ہم نے پیغمبر اسلام کے آباء و اجداد سے پوچھا ہے۔ پوچھا اس لئے ہے کہ انہیں مانتے ہیں۔ ماننے والوں کو پوچھنے کا بھی حق ہے، نہ ماننے والوں کو پوچھنے کا بھی حق نہیں ہے۔ تو اب تاریخ ولادت اور تاریخ وفات پیغمبر ابوطالب اور ان کے بیٹے سے پوچھو۔ جب یہ تعین کر دیں تو اب سیرت کی کتاب لکھنا شروع کرو اور جب یوں چلو گے، جب دلالت کی تاریخ بھی معلوم ہو جائے گی کہ کس کو

جب علیؑ ہیں تو پھر کسی کا فیصلہ نہیں چلے گا اور اللہ سلامت رکھے ہمارے گورنر صاحب کو انہوں نے بھی فیصلہ دے دیا کہ ہدایت لومولا کے اس خط سے۔

ہمارے گورنر صاحب نے کہا کہ علیؑ کا خط جو آئین ہے، ضابطہ حیات ہے اعلیٰ افسروں کے لیے اسے نظیر بنایا جائے، اسے ہدایت بنایا جائے۔ حکومت چلتی ہے اس خط کے ذریعے سے یعنی یہ کس کے خط کو نظیر بنایا جا رہا ہے؟ اس حاکم کے خط کو جس حاکم پر الزام یہ ہے کہ ان کی حکومت تو خانہ جنگی کی حکومت تھی، وہاں تو کوئی سکون ہی نہیں مل سکا، توجہ ہی نہیں دے سکے کہ انتظام حکومت کیسے چلنا چاہیے۔ چودہ سو برس کے بعد اس فکر کو تسلیم کیا نازمانے نے علیؑ کے خط سے رہنمائی حاصل کرنے کے بعد۔

علیؑ نے بتایا ہے کہ حاکم اور رعایا کے اصول کیا ہونے چاہئیں، حاکم کون ہونا چاہیے، حاکم کا رعایا کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیے، حاکم کا رعایا سے میل جول کیا ہونا چاہیے، حاکم کا طریقہ کیا ہونا چاہیے۔ کہا ہے مالک اشتر کو: دیکھو خواص کی خوشامد کو پسند مت کرو، عوام سے ملو اس لیے کہ خواص کو جیسے تم اپنے قریب لاؤ گے تو عوام اپنے حق سے محروم ہو جائیں گے۔ اس لیے کہ خواص تمہیں عوام کے حقوق کا غاصب بنانے پر آمادہ کریں گے اور جب عوام کے حقوق پر ڈاکہ ڈالا جائے گا تو عوام میں اشتعال پھیلے گا جب اشتعال پھیلے گا۔ تو تمہارے خلاف بغاوت ہوگی۔ جب بغاوت ہوگی، تو منافرت ہوگی، جب منافرت ہوگی تو بدامنی ہوگی بدامنی ہوگی تو تخت اٹلے گا۔

ہے کوئی جو حقوق العباد پر اتنی گفتگو کرے خواص کی طرف توجہ مت دو، عوام کو قریب کرو۔ اپنے دروازے ہر ایک کے لیے کھلے رکھو، جو عوام کھاتے ہیں وہ کھاؤ، کون ہے جو اس پر عمل کرے؟ میں یہی عرض کر رہا تھا آپ کے سامنے کہ حقائق تو اپنے آپ کو تسلیم کراتے ہیں۔

ہم بہت شکر گزار ہیں اپنے گورنر صاحب کے کہ انہوں نے ایک نیک عمل کی ابتدا تو کی اب اس پر کوئی عمل کرے یا نہ کرے لیکن وہ نیکی تو لکھی گئی نا ان کے کھاتے میں اور

بتانے کا حق ہے تو بعثت کا مقصد بھی سمجھ میں آجائے گا کہ آخر پیغمبر کیوں مبعوث بہ رسالت ہوئے تھے۔

کیا صرف کلمہ پڑھانے کے لئے آئے تھے یا صرف رضی اللہ بنانے کے لئے آئے تھے؟ نہیں پیغمبر صرف مسلمان بنانے کے لئے نہیں آئے پیغمبر مسلمان بنانے کے لئے آئے تھے، ابوذرؓ بنانے کے لئے آئے تھے۔

آپؐ نے معیار صرف یہ مقرر فرمایا کہ علیؑ اور اولاد علیؑ سے کچھ نہیں پوچھیں گے۔ مروان سے پوچھ لیں گے، حصین ابن نمیر سے پوچھ لیں گے، ابن ملجم سے روایت لے لیں گے لیکن علیؑ سے نہیں پوچھیں گے۔ نہ پوچھئے۔ ہر وقت نہ پوچھیں گے تو وقت پڑنے پر تو پوچھیں گے یعنی آپؐ کم از کم بعد میں آنے والے لوگوں کو فاروق اعظمؓ ہی کی سیرت پر عمل کرنا چاہئے تھا۔ میں نے کہا تھا کہ جب ہم مانتے ہیں آل محمدؐ کو تو ان کی تعلیمات پر عمل بھی کرتے ہیں۔ آپؐ فاروق اعظمؓ کو مانتے بھی ہیں اور ان کی بات بھی نہیں مانتے۔ جب فاروق اعظمؓ واضح طور پر کہہ گئے تھے کہ اگر علیؑ تم نہ ہوتے یعنی فاروق اعظمؓ زندگی کا راستہ بتا گئے تھے کہ اگر ہلاکت سے بچنا چاہو تو علیؑ سے پوچھو۔ نہیں نہیں بات یوں نہیں بھی فاروق اعظمؓ نے اپنے دور حکومت میں جتنے بھی مسائل فقہی دریافت کئے وہ علیؑ سے دریافت کئے اور کوئی راوی نہیں ثابت کر سکتا کہ کسی اور سے پوچھے ہوں سوائے علیؑ کے تو فقہی مسائل پوچھے نا تو علیؑ نے فقہ کی رو سے جواب دیا نا!

میں کیسے سمجھاؤں علیؑ نے جو بھی مسئلہ بتایا وہ فقہ سے بتایا نا اور اس پر حضرت فاروق اعظمؓ نے بعد خلوص قلب عمل بھی کیا۔ اسی کو مانا، اسی کو مانا نا۔ تو سمجھو کس کو مانا میرے بھائی تو جو علیؑ نے مسئلہ بتایا اس پر عمل کیا گیا۔

آپؐ فاروق اعظمؓ کی سیرت پر عمل کرتے ہیں نا تو انہوں نے حکم دے دیا تھا کہ خبردار جب علیؑ مسجد میں بیٹھے ہوں تو کوئی فتویٰ دینے کی کوشش نہ کرے۔ جب علیؑ مسجد میں بیٹھے ہوں تو کوئی فتویٰ نہ دے کوئی فیصلہ نہ دے آپؐ اعتراض کیوں کرتے ہیں؟ تو

جہاں بھی کہیں اگر کسی حاکم نے اس پر عمل کر لیا تو یہ نیکی اسی کے کھاتے میں نہیں بلکہ ادھر بھی جائے گی جس نے اس خط پر عمل کرانے کی طرف توجہ دلائی۔ تو ابوطالب اور ابوطالب کے بیٹے سے پہلے رسول اسلام کی تاریخ ولادت و وفات معلوم کی جائے تب اس کے بعد مقاصد بعثت پر گفتگو کی جائے اور اگر بعثت کا مقصد سمجھ میں آ گیا تو پھر نیابت کا مقام بھی سمجھ میں آ جائے گا۔ عرصے سے بعثت کے مقصد کو سمجھا نہیں گیا اس لیے نائب کو بھی سمجھ نہیں سکے کہ نائب کون ہونا چاہیے اور جب بعثت سمجھ میں آئی تو نیابت بھی سمجھ میں آ جائے گی۔ صلوات۔

میں کل کی بات سناؤں آپ کو کہ کل کسی نئے نئے دولت مند نے کہا ہے کہ ایرانیان ہال کی منہ بولی قیمت لے لو خالی کر دو، یہاں ہم کمرشل ایریا بنائیں گے۔ بتائیے انقلاب نہیں ہے تو کیا ہے۔ تین سو روپے کی اونٹنی نو سو روپے بلیک میں پیغیر کو فروخت کرنے والے خدیجہ الکبریٰ کی دولت کے صدقے میں جن فقیروں کے پیٹ بھرے، علیؑ کی ذوالفقار کے صدقے میں جنہیں پیٹ بھر کر کھجوریں ملیں وہ کہتے ہیں کہ جتنی چاہو قیمت لے لو اور ایرانیان ہال دیدو یعنی علیؑ کی ذوالفقار کے صدقے میں جنگ خیر میں جنہیں ایک ایک قطار سونا ملا ہو، ایک ایک اونٹ کی کھال کے برابر سونا ایک ایک سپاہی کے حصے میں آیا تھا اور جناب ام المومنین حضرت عائشہ کا یہ قول ہے کہ علیؑ تیری فتح کے بعد تو ہمیں پیٹ بھر کر کھجوریں ملیں۔

یعنی نصیب نہیں تھیں کھجوروں کے ملک میں۔

غربت اور فقری دیکھی آپ نے۔ جیسے سمندر کے نزدیک پانی نہ ملے۔

کھجوریں تو تھیں عرب میں وہ بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتیں تھیں۔ تب ہی تو ہم کہتے ہیں کہ سارے افسانے ہیں یہ خرید دیا وہ خرید دیا یہ قیامت برپا کی۔ بھی تمہیں کھجوریں پیٹ بھر ملتی نہیں تھیں دعا دو فاطمہؑ کی ماں کو، دعا دو فاطمہؑ کے شوہر کی ذوالفقار کو جن کی تلوار کے صدقے میں آج انقلاب یہ آ گیا کہ وہ ایرانیان ہال خریدنا چاہتے ہیں منہ بولی قیمت

پر اور اس کو ایرانیان ہال کہہ رہے ہیں۔

میں غلط فہمی دور کر دوں کہ وہ ایرانیان ہال نہیں ہے۔ وہ امام بارگاہ حسینیہ ایرانیان ہے۔ ہال وال شاید آپ خرید سکیں لیکن حسینیہ ایرانیان کی امام بارگاہ کو خریدا ہی نہیں جاسکتا۔ آپ کے پاس ابھی اتنی دولت نہیں آئی کہ آپ امام کی بارگاہ کو خرید سکیں ہاں ہم یہ مطالبہ کر سکتے ہیں اس کے جواب میں کہ پاکستان میں جتنی مسجدیں ہیں ہم ان کو مولویوں سمیت خریدنے کے لیے تیار ہیں۔ کراچی سے لے کر خیبر تک ساری مسجدیں بغیر مولویوں کے بغیر نمازیوں کے منہ بولی قیمت لگاؤ ہم منبر سے نہیں اُتریں گے منہ بولی قیمت لگاؤ میں منبر سے نہیں اُتریں گے۔ قیمت مقرر کرو۔ ہم سے بڑے خریدار تم کب سے بن گئے قیامت نہیں تو اور کیا ہے۔

فقیر بھی خریدار بن گئے، گداگر بھی سوداگر بن گئے۔ خریدنا ہماری عادت ہے تم ہم سے کیا خریدو گے ہم تو اگر ایک رات سو جائیں تو اللہ کی مرضی خرید لیتے ہیں۔ ہم امن وامان چاہتے ہیں۔ ایسی باتیں نہ کریں آپ کو کیا پتہ کہ خرید کیا ہوتی ہے اور فروخت کیا ہوتی ہے۔ آپ کیا جانیں ہم نے بیچا بھی ہے ہم نے خرید بھی ہے نفس بیچا ہے رضا خریدی ہے

”ومن الناس من يشرى نفسه ابتغاء مرضات الله“ (سورہ بقرہ آیت ۲۰)

زمانہ اپنی حیثیت کا جائزہ لیا کرے۔ بات کہنے سے پہلے ”تولا“ کرو اپنا وزن کیا کرو۔ کبھی اپنے قدم سے اونچی باتیں مت کیا کرو۔ مانا کہ تم بہت غدار ہو۔ بات بھی کرو تو ماضی کو دیکھ کر کیا کرو۔ ہم نے عمارتوں کے سودے نہیں کیے ہم نے سروں کے سودے کیے۔ عالم ارواح میں جب پوچھا گیا سب کو اکٹھا کر کے کون ہے جو یہ بار شہادت اٹھائے سب کی گردنیں جھک گئیں ایک شہید اعظم تھا فاطمہؑ کا لال جس نے بڑھ کے کہا: پروردگار کائنات کو خلق کر دے بار شہادت کو میں اٹھاتا ہوں۔

حسینؑ بڑی بھاری قیمت ادا کرنی پڑے گی۔

پروردگار منظور ہے۔ میرے مالک، پروردگار تو حکم کر میں حاضر ہوں میرا سر تسلیم خم

ہے۔

حسین مدینہ چھوڑنا ہوگا۔ مالک منظور۔

کہا: ماں کی قبر چھوڑنا پڑے گی۔ کہا: منظور۔

کہا: نانا کے روضے سے جدا ہونا پڑے گا۔ کہا: مالک منظور۔

کہا: بیمار بیٹی کو تنہا گھر پر چھوڑنا ہوگا۔

کہا: مالک منظور۔

حسین کی منظوری دیکھو کہاں تک گئی ہے، کہیں انکار نہیں ہے۔

کہا: حسین ملکہ آنا ہوگا۔

کہا: پروردگار منظور۔

کہا: حج سے ایک دن پہلے ملکہ چھوڑنا پڑے گا۔

کہا: منظور۔

کہا: کربلا کے جنگل میں آنا پڑے گا۔ حسین نے کہا: منظور۔

کہا: دریا سے خیمے نہیں گئے۔ کہا: منظور۔

کہا: سات محرم سے پانی بند ہو جائے گا۔ کہا: پروردگار منظور۔

کہا: دس محرم کو قربانیاں دینا ہوں گی۔ کہا: منظور۔

کہا: بچپن کے ساتھی حبیب ابن مظاہر کا لاشہ دیکھنا ہوگا۔ کہا: مالک منظور۔

کہا: انصار کے بعد اعضاء کی قربانی دینا ہوگی۔ کہا: پروردگار منظور۔

بہت غور سے سننا حسین کی مجبوریاں!

آواز آئی: حسین بھانجوں کے لاشے لانا پڑیں گے۔ کہا: پروردگار منظور۔

کہا: بھتیجے کا پامال لاشہ عبا کے دامن میں ڈال کر گھری بنا کر بیوہ ماں تک لانا ہوگا۔

کہا: پروردگار منظور۔

ہمارا سلام حسین کی مجبوری پر۔ جملہ سنو گے؟ کہا: برابر کے بھائی کے کٹے ہوئے

بازوؤں کو دیکھنا ہوگا۔ کہا: پروردگار منظور، میرے مالک منظور، ایک مرتبہ آواز قدرت آئی:

حسین جوان بیٹے کے سینے سے برچھی کا پھل کھینچنا ہوگا۔ کہا: مالک منظور، کہا: تڑپتا ہوا کلیجہ نکل آئے گا۔ کہا: مالک منظور۔

کہا: بوڑھے کاندھوں پر جوان بیٹے کی میت اٹھانا ہوگی۔ کہا: مالک منظور، مجھے منظور ہے مالک! کہا: جھولے سے ششما ہے کولانا ہوگا۔ کہا: منظور۔

کہا: بچہ گلے پر تیر کھائے گا۔ کہا: مالک میری ذمہ داری۔

کہا: چھوٹی سی قبر بنانی ہوگی۔ کہا: مالک منظور۔

کہا: سارے خاندان کو زینب کے حوالے کرنا ہوگا۔ کہا: پروردگار منظور۔ اپنا سر

سجدہ خالق میں کٹانا ہوگا۔ کہا: مالک منظور۔

کہا: تیرا سر نوک نیزہ پر جائے گا۔ کہا: مالک منظور۔ کہا: خیموں میں آگ لگے

گی۔ کہا: منظور۔

کہا: سیکڑہ طمانچے کھائے گی۔ پروردگار منظور۔

کہا: بچی کے کان زخمی ہوں گے۔ کہا: مالک منظور۔

ایک مرتبہ آواز آئی: حسین بہن کی چادر قربان کرنا ہوگی، بہن بے پردہ ہوگی، ابھی

تک جو حسین منظور، منظور کہتا چلا آ رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے لیے میرے مولا خاموش ہو گئے،

بہن کی چادر کا سوال آ گیا نا، حسین جب خاموش ہوئے گردن جھکا ئی ابھی منظور کہنا ہی

چاہتے تھے کہ ایک مرتبہ عالم ارواح میں سید سجاد کی آواز گونجی بابا چپ کیوں ہو گئے یہ بار

میں اٹھاؤں گا آپ کی منزل شہادت نوک نیزہ تک ہے اس کے بعد سید سجاد جانے اور

سیدانیوں کی بے ردا ئی جانے۔

ہاں عزا دارو! اب سید سجاد ہے اور بے پردہ بی بیایا ہیں۔ میں نے کل مصائب

یہاں چھوڑے تھے کہ جناب سیکڑہ کے بندے چھنے، طمانچے لگے۔ مصطفیٰ زیدی کے شعر کو

ذرا سی تبدیلی کے ساتھ میں پڑھ رہا ہوں۔

جو ہاتھ بچی پر اٹھا وہ ہاتھ اک کردار تھا
عارض سکینہ کے نہ تھے قرآن کا رخسار تھا

کل میں نے مصائب یہاں چھوڑے خیمے جل گئے بی بی سید سجاد کو لے آئی ساری
رات جلی ہوئی قتات کا سپرہ دیتی رہی۔ علی کی بیٹی زینب ساری رات عباس بن گئی۔
آدھی رات کو جب بابا آیا تو اس وقت لپٹ کر کہا ہے کہ ابا اب آئے ہو، بابا جب سب
کچھ لٹ گیا اب آئے ہو۔ مجھے شاہد رضوی کا مصرع بڑا پسند ہے جو کہتے تھے۔

شاہد رخ حیدر پہ بکھر جاتے تھے آنسو
جب کھول کے گیسو چلاتی تھی زینب

میرے بابا میری چادر... گیارہ محرم کو یہ لٹا ہوا قافلہ روانہ ہوا سب کو شہزادی
زینب نے سوار کرایا زینب کو سوار کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ سید سجاد نے ہتھکڑی والے
ہاتھوں سے سوار کیا۔ اونٹ پر سوار ہوئی۔ ساری شہزادیاں گنج شہیداں سے گزریں تو اپنے
اپنے وارثوں کے لاشوں کو دیکھا۔ لیلیٰ، اکبر کے لاشے پر، رباب اصغر کی قبر پر، ام فردہ
قاسم کے لاشے پر۔ جملہ سنو گے، جناب ام لیلیٰ، اکبر کے لاشے پر آ کر کہتی ہے۔ اکبر
چادر کے چھیننے کا گلہ نہیں کرتی اکبر مجھے اتنا بتا دے کہ اگر چھٹ کر مدینے واپس گئی اور
صغریٰ نے پوچھا میرا بھائی نہیں آیا تو بتا میں کیا جواب دوں گی؟

راوی کہتا ہے گنج شہیداں میں دو بچوں کے لاشے لاوارث رہ گئے ان پر کوئی
رونے والا نہیں تھا۔ میں نے امام سے پوچھا مولانا کیا ان بچوں کی ماں مر گئی سید سجاد کہتے
ہیں بھائی ایسا نہ کہہ، ان بچوں کی ماں میری پھوپھی زینب ہے لیکن پھوپھی زینب نے یہ
وعدہ کیا ہے کہ بچوں کا ماتم نہیں کروں گی۔ ماتم کروں گی تو حسین کا۔ روؤں گی تو حسین
کو۔ زینب اپنا اونٹ بٹھا کر قریب پہنچی، بھائی کا بے کفن لاش دیکھا، پامال
لاش دیکھا، بہن سے برداشت نہ ہو سکا، خود کو اونٹ سے گرا دیا۔ جس کے ہاتھ بندھے
ہوں وہ کیسے گرے گی۔ شاعر نے کہا:

سنبلا نہ گیا ہاتھ پس پشت بندھے تھے
ایسے ہی گری جیسے کہ عباس گرے تھے
بھائی کی بے کفن لاش پر پہنچی۔ اپنے سر کو دیکھا کھلا تھا سید سجاد کے ہاتھوں کو دیکھا
بندھے تھے۔

دشت میں رہ گئی تنہا تو وطن یاد آیا
پانی پایا تو ہر اک نشہ دہن یاد آیا
لے کے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینب
بھائی کی لاش پہ پہنچی تو کفن یاد آیا
بھائی معاف کر دینا میرے سر پر چادر بھی نہیں ہے۔

تیسری مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی تیسری تقریر مقصد بعثت رسولؐ کے عنوان پر آپ حضرات کی سماعت کے لیے ہدیہ ہے اور میں افہام و تفہیم کے جذبے کے ساتھ تاریخی پس منظر میں جو بات اس عشرہ ثانی میں افہام ملت تک پہنچانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر مقصد بعثت سمجھ میں آگیا تو رسالت میں شک نہیں رہے گا۔ نبوت میں جہاں کہیں بھی شک آیا تو وہ مقصد بعثت کے نہ سمجھنے کی علامت ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم مقاصد بعثت رسولؐ کو سمجھیں اور یہ فیصلہ کریں کہ اللہ نے یہ جو ہدایت کا طویل سلسلہ قائم فرمایا ہے، آدمؑ سے لے کر ختمی مرتبت تک نبوت کی صورت میں اور پہلے امامؑ سے لے کر قیامت تک امامت کی صورت میں یہ جو ہدایت کا سلسلہ بغیر کسی تعطل کے جاری ہے آخر اس کا کوئی مقصد تو اللہ کے پیش نظر ہوگا اور پیغمبر اسلامؐ نے

بھی اس عظیم مقصد کو واضح کرنے کے لیے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں رکھا ہوگا۔ اس لیے کہ جس پروردگار کے عدل کا عالم یہ ہے کہ وہ مخلوق کے پیدا کرنے سے پہلے ہادی کو خلق فرماتا ہے، ایسا نہیں ہوا کہ مخلوق پہلے پیدا ہوگئی آدمؑ کو بعد میں پیدا کیا اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو دامن عدل الہی پر داغ آ جاتا۔

جتنے عرصہ بعد بھی ہدایت آتی اتنے عرصہ کی گمراہی کا ذمہ دار کون ہوتا؟ اس لیے اہتمام یہ فرمایا قدرت نے کہ ہادی پہلے، ہدایت پانے والے بعد میں، تاکہ اس کائنات کا پہلا انسان بھی گم نہ کر سکے، شکوہ نہ کر سکے کہ پروردگار تو نے ہمارے لیے کسی ہدایت کا بندوبست نہ کیا تھا۔ ہم اگر اتنے عرصے گمراہ رہے تو اس کی ذمہ داری ہم پر نہیں ہے۔ تو نے ہادی کا انتظام نہیں کیا تھا۔ اس لیے آدمؑ کو پہلے خلق کیا اور ہدایت پانے والے بعد میں پیدا کیے۔

تو دوستو! بڑے ٹھنڈے دل سے غور صرف یہ کرنا ہے کہ جو معبود اپنی اس دنیا کے پہلے انسان کو ایک لمحہ کے لیے محتاج ہدایت چھوڑنا اپنے عدل کے خلاف سمجھتا ہے وہی پروردگار کائنات کے آخری انسان کو بغیر ہادی کے کیسے چھوڑ سکتا ہے۔

یا تو کسی کتاب سے یہ ثابت کرو کہ نہیں بعد میں امت کو ہدایت کی ضرورت نہیں ہے۔ سارے متقی ہیں، سارے پرہیزگار ہیں۔ لیکن یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا بلکہ سب محتاج ہدایت ہیں۔ تو جب سب محتاج ہدایت ہیں تو ہادی کا انتظام بھی من جانب اللہ ہونا ضروری ہے۔ تبدیلی قانون میں اس لیے نہیں آتی کہ بندہ کا قانون نہیں ہے۔ آپ اس جملہ کے پس منظر میں ذرا سماعت فرمائیں۔ بندہ کا بنایا ہوا قانون نہیں ہے اللہ کا بنایا قانون ہے اور

”لن تجد لسنة الله تبدیلاً“ بندے کے قانون میں تبدیلی ہوتی ہے۔ اس کے قانون میں ترمیم ہوتی ہے وہ اس لیے کہ آپ دیکھتے رہتے ہیں نابارہ ربيع الاول کو ایک قانون بنا اور ۳ رجب کو چلا گیا نظر ثانی ہونے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل میں حالانکہ

نام اس کا بھی اسلامی قانون تھا مگر جس دن وہ نظر ثانی ہونے کے لیے اسلامی نظریاتی کونسل میں گیا اسی دن ہم نے سوچ لیا کہ بندے کا بنایا ہوا ہے اللہ کا نہیں ہے۔

صاحبان فہم نے اسی دن سوچ لیا کہ بندے کا بنایا ہوا قانون تھا اللہ کا بنایا ہوا نہیں تھا کہ اللہ کے قانون میں کوئی تغیر نہیں آیا کرتا، اللہ کے قانون میں کوئی ترمیم نہیں ہوا کرتی۔ پہلی اور آخری پہچان اللہ کے قانون کی یہی ہے کہ اس پر نظر ثانی نہیں ہوا کرتی نظر ثانی ہوتی ہے اس قانون پر جو قانون ناقص ہو۔ قانون وہ ناقص ہوتا ہے جس کے بنانے والے ناقص ہیں۔ بنانے والے وہ ناقص ہوتے ہیں جن کا علم ناقص ہوتا ہے۔ علم ان کا ناقص ہوتا ہے جو ابوسفیان کے دربار سے حاصل کریں۔

علم وہ ناقص ہوتا ہے جو ”کسی“ ”ہو“ ”لدنی“ نہ ہو، لیکن اللہ کا قانون کمال علم کی منزل میں بنایا جاتا ہے۔ کوئی ماننے تب بھی کمال ہے کوئی نہ ماننے تب بھی کمال ہے۔ اس کا قانون تو نہیں بدلتا ہے۔ جب اس کا قانون نہیں بدلا تو اس کا طریقہ ہدایت بھی نہیں بدلا تو جس تمکنت کے ساتھ اس نے پہلا ہادی مقرر کیا تھا، جس شان کے ساتھ اس نے پہلے ہادی کا تقرر کیا تھا اسی تمکنت کے ساتھ وہ آخری ہادی کا تقرر بھی کرے گا۔

اگر پہلا ہادی اللہ کی طرف سے تو آخری ہادی بھی اللہ کی طرف سے ہوگا۔ اگر پہلا ہادی مسمود ملائک ہے تو آخری ہادی بھی مسمود ملائک ہوگا اور فرشتوں کو لیلۃ القدر میں اس پر نازل ہونا پڑے گا۔

اگر پہلا ہادی معصوم ہے تو آخری ہادی بھی کپڑے بیچنے والا نہیں ہوگا۔

اگر پہلا ہادی نور ہے تو آخری ہادی بھی نور ہوگا۔

اگر پہلا ہادی جنت ہے تو آخری ہادی بھی جنت ہوگا۔

اگر پہلا ہادی حاکم ہے تو آخری ہادی بھی حاکم ہوگا۔

اگر پہلا ہادی اولیٰ بالتصرف ہے تو آخری ہادی بھی اولیٰ بالتصرف ہوگا۔

اگر پہلا ہادی مولا ہے تو آخری ہادی بھی مولا ہوگا۔

اگر پہلے ہادی پر ایمان لانا فرض ہے تو آخری ہادی پر ایمان لانا بھی فرض ہوگا۔

اگر پہلے ہادی کا منکر شیطان ہے تو آخری ہادی کا بھی منکر شیطان ہوگا۔

تو ہمیں بعثت کو سمجھنے کے لیے پہلے ہادی کو سمجھنا ہوگا تب بعثت ختمی مرتب سمجھ میں آئے گی۔ اس لیے کہ بعثت ختمی مرتبہ تو حاصل ہے نا تمام نبوتوں کی، ماہصل ہے۔ تو اگر پہلا ہادی سمجھ میں آ گیا تو آخری ہادی بھی سمجھ میں آ جائے گا لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر میں ”ہادی“ اپنی کتاب سے سمجھاؤں تو آپ ماننے نہیں آپ کی کتاب سے اگر سمجھنے کی کوشش کروں تو اس کو میری عقل نہیں مانتی۔ میں تو ماننے کے لیے تیار ہوں لیکن میری عقل نہیں مانتی۔ میں تو کوشش کرتا ہوں۔

میں تو چاہتا ہوں اتحادِ مسلمین کے لیے کہ آپس میں دونوں کتابوں کا تبادلہ ہو لیکن کیا کروں آپ کی جس کتاب کا ورق الٹا ہوں۔ قال ابو ہریرہ۔ میری مجبوری یہ ہے کہ ہر کتاب کا سرنامہ ”ابو ہریرہ“ اور یہ کیا چیز ہے مجھے آج تک نہ سمجھ میں آیا تو جب میں ابو ہریرہ ہی کو نہ سمجھ سکا تو امام بخاری کو کیا سمجھوں گا۔

اور یہ سرکار اس لیے سمجھ میں نہ آئے کہ یہ میری ہی سمجھ میں نہیں بلکہ یہ کسی کی بھی سمجھ میں نہیں آئے۔ یہ بات سمجھ میں نہیں آنے والی ہے۔ دیکھیے فتح خیبر کے موقع پر یہ جناب ایمان لائے اور بڑی خوبصورت فیکر تین برس انہیں میسر آئے صحبت پیغمبر کے۔

تین برس صحبت پیغمبر کے تو تین برس گزارنے والے ابو ہریرہ اتنے بڑے کمپیوٹر بنے احادیث نبوی کے پانچ ہزار سے زیادہ حدیثیں اور حضرت صدیق اکبر حضرت فاروق اعظم جنہوں نے ۲۳ (تیس) برس صحبت پیغمبر میں گزارے ان سے مشکل سے کسی سے ۳۱۵ کسی سے ۳۱۲ کسی سے ۲۵۸ پانچ سو کا بھی فیکر پورا نہیں ہوتا تو عقل خود بھی ماتم کرتی ہے یا نہیں کہ جو ۲۳ برس صحبت پیغمبر میں رہے ان سے صرف دو سو، چار سو حدیثیں اور جو صرف تین برس صحبت پیغمبر اسلام میں رہے ان سے پانچ ہزار اور یہ پانچ ہزار تو چھان پھٹک کے بعد ہے، پتہ نہیں امام بخاری نے کتنی چھلنیوں میں چھانا ہے۔ بڑی چھان

پچھنک کے بعد پانچ ہزار ہیں۔ ان کا حافظہ تو اللہ سے بھی بڑھ گیا۔

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ اس لیے کہ اللہ نے تو تئیس برس میں چھ ہزار چھ سو چھیانوے آیتیں بھیجیں انہوں نے تین برس میں پانچ ہزار روایتیں تیار کر لیں اور اس میں کیا کچھ کام کرتے ہوں گے۔ اپنی ضروریات زندگی کی حدیشیں بھی تیار کرنا، فاروق اعظمؓ سے پڑنا بھی! تاریخ ہے، حضرت فاروق اعظمؓ نے ایک دفعہ نہیں دو دفعہ پٹائی کی۔ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ کیا سلسلہ ہے صحیح مسلم میں لکھا ہوا ہے کہ حیات پیغمبر میں بھی ایک مرتبہ اور اپنے زمانہ حکومت میں بھی جب بحرین کا گورنر بنا کر بھیجا اور مال و دولت اکٹھا کیا اور حضرت فاروق اعظمؓ کے پاس شکایت پہنچی کہ بہت پیسہ اکٹھا کر رہے ہیں تو آپ نے طلب کیا۔ علامہ ابن ابی الحدید نے لکھا جیسے ہی یہ دربار میں داخل ہوئے ان سے کہا:

یا عدو اللہ اے اللہ کے دشمن اے قرآن کے دشمن تو نے اللہ کے مال میں چوری کی۔ جب میں نے تجھے گورنر بنا کر بھیجا تھا تو تیرے پاؤں میں جوتیاں نہیں تھیں۔ (بالکل یہی جملہ!) اب یہ اتنا مال کہاں سے آگیا؟ کہا: یہ لوگوں نے تحفے دیئے ہیں ہم کو۔ اچھا! میری طرف سے بھی ایک تحفہ لے لو۔ تو تحفہ آیا؟ آپ کو پتہ ہے۔

تو بات صرف یہ نہیں سمجھ میں آتی کہ فاروق اعظمؓ نے یقیناً غلط سزا نہیں دی اس لیے کہ ان کا عدل بہت مشہور ہے۔ جب بھی سزا دی مجرم کو سزا دی۔ عدل بہت مشہور ہے۔ مجھے کوئی شک نہیں عدل پر لیکن اس عقل پر بہت ہنسنے کو دل چاہتا ہے کہ فاروق اعظمؓ مار رہے ہیں، ابو ہریرہ پٹ رہے ہیں، پٹنے والا بھی رضی اللہ، مارنے والا بھی رضی اللہ، یہ کون سا انداز ہے۔ تو ہم چاہتے ہیں کہ مقصد بعثت کو آپ کی کتاب سے سمجھیں مگر جو قرآن کے بعد صحیح کا سلسلہ قائم ہوا تو صحیح بخاری بھی صحیح۔ صحیح مسلم بھی صحیح حالانکہ مسلم نے بہت سے ایسے راویوں کو لیا جنہیں امام بخاری نے مسترد کر دیا تھا۔

عجیب بات ہے نا! تو جب ایک نے لیا ایک نے مسترد کیا تو وہ راوی دونوں مستند کیسے ہو گئے؟ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن سے میں عنوان کو قائم کرنا چاہتا ہوں۔ ظاہر

ہے کہ نتیجہ تک تو پہنچنا ہے نا! مقصد بعثت تک پہنچنا ہے۔ پھر ہماری کتاب کی بات مانی نہیں جائی گی، آپ کی کتاب کی بات ہم نہیں مانیں گے تو اب سارے مسلمان مل کر اللہ کی کتاب پر تو متفق ہو جائیں۔

قرآن مجید سے پوچھیں کہ ہادی کا تقرر کیسے ہوتا ہے۔ تو جس طرح پہلا ہادی مقرر ہوا تھا اسی طرح آخر ہادی بھی مقرر ہوگا۔ اللہ کا قانون تو بدلتا نہیں تو پہلا ہادی اگر اجماع سے بنا تو آخری ہادی بھی اجماع سے بنے گا۔ مان لوں گا اور اگر پہلا ہادی اجماع سے نہیں بنا تو قیامت تک جو بھی اجماع سے بنے گا تو حاکم تو مان لوں گا مگر ہادی نہیں مانوں گا۔

قرآن سے دیکھا کہ ہادی جب مقرر ہوتا ہے تو علم کی بنیاد پر مقرر ہوتا ہے۔ ہادی جب مقرر ہوتا ہے تو مکہ والوں سے بیعت نہیں لی جاتی، فرشتوں سے بھی بیعت لی جاتی ہے۔ بہترین طرہ امتیاز ہادی کا جو اللہ مقرر کرے۔ تو ہادی مکہ مدینہ کے دوٹوں سے مقرر نہیں ہوتا بلکہ پہلے عرش والوں سے اس کی بیعت لی جاتی ہے۔ چلیے آپ ساری کتابیں ایک طرف رکھ دیجیے میں بڑی فراخ دلی کے ساتھ ہر ایک کو تسلیم کرنے کے لیے تیار ہوں مگر مجھے مکہ مدینہ کے دوٹ مت دکھاؤ۔ مجھے یہ دکھاؤ کہ عرش والوں نے کس کی بیعت کی۔ جبرائیلؑ نے کس کی بیعت کی، میکائیلؑ نے کس کی بیعت کی، نہیں تو میں ہادی دکھاؤں؟ جس کے در پر کبھی درزی بن کر آ رہے ہیں، کبھی جھولا جھلانے آ رہے ہیں۔

تو پہلا ہادی علم کی بنیاد پر منتخب ہوا۔ فرشتوں کے اجماع کو مسترد کیا گیا معصوم مخلوق مجتمع ہو کر آئی تھی۔

قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء۔ (سورہ بقرہ آیت ۳۰)۔ پروردگار! تو اسے زمین پر خلیفہ بنائے گا جو زمین پر فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا۔ یہ زمین پر جا کر خون خرابہ کرے گا۔ ابھی کیا نہیں لیکن فرشتے بتا رہے ہیں کہ کرے گا اور جیسا فرشتوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا۔

یابن سلام علیک کے نعرے لگانے والو! قرآن میں اتنا تو تذکرہ کر لو۔ فرشتوں کا علم

غیب تو اتنا کہ آدمؑ کو دیکھ کر غیب کی خبر دے رہے ہیں اور خاتم النبیین کو علم غیب نہ تھا؟! بڑی عجیب منزل! مگر میں تو یہ کہا کرتا ہوں دوستو! کہ جو حاضر کی غیب میں اتنا شک کریں وہ غیب کی امامت میں کہاں یقین کریں گے۔ جو حاضر کی نبوت میں اتنا شک کریں وہ غیب کی امامت میں کہاں یقین کریں گے۔ نبی سامنے ہے اٹھنا بیٹھنا ہے، صحبت ہے پھر بھی شک ہے۔ ان سے یہ کہنا کہ غیب پر ایمان لاؤ جی تو قرآن مجید نے کہا:

آلَمَ ذَلِكَ الْكِتَابَ لَا رَيْبَ فِيهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْغَيْبِ۔

مثنیٰ کی جو تعریف قرآن نے کی ہے۔ یہ کتاب جس میں کوئی شک نہیں یہ کس کے لیے ہدایت ہے؟ مثنیٰ کے لیے۔ اب ہر ایک اپنے آپ کو مثنیٰ کہتا ہے اس لیے آیت نے واضح کر دیا کہ ہر ایک مثنیٰ نہیں۔

مثنیٰ وہ کہ یومنون بالغیب مثنیٰ وہ ہے جو غیب پر ایمان لائے۔ ساری کتابیں تلاش کر کے دیکھ جائیے کہ وہ مثنیٰ کون ہیں جو غیب پر ایمان رکھتے ہیں ہمارے علاوہ اگر کوئی مکتب فکر نکل آئے تو ہماری ذمہ داری اور ہم مثنیٰ بھی صرف اس لیے ہیں کہ امام المتقین صرف ہمارے پاس ہے۔ باقی سب کے پاس ہر قسم کے امام ہیں۔ امام حرمین، امام کعبہ، امام مسجد، غزل کے امام ہیں، حدیث کے امام ہیں، فلسفے کے امام ہیں، تاریخ کے امام، ہیں روایت کے امام ہیں، جمعرات کے امام ہیں، بدھ کے امام ہیں۔

بہت سے امام ہیں لیکن امام المتقین یہ لفظ کسی کے ذہن ہی میں نہیں آیا۔ آتا کیسے اس لیے کہ امام الغزل بننا اور بات ہے، امام تاریخ بننا اور بات ہے، فلسفے کا امام امام غزالی کو کہنا اور بات ہے، تاریخ کا امام ابن خلدون کو کہنا اور بات ہے، سیرت کا امام ابن ہشام کو کہنا اور بات ہے، لیکن متقین کا امام بننا جو متقین کا امام ہوگا وہ خود تقوے کی کس منزل پر ہوگا کیوں کہ یہاں شرط ہے تقوے کی۔ اجماع اور شوریٰ حکومت تو دے سکتا ہے لیکن تقویٰ نہیں دے سکتا اور اللہ کے نزدیک مکرم وہی ہے جو صاحب تقویٰ ہو اسی لیے ساری ملت کہتی ہے کرم اللہ وجہ۔ صلوات

تو میں عرض کر رہا تھا کہ جب فرشتوں نے کہا پروردگار تو اسے زمین پر خلیفہ بنائے گا یہ زمین پر جا کر خون خرابہ کرے گا، ہم تیری تسبیح و تقدیس کرتے ہیں، ہم تیری عبادت کرتے ہیں ایک جملہ کہا: انی اعلم مالا تعلمون جو میں جانتا ہوں وہ تم سب نہیں جانتے اور فرشتے بھی چونکہ معصوم تھے، چونکہ خلقت میں عیب نہیں تھا اس لیے سر جھکا کر کہا: سبحانک لا علم لنا الا ما علمتنا

پروردگار ہمیں تو صرف اس قدر ہی علم ہے جتنا تو نے عطا فرمایا۔

یعنی چونکہ تخلیق میں کوئی عیب نہیں تھا، خلقت میں نور تھا۔ صرف صحبت میں نہیں تھا اس لیے بحث نہیں کی سر جھکا دیا۔ لیکن جس کی خلقت میں خامی تھی، جس نے صرف صحبت اٹھائی تھی نور کی، جو صرف صحبت نور میں بیٹھا تھا، خلقت میں نور نہیں تھا تخلیق کی کجی نے ضدی بنا دیا، اکڑ گیا، چوہدری اکڑ گیا، نہیں کروں گا تیرے غیر کو سجدہ، نہیں کروں گا، تجھے سجدے لاکھوں کیے ہیں، کروڑوں اور کرا لے، تیرے غیر کو نہیں کروں گا۔ شیطان کا عقیدہ تیرے غیر کو سجدہ نہیں کروں گا۔ سجدہ صرف اللہ کے لیے ہے، سجدہ صرف اللہ کے لیے۔ اب سمجھ میں آیا یہ عقیدہ کہاں سے آیا، دو ڈھائی سو برس سے نہیں چلا ہے حضرت ابلیس سے چلا ہے یہ عقیدہ کہ سجدہ صرف اللہ کو۔ نعرہ حیدری۔

اور سجدہ نہ کرنے کی وجہ کیا بتائی؟ اللہ نے کہا:

مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتَ بِيدِي۔ (سورہ ص آیت ۷۵)

تجھے کس چیز نے منع کیا اسے سجدہ کرنے سے جسے میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔

وجہ بتا رہا ہے: پروردگار! خلقتی من نار و خلقتہ من طین۔ (سورہ الاعراف

آیت ۳۶)

تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔

بدبختی شیطان کی یہ آگئی کہ وہ کجست نور نبوت کو نہ دیکھ سکا بلکہ نبی کو مٹی سمجھا، نبی کو خاک سمجھا، نبی کو بشر سمجھا، آدمؑ کو بشر سمجھا، تو تاریخ عالم اسلام سے کیا میں یہ سوال کرنے

توجہ! آیا تھا آدمؑ کے مقابلے میں لیکن قیامت تک اولاد آدمؑ پر فرض ہے کہ اس پر لعنت بھیجیں وہ آدمؑ کے مقابلے میں آیا۔ اصول بنایا سارے مسلمان بھائیوں نے کہ ہم آدمؑ کو مانتے ہیں۔

اس آدمؑ کے مقابلے پر جو آیا اسے نہیں مانتے ہیں۔ ابراہیمؑ کو مانتے ہیں، ابراہیمؑ کے مقابلے پر جو آیا اسے نہیں مانتے ہیں۔ سب مسلمان ساتھ ہیں نا۔ سوئی کو مانتے ہیں، ان کے مقابلے پر جو آیا اسے نہیں مانتے ہیں۔ پیغمبر اسلامؐ کو مانتے ہیں ان کے مقابلے پر جو آیا اسے نہیں مانتے۔

سب ساتھ ہیں نا بلکہ ہم تو اور آگے تک آپ کے ساتھ چلے۔ آپ دیکھیے کہ راستہ آپ نے بدلا کہ ہم نے بدلا۔ ہم تو آدمؑ سے لے کر آپ کے ساتھ ساتھ چلے آ رہے ہیں۔ آپ نے کہا تھا ہم خلیفہ اول کو مانتے ہیں انہیں جو نہیں مانتے نہیں مانتے۔ ہم نے کہا: ہم بھی نہیں مانتے۔

آپ نے کہا: سارے مسلمان خلیفہ دوم کا اقرار کرتے ہیں۔ ہم نے کہا: ٹھیک ہے۔ انہیں جو نہیں مانتے آپ نہیں مانتے۔ ہم نے کہا: ہم بھی نہیں مانتے۔ آپ سے اتحاد جو قائم رکھنا تھا اتحاد بین المسلمین کے لیے۔ ہم نے تو شیر کا سا کلیجہ کر لیا اتنا بڑا دل تھا۔

آپ نے کہا: خلافت دوم کے مقابلے میں جو آیا اسے ہم نہیں مانتے۔ ہم نے کہا: بالکل نہیں مانتے۔ توجہ! ہم نہیں مانتے ہم تو آدمؑ سے لے کر خلافت سوم تک آپ کے ساتھ ساتھ چلے۔ راستہ ہم نے نہیں بدلا، اختلاف ہم نے نہیں کیا۔

آپ نے کہا: جہاں تک ہم آپ کے ساتھ چلیں خلافت چہارم پر آ کر آپ نے راستہ بدلا کہ خلافت چہارم کو بھی ماننا اور ان کے مقابلے پر آنے والے کو بھی ماننا۔ صلوات ہم نے راستہ تبدیل کیا یا یہ آپ نے کیا؟ ہم تو وہاں سے یہاں تک آئے راستہ میں بڑے کانٹے بھی تھے مگر ہم آئے۔ ہمیں اتحاد عزیز تھا ہم آئے۔ وہاں تک آئے وہاں

میں حق بجانب ہوں کہ جو آدمؑ کو بشر سمجھے، وہ اٹلیس ہے اور جو خاتم کو بشر سمجھے؟! نور نبوت کو نہ سمجھ سکا، مٹی سمجھا۔ مارا گیا ایک سجدہ کے نہ کرنے میں۔

ہزاروں سال گرجسدے میں سر مارا تو کیا مارا

ایک سجدہ نہیں کیا مارا گیا، مردود ہو گیا، ہزاروں برس سجدے کیے، کونے کونے میں سجدہ کیا، اللہ کو سجدہ کیا۔ مشرک بھی نہیں تھا بلکہ خالص توحید پرست تھا، بہت بڑا سجدہ تھا، بہت بڑا بستر بند تھا، بہت بڑا توحید پرست تھا، مگر ایک سجدہ نہیں کیا۔ سارے سجدے گئے اور یہ پتہ نہیں کیوں نہیں کیا؟ مجھے تو بہت ترس آتا ہے۔ مارا کیوں گیا اگر ذرا سا بھی کمبخت سیاسی ہوتا تو سجدے تو بچا ہی لیتا اپنے۔

ذرا سا بھی اگر سیاسی تدرہ ہوتا۔ بچا لیتا سجدے، سمجھوتا کر لیتا، وقتی طور پر ایمر ضعیف میں کلمہ پڑھ لیتا، عبادت بچا لیتا، اس وقت تو اپنی عبادت بچا لیتا نا! بات واضح نہیں ہوئی اچھا سیاست داں ہوتا تو باہمی دلچسپی کے مذاکرات کر کے، توجہ ہے نا! مارا کس لیے گیا اچھا سیاست داں نہیں تھا۔

اگر ذرا سی بھی سیاسی سوچہ بوجھ ہوتی وقتی طور پر آدمؑ کو تسلیم کر لیتا۔ نہیں ایسے نہیں پھر توجہ فرمائیے۔ مارا کیوں گیا؟ اچھا سیاست داں نہیں اگر ذرا سی بھی سیاسی سوچہ بوجھ ہوتی تو وقتی طور پر آدمؑ کو مبارک باد دے دیتا، بعد میں انکار کر جاتا۔ موقع پر اقرار کر لیتا مگر اس نے بھی یہ سوچا کہ شیطان بنا قبول ہے یہ سیری شیطنت کی تو ہیں ہے کہ آج اقرار کر لوں کل انکار کر دوں۔ صلوات۔

میں نے پوچھا: مولانا آپ کیوں لعنت بھیجتے ہیں شیطان پر؟

کہا: آدمؑ کے مقابلے میں آیا تھا۔

میں نے کہا: تو آپ کیوں بھیجتے ہیں لعنت؟ دشمنی تو آدمؑ سے کی تھی، آپ سے تو کی نہیں تھی۔ کہا: نہیں ہمارے سے تو اکثر دوستی کر لیتا ہے، دشمنی نہیں کی۔

تو پھر مولانا بات کیا ہے آپ اس پر لعنت کیوں بھیجتے ہیں۔

سب سے عظیم شخصیت آغوش عبدالمطلب میں، اللہ کی تمام نعمتوں میں نعمت عظمیٰ آغوش عبدالمطلب میں، بچا نے بھی دیکھا، دادا نے بھی دیکھا اور دیکھ کر کہا نام کیا ہونا چاہیے؟
توجہ! ابھی بچہ پیدا ہوا ہے۔ آپ کا رسول تو ابھی چالیس برس بعد ہوگا۔ میرا موضوع گفتگو ہے مقصد بعثت۔ بچے کا چہرہ دیکھا، چاند سا چہرہ دیکھا، روشن آنکھیں دیکھیں، کشادہ پیشانی دیکھی، چہرے پر نور الہی جلوہ فگن دیکھا۔

سراٹھا کر عبدالمطلب کہتے ہیں: ابوطالب اس کا نام کیا ہونا چاہیے۔

ابوطالب کہتے ہیں بابا: آپ کی موجودگی میں؟ آپ ہی اچھا سا اس کا نام رکھ دیں۔
کہا: اس کا چہرہ یہ بتا رہا ہے کہ اس کا نام محمد ہونا چاہیے، محمد جس کی بہت زیادہ حمد و ثناء کی گئی ہو۔ میری تو ساری تقریر قربان اس نام محمد پر۔ بچے کے چہرے کو دیکھ کر دادا اور چچا یقین کر رہے ہیں کہ یہ وہ بچہ ہے جس کی حمد و ثناء ولادت سے پہلے عرش پر اللہ اور فرشتوں نے کی اس لیے نام اتنا عظیم رکھا۔

تو بڑی عجیب بات ہے جو چالیس برس کے بعد رسول کو دیکھ کر نبوت پر شک کرے وہ تو مسلمان اور جو چہرے کو دیکھ کر بچپن میں سمجھ لے کہ اس کی بہت حمد و ثناء کی گئی ہے وہ کافر۔ لیکن نہیں یہاں تو قسم کھائی ہوئی ہے کہ کافر نکلیں گے تو یا نبی کے باپ کو یا علی کے باپ کو۔ بعثت کی اگر تاریخ بناؤ گے تو چالیس برس کے بعد اس کی وجہ کبھی آپ نے سوچی ہے کہ آخر کیوں؟ ہم کیوں نہیں جانتے چالیس برس کے بعد زمانہ کیوں مانتا ہے؟
زمانہ مانتا اس لیے ہے کہ جب چالیس برس کے پہلے رسول کو مان لیں تو اپنے چالیس برس والے کہاں جائیں گے؟ اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لیے شان رسالت کا بھی خیال نہیں کیا جاتا اور ہم اس ابوطالب کے ماننے والے ہیں کہ جس کے لیے یہ کہا گیا۔ بڑا عجیب و غریب شعر ہے۔

رہے ہمیشہ اسی فکر میں ابوطالب

رہے جہاں میں محمد، علی رہے نہ رہے

سے راستہ آپ نے تبدیل کیا۔ آپ ہی اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں ہم تو بہت دور تک آپ کے ساتھ چلے راستہ آپ نے تبدیل کیا۔ مسئلہ صرف یہ ہے کہ اصول جب ہے تو اس میں تغیر نہیں آنا چاہیے، تبدیلی نہیں آنا چاہیے۔ اس لیے کہ اصول اگر اللہ کی طرف سے ہے تو بغیر کسی تغیر اور تبدیلی کے ہے۔

تو پہلا ہادی مقرر ہوا علم کی بنیاد پر۔ اجماع کو مسترد کیا گیا، اہلس کو مردود قرار دیا گیا۔ دونوں سزائیں ملی ہیں۔ خلیفۃ اللہ کے منکر کو مجلس سے بھی نکالا گیا، لعنت بھی کی گئی۔ دوہری سزا ملی۔ یہ ہے اسلام کا اصول۔ تو جس مقصد نبوت پر اس سختی سے ذات واجب عمل فرما رہی ہے کہ فرشتوں کا سر جھکا دیا، اس کی بارگاہ میں تو سوچنا یہ ہے کہ یہی علم آدم جب اپنے کمال کی منزل پر آیا، یہی علم آدم اصلاط طاہرہ اور ارحام مطہرہ سے منتقل ہوتا ہوا جب اپنے کمال کی منزل پر آیا تو محمد مصطفیٰ کی صورت میں۔

اور یہی علم آدم جب اپنی تشیع کی منزل پر آیا تو علی کی صورت میں سامنے آیا۔
یہی علم آدم جب اپنے تمدن کی صورت میں سامنے آیا تو حسن کی صورت میں سامنے آیا۔

یہی علم آدم جب کمال شہادت کی منزل پر آیا تو حسین کی صورت میں سامنے آیا۔
یہ ہے مقصد بعثت کہ جس پر زمانہ غور کرے۔ آج تک یہ بھی طے نہیں کر سکے کہ پیغمبر پیدا کس دن ہوئے تھے۔ میں کل کی مجلس سے مسلسل ہوا۔ ہم نے کل بتایا تھا کہ یہ بھی صرف ہم بتائیں گے کہ کب پیدا ہوئے اور کب وفات ہوئی اس لیے کہ ہم نے جن سے تاریخ وفات و ولادت لی وہ پیدائش کے وقت بھی موجود تھے اور وفات کے وقت بھی موجود تھے اور اتفاق سے آپ اس وقت بہت مصروف تھے۔ بچہ پیدا ہوا، دادا نے گود میں لے لیا۔

بڑی توجہ! تاریخ متفق ہے کہ بہت سے بیٹے تھے عبدالمطلب کے مگر آواز صرف ایک بیٹے کو دی ابوطالب! آئے ابوطالب۔

دادا عبدالمطلب کھڑے ہوئے پوتے کو آغوش میں لیے ہوئے۔ کائنات الہی کی

آج میں مضمون پڑھ رہا تھا اخبار جنگ میں وہ مولانا کوثر نیازی کے جو تاثرات و مشاہدات آتے ہیں اس میں آخر میں بڑی عمدہ بات کہی کوثر نیازی صاحب نے کہ مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمت اللہ علیہ جو بڑے خوش عقیدہ مسلمان تھے جنہوں نے مدح آل محمدؐ میں بہت کچھ کہا۔ جو نور کے بھی قائل تھے، عصمت کے بھی قائل تھے، درود کے بھی قائل تھے، سلام کے بھی قائل تھے۔ تو مولانا کوثر نیازی لکھتے ہیں کہ ایک عالم تھے مسجد نبویؐ میں ساری زندگی گزار دی انہوں نے مگر کبھی امام مسجد کے پیچھے نماز نہیں پڑھی۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیوں نہیں پڑھی انہوں نے کہا کہ یہ تو ہیں نبوت کرتے ہیں۔

بڑی توجہ! یہ احترام رسالت نہیں کرتے، مراد دل نہیں چاہتا کہ ان کے پیچھے نماز پڑھوں۔ یعنی مقصد کیا ہوا کہ جو تو ہیں نبوت کرے وہ امام نہیں ہو سکتا۔ توجہ! جو تو ہیں نبوت کرے وہ مسجد کا امام نہیں ہو سکتا علماء کا، علماء اہلسنت کا عقیدہ ہے۔ ہم سلام کرتے ہیں ایسے عقیدے کو کہ جو تو ہیں رسالت کا مرتکب ہو وہ نبی کی مسجد کا امام نہیں ہو سکتا۔ صلوٰۃ

اور آگے چل کر مولانا اشرف علی تھانویؒ کی بات کر کے کوثر نیازی صاحب فرماتے ہیں احمد رضا خاں بریلوی مولانا اشرف علی تھانویؒ کو کافر کہتے تھے۔ کیوں کافر کہتے تھے؟ اس لیے کہ وہ گستاخ رسولؐ تھے بقول مولانا کوثر نیازی کے جو انہوں نے لکھا۔ ہماری نظر میں وہ بڑے واجب الاحترام ہیں اشرف علی تھانویؒ! کوثر نیازی لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ اشرف علی تھانویؒ سے پوچھا گیا کہ آپ تو احمد رضا خاں کی تعریف کر رہے ہیں وہ آپ کو کافر کہتے ہیں۔ دیکھیے کتنی اچھی اور سچی بات کہی ہے اشرف علی تھانویؒ نے! مولانا اشرف علی تھانویؒ کہتے ہیں کہ ہاں انہیں مجھے کافر سمجھنا چاہیے اس لیے کہ وہ مجھے گستاخ رسولؐ سمجھتے ہیں تو جب وہ مجھے یہ سمجھتے ہیں کہ میں گستاخ رسولؐ ہوں تو اگر وہ گستاخ رسولؐ سمجھ کر بھی کافر نہ سمجھیں تو وہ خود کافر ہو جائیں۔ نعرہ حیدری۔

اگر وہ مجھے گستاخ رسولؐ سمجھ کر بھی کافر نہ سمجھیں تو وہ کافر ہو جائیں تو مولانا اشرف علی کا فتویٰ تو آگیا کہ جب یہ یقین ہو جائے کہ کوئی گستاخ رسولؐ ہے تو اسے جو کافر نہ

سمجھے وہ خود کافر ہے۔ صلوٰۃ

کیم محرم سے جس جوش و خروش کے ساتھ آپ ذکر مولا کر کے اجر رسالت ادا کر رہے ہیں۔ فاطمہ زہراؑ کے اجڑے ہوئے گھر کا تذکرہ کر کے۔ شہزادی زینبؑ نے نانا کے رونے پر آ کے جہاں اور باتیں کی ہیں وہاں ایک جملہ یہ بھی کہا ہے مدینے واپس آ کر: نانا قیامت تو یہ ہے کہ میں اپنے بھائی کے لاشے پر سے اس طرح گزاری گئی جیسے وہ میرا کچھ نہ لگتا تھا۔

آنسوؤں کے نذرانے شہزادی کی بارگاہ میں پیش کرتے رہو اور اس یقین کے ساتھ عزادارو! کہ تمہارے ہزاروں آنسو زینبؑ کے ایک آنسو کا جواب نہیں لاسکتے۔ کیوں؟ اس لیے کہ تمہیں تو آنسو بہانے کی اجازت بھی ہے، آزادی بھی ہے لیکن زینبؑ تو نے جتنے آنسو کر بلا سے شام تک بہائے ہیں اتنے ہی تازیانے پشت پر کھائے ہیں۔

علامہ مجلسی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ شہزادیوں کے جو پہلے ہاتھ باندھے گئے تھے گیارہ محرم کو وہ سامنے کی طرف سے باندھے گئے تھے پشت کی طرف سے نہیں مگر جیسے ہی گنج شہیداں سے شہزادیاں گزریں تو بندھے ہوئے ہاتھوں سے انہوں نے ماتم کیا۔ ظلم کی انتہا دیکھو گے؟ شرمیلعون نے کہا کہ ارے اس طرح تو یہ ماتم کر رہی ہیں۔ اس لیے ان کے ہاتھ پس پشت باندھ دیئے۔

منزلیں ملے ہو رہی ہیں اب تو بازاروں کی منزل ہے نا! کر بلا تو چھوڑ چکی بی بی، اب تو بازاروں کی منزل ہے۔ عزادارو! دربار کوفہ کے قریب پہنچی، دارالامارہ کے دروازے پر ایک سربریدہ لاشے کو لٹکا ہوا دیکھا۔ غور سے دیکھا، قریب سے دیکھا، دیکھ کر کہتی ہے بیٹا سید سجاد۔

اے نور نظر خون کا رشتہ تو یقین ہے

بیٹا یہ کہیں لاشہ مسلم تو نہیں ہے

سید سجاد کہتے ہیں: ہاں پھوپھی اناں یہ مرے غریب چچا کا لاشہ ہے، یہ مرے بے

چوتھی مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورۃ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی چوتھی تقریر آپ کی سماعتوں کے لیے ہدیہ ہے۔ مقصد بعثت رسول ہمارا عنوان گفتگو ہے اور اس عنوان کے تحت ہم انتہائی پیار و محبت کے ساتھ، افہام و تفہیم کے جذبے کے ساتھ، سمجھنے اور سمجھانے کے عزم کے ساتھ اذان سامعین کو اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ ملت کی بد نصیبی یہ ہوئی کہ ان چودہ صدیوں میں ملت کو لا الہ الا اللہ تو پڑھایا گیا۔ محمد رسول اللہ بھی سکھایا گیا مگر جس محمد رسول اللہ نے لا الہ الا اللہ سمجھایا تھا اس کی صحیح معرفت اور اس کے مقاصد بعثت پر ملت کو صحیح طریقے پر مطلع نہیں کیا گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ توحید پرستی تو بہت عام ہو گئی لیکن نبوت شناسی بالکل معدوم ہو گئی۔ توحید پرستی کے تو بہت چرچے ہیں توحید پرست تو بہت مل جائیں گے۔

وارث چچا کا لاشہ ہے، یہ میرے سفیر چچا کا لاشہ ہے۔

جن بھائیوں کی بہنیں ہیں وہ جانتے ہیں کہ بہنوں کو کتنی محبت ہوتی ہے بھائیوں سے۔ لاشے کے قریب پہنچیں مسلم کے لاشے کو سر سے پاؤں تک دیکھ کر ایک جملہ کہا: مسلم! مسلم! بہن آگئی، بھیا مسلم بہن آگئی، بھیا بہن کا استقبال نہیں کرو گے؟ ارے میں تو سارا گھر لٹا کے آرہی ہوں، میں تو بچے قربان کر کے آرہی ہوں، میں تو بھائی قربان کر کے آرہی ہوں۔

کہا: سیدانوں آؤ آؤ میرے بھائی کا ماتم کرو۔

بھائی کے سفیر کا ماتم ہو رہا تھا۔ ایک مرتبہ سید سجاد نے پوچھا: فضہ چچا مسلم کی بیوہ کہاں ہے؟ وہ نہیں نظر آرہی ہے۔

صاحب معالی السبطین نے نقل کیا کہ فضہؓ نے کہا کہ وہ جو ایک گوشے میں خاموش بی بی کھڑی ہے وہ مسلم کی زوجہ ہے عزاداروں بڑی غیرت والی بی بی ہے۔ عباسؓ کی حقیقی بہن تھی نا! بڑی غیور بی بی تھی۔ سید سجاد قریب پہنچے کہا: چچی جان چچا کے لاشے پر ماتم نہیں کرو گی؟

جملہ سنا گئے عباسؓ کی بہن کا؟ ہماری ماں بہنیں قربان غازی کی بہن پر۔ کہتی ہے: خدا مسلم کی بہنوں کو سلامت رکھے میں کون ہوتی ہوں مسلم کی؟ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے زینبؓ کے سامنے روتے ہوئے شرم آتی ہے۔

سید سجاد نے کہا: نہیں چچی جان پھر یہ لاشہ دیکھنے کو ملے نہ ملے ایک مرتبہ ماتم تو کر لو۔

امام کے کہنے سے بی بی آئی اپنے وارث کے بے کفن لاشے کو دیکھا کہا:

مسلم میری چادر چھن گئی میں تم سے کوئی گلہ نہیں کروں گی، میرے ہاتھ بندھ گئے میں کوئی شکایت نہیں کروں گی، مسلم میں تم سے یہ بھی نہیں پوچھوں گی کہ تم پر کیا گزری۔ مسلم مجھے صرف اتنا بتا دو میرے دونوں بچے کہاں ہیں، انہیں کس کے حوالے کیا؟ ہائے مسلم ہائے مسلم ہائے مسلم ہائے حسین۔

اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرنے والے ۹۰ کروڑ کی تعداد میں ماشاء اللہ ہیں لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ نبوت شناسی کے مراحل کتنے فیصد کلمہ گوؤں نے طے کیے تو وہ ریشیو (ratio) نہ ہونے کے برابر ہوگا۔ اس لیے کہ اگر نبوت شناسی کوئی غیر ضروری چیز ہوتی اور غیر اہم شے ہوتی تو علامہ اقبالؒ کبھی یہ پیغام نہ دیتے کہ محمد مصطفیٰؐ تک پہنچنے کی کوشش کرو۔ یہ پیغام ہی نہیں ہے علامہ اقبالؒ کا بلکہ فتویٰ ہے اور فیصلہ ہے اس لیے کہ دین مصطفیٰؐ کے پاس ہے اگر بہ اوندہ رسیدی تمام بولہبیت۔

اگر پیغمبر کے قدموں تک نہ پہنچے تو سب کے سب بولہبی ہو جاؤ گے۔
لاکھ کلمہ پڑھتے رہو اس لیے کہ جس قدر مقاصد بعثت رسولؐ سے آگہی ہوگی اسی قدر معرفت بھی زیادہ ہوگی اور جس قدر معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر انسان زیادہ مسلمان بننے کے موقف میں آئے گا اور اگر صحیح مسلمان جو اللہ اور اس کا رسولؐ چاہتے ہیں وہ میسر آجائے تو میں سمجھتا ہوں کہ مقصد بعثت پورا ہو جائے گا۔

ہم اس عنوان کے تحت جو مراحل گفتگو کے اور فکر و نظر کے طے کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہیں کہ سیرت النبیؐ لکھنے والوں نے سوانح حیات پیغمبرؐ کو قلمبند کی لیکن سیرت کوئی نہ لکھ سکا۔ یعنی مجھے افسوس تو اس امر پر ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں گزریں کتنے بڑے بڑے محقق اور مجدد پیدا ہوئے جو آسمان علم کے درخشاں ستارے بن کر ابھرے مگر افسوس یہ ہوتا ہے کہ چودہ صدیاں گزرنے کے بعد بھی مجھے آج یہ سمجھنا پڑتا ہے کہ سوانح حیات اور سیرت اور ہے۔ لیکن اس پر تماشہ یہ کہ ہر سوانح نگار نے لکھی تو سوانح مگر عنوان دیا سیرت النبیؐ۔ اب اگر نبیؐ کی سیرت لکھ رہے ہیں، محمد بن عبد اللہؐ کی سوانح حیات ہے تو ہر مسلمان کو اور ہر کلمہ گو کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ سوانح حیات پیغمبرؐ کی لکھے لیکن جب آپؐ عنوان یہ دیتے ہیں کہ ہم نبیؐ کی سیرت بیان کر رہے ہیں تو نبیؐ کی سیرت لکھنے کا حق کسی مسلمان کو پہنچتا ہی نہیں۔

سیرت النبیؐ بیان کرنے کا حق تو امت مسلمہ میں کسی کو پہنچتا ہی نہیں۔ اس لیے کہ

آپؐ یا عام انسان یا امتی جب سیرت لکھنے بیٹھے گا تو کہاں سے لکھنا شروع کرے گا؟ جہاں سے یہ نبیؐ ہے وہاں سے سیرت لکھی جائے گی! ابھی جب سے یہ نبیؐ ہے تب سے سیرت لکھی جائے گی لیکن ہر سیرت نگار نے چالیس برس کے بعد کے واقعات لکھے تو یہ نبیؐ کی سیرت تو نہ ہوئی۔ ہر سیرت نگار نے ایک ہی بات کہی اور جتنی بھی سیرت کی جلدیں لکھی گئیں ہزاروں صفحات کا لے کر دیئے گئے خدا کی قسم اس میں سیرت کہیں نظر نہیں آئی، عظمت پیغمبرؐ کہیں نظر نہیں آئی۔ شان نبوت کہیں نظر نہیں آئی مقام نبوت جو قرآن نے مقرر کیا وہ کہیں نظر نہیں آتا۔ خواہ وہ ابن ہشام لکھنے والے ہوں یا شبلی نعمانی لکھنے والے ہوں سب کبھی پر کبھی بٹھاتے چلے آ رہے ہیں۔

ہر ایک کی سیرت کا آغاز بغیر کسی فکری تبدیلی کے اسی انداز سے ہوتا ہے کہ وہ جمعہ کا روز تھا ۱۲ ربیع الاول کا دن تھا صبح کا وقت تھا جب آمنہؓ کے گھر میں عبد اللہؐ کا یتیم پیدا ہوا۔ جب حضورؐ پیدا ہوئے تو آتش کدہ فارس ٹھنڈا ہو گیا، قصر قیصر و کسریٰ کے چودہ کنگرے گر پڑے، عبد المطلبؓ اور ابوطالبؓ نے نام محمدؐ رکھا پھر اس کے بعد ایک دانی آئی اس نے محمدؐ کو لیا اپنے ساتھ لے گئی۔

یہ برکت تھی وجود محمدؐ کی کہ حلیمہ کے گھر میں خیر و برکت آگئی، ان کی بکری نے دودھ زیادہ دینا شروع کر دیا۔ پرورش ہوتی رہی پھر گیارہ برس کے سن میں جب حضورؐ پہنچے تو بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے اچانک بچے دوڑے ہوئے حلیمہ کے پاس آئے آ کے کہنے لگے کہ دو فرشتے آدمی کی صورت میں آسمان سے اترے تھے انہوں نے پیغمبرؐ کو زمین پر لٹایا ان کا سینہ چاک کیا، غلاظت نکالی نور بھرا، آب زمزم سے دھویا۔ حلیمہ پریشان ہوئیں، موقع پر پہنچیں تو جا کر دیکھا کہ پیغمبرؐ اسلام درخت کے نیچے آرام فرما رہے ہیں نہ کوئی تکلیف ہے نہ کوئی زحمت ہے اس کے بعد واپس لے آئیں۔

عبد المطلبؓ کا انتقال ہو گیا۔ عبد المطلبؓ کے انتقال کے بعد آغوش ابوطالبؓ میں آئے۔ پرورش پاتے رہے، پروان چڑھتے رہے، تربیت ہوتی رہی، ابوطالبؓ پروان

پھر بھی پیغمبر نہ پڑھ سکے۔ پھر تیسری مرتبہ جبرئیل نے یہی عمل کیا۔

کہا: اب تو سمجھ میں آیا۔

کہا: اب سمجھ میں آ گیا، سردی لگ رہی تھی لرزتے ہوئے، کانپتے ہوئے خدیجہ کے گھر پہنچے کہا: مجھے کھل اوڑھا دو، مجھے بخار چڑھ رہا ہے، مجھے سردی لگ رہی ہے، میں پتہ نہیں کیا بن گیا۔

جناب خدیجہ الکبریٰ نے چہرہ محمدؐ سے نکلنے والے نورِ نبوت کو دیکھ کر کہا:

آپ گھبرا میں نہیں آپ کو پتہ ہی نہیں آپ تو رسولؐ بن گئے۔

چلیئے میں آپ کے اطمینان کے لیے ایک عیسائی رشتہ دار کے پاس لے کے چلتی ہوں۔ ورقہ کے پاس لے کے گئیں ورقہ نے چہرہ کو دیکھ کے کہہ دیا میں نے تو اس چہرہ کو توریت و زبور و انجیل میں پڑھا اس میں ساری وہ علامتیں ہیں۔ اگر میں آپ کے زمانے تک زندہ رہتا تو ضرور میں آپ کی تصدیق کرتا۔

اب تجھے کرنے میں کیا تکلیف ہے؟ جب تجھے پتہ ہے کہ یہ نبیؐ بن گئے تو انتظار کس بات کا؟ لیکن نہیں کی تصدیق۔ انتظار کرتا رہا۔ واپس آ گئے۔ بقول صحیح بخاری اس وحی کے بعد اقراء باسم ربك کے بعد وحی آنا بند ہو گئی تین سال تک وحی نہیں آئی۔ پیغمبر مایوس ہو گئے کہ کہیں میں معزول تو نہیں کر دیا گیا۔ آخر کوہِ ابوقیس کی بلندی پر معاذ اللہ چڑھے خودکشی کا ارادہ تھا کہ جبرئیل نے آ کر بازو پکڑا کہ نہیں نہیں خودکشی نہ کرو وحی آگئی پھر وحی پھر وحی آنا شروع ہو گئی اور مسلسل وحی آئی۔

اسلام پھیلتا چلا گیا۔ بچوں میں فلاں ایمان لائے، بڑوں میں فلاں ایمان لائے، عورتوں میں فلاں ایمان لائیں، غلاموں میں فلاں ایمان لائے، اس کے بعد پیغمبرؐ اسلام نے دعا کی کہ ان دونوں میں سے کسی ایک کو مسلمان کر دے۔ ایک مسلمان ہو گئے ایک کافر رہے۔ اس کے بعد اسلام نے اور ترقی کی پھر کافر اور زیادہ پریشان ہو گئے پھر پیغمبرؐ اسلام کے گھر کا محاصرہ کر لیا۔ ایک کو ساتھ لیا ایک کو بستر پر لٹایا۔ ہجرت کر گئے۔

چڑھاتے رہے اور آخر رسولِ اسلامؐ جب غفوان شباب پہنچے تو ابوطالبؓ نے کہا میں بہت غریب ہوں کچھ کھاؤ کھاؤ خود اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ۔ آپ مال تجارت جناب خدیجہؓ کا لے کر سفر پر گئے اور تجارت کا اصول (معاذ اللہ) پیغمبرِ اسلامؐ نے یہ بتایا کہ جب سب لوگ مال فروخت کر چکے تو آپ نے اپنا مال ظاہر کیا جب سب مال فروخت کر چکے تو اپنا مال ظاہر کیا تو ظاہر ہے بہت نفع سے بکا۔ زیادہ نفع لاکر خدیجہؓ کو دیا۔ بہت خوش ہوئیں، آپ کی امانت اور صداقت کی قائل ہو گئیں، متوجہ ہوئیں، آپ کی طرف اپنے غلام یا کنیز یا رشتہ دار کے ذریعہ پیغام عقد بھیجا۔ ابوطالبؓ نے قبول کیا اور قبول کرنے کے بعد ابوطالبؓ نے عقد پڑھا دیا۔

کافر نے محمدؐ کا عقد پڑھا دیا، کافر نے مسلمانوں کے نبیؐ کا عقد پڑھا دیا اور یہ کہہ کر عقد پڑھایا کہ میں اس کا مہر اپنی جیب سے ادا کر رہا ہوں اپنے مال سے ادا کر رہا ہوں۔ عقد پڑھایا، خدیجہؓ گھر میں آئیں تو دولت کے انبار لگ گئے۔

ملیکۃ العرب تھیں، رئیس ترین خاتون تھیں، زندگی آرام سے گزرنے لگی، پھر پیغمبرؐ اسلام کو سچے خواب آنے لگے، پھر پیغمبرؐ اسلام غار میں جانے لگے۔ وہاں چھپ چھپ کر عبادتیں کرنے لگے۔ ستر ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ کئی کئی دن وہاں رہا کرتے تھے۔

ایک دن جبرئیلؑ آیا اس نے کہا اقراء۔

پیغمبرؐ اسلام نے کہا: میں پڑھا لکھا نہیں ہوں۔

کہا: اچھا میرے قریب آؤ۔

پیغمبرؐ کو قریب لیا۔ پروں میں لے کر ایسا بھیچا کہ ناچ کے رہ گئے معاذ اللہ پیغمبرؐ

اسلام!

کہا: اب پڑھو گے۔

کہا: ابھی نہیں پڑھنا آیا۔

کہا: پھر آؤ۔ پھر یہی عمل جبرئیلؑ نے کیا اس کے بعد پھر چھوڑ دیا۔

تین دن غار میں رہے۔ اس کے بعد پھر مدینے کی طرف روانہ ہوئے۔ لوگ چاہتے تھے حضور سیرے یہاں قیام کریں۔ حضور نے کہا: جس گھر پر سیری اونٹنی چلی جائے میں اسی گھر میں مہمان ہوں گا اور وہ اونٹنی ایک صحابی کے گھر پر جا کر رک گئی۔ حضور مہمان رہے اور کئی دن تک مہمان رہے۔ اب جو مدینے آئے تو اسلام نے جنگی صورت حال اختیار کی۔ ۲ ہجری میں بدر ہوئی پھر جنگ احد ہوئی پھر جنگوں پر جنگیں ہوتی چلی گئیں اسلام بڑھتا چلا گیا۔

آخر صلح حدیبیہ کے مرحلے بھی طے ہوئے اس کے بعد پیغمبر اسلام حج آخر کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سے پہلے مکہ فتح ہوا۔ بت شکنی کی۔ علیؑ کو دوش پر بلند کیا۔ کعبے کو پاک کیا۔ ابوسفیان کے گھر کو امان گاہ قرار دیا منافقوں کے لیے اور اس کے بعد یہ سلسلہ آگے بڑھتا چلا گیا۔ پھر رسول اسلام نے جتہ الوداع کیا۔ وہاں سے واپس لوٹے۔ غدیر خم میں جبریلؑ آیہ بلغ لے کر آئے۔ پیغمبر نے اتنی شدید آیت کے بعد جو خطبہ کہا وہ یہ تھا کہ گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر عرب کو عجم پر اور عجم کو عرب پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔

”من کُنْتُ مَوْلا“ کا اعلان تھوڑے ہی کیا ہے صرف گورے کالے بتانے کے لیے رکے تھے۔ وہاں سے واپس لوٹے۔ پھر آپؐ علیل ہو گئے۔ اس کے بعد آپؐ نے کہا کہ مجھے قلم اور کاغذ دے دو میں تمہارے لیے کوئی ہدایت نامہ چھوڑ دوں تاکہ تم گمراہ نہ ہو سکو تو ساتھیوں نے کہا حضور کیوں زحمت فرماتے ہیں آپؐ، آپؐ بخار میں ہیں ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔ ساتھیوں کی اس محبت پر اتنے خوش ہوئے رسول اکرمؐ کہ کہا کہ:

”قومواعنی“ چلو جاؤ سیری بارگاہ سے۔

محبت کا اظہار جو کیا تھا۔ پھر پیغمبرؐ کی علالت میں اضافہ ہوتا چلا گیا پھر آخر وہ وقت آیا کہ پیغمبرؐ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے اور پیغمبرؐ کے ساتھی پیغمبرؐ کا جنازہ چھوڑ کر نظام مصطفیٰ قائم کرنے کے لیے چلے گئے۔

یہ ہے سیرت النبیؐ۔ کوئی بات اس سے باہر نہیں ہے جو میں نے بیان کیا میں دعوت فکر دیتا ہوں ملت مسلمہ کو کہ بتاؤ اس سیرت النبیؐ میں سیرت النبیؐ کہاں ہے؟ توجہ! یہ جو نبیؐ کی سیرت بیان کی گئی اس میں عظمت پیغمبرؐ کہاں ہے: اس میں شان رسالت کہاں ہے: اس میں کہیں شان نظر نہیں آتی ہے: یہ تو تاریخ ہے۔ تو جنہیں تاریخ اور سیرت میں فرق معلوم نہیں، جن پڑھے لکھے لوگوں کو تاریخ اور سیرت میں فرق معلوم نہیں ان پڑھے لکھے لوگوں کو علیؑ اور معاویہؓ کا فرق کیسے معلوم ہوگا؟

میں گفتگو مناظرانہ نہیں کر رہا۔ میں تو سیرت النبیؐ بیان کر رہا ہوں۔ بتاؤ اس میں سیرت النبیؐ کہاں ہے؟ بتاؤ اس پوری سیرت النبیؐ میں قرآن کی کس آیت سے استدلال کیا گیا ہے؟ اگر جو میں نے سنائی ہے وہ مکمل سنائی ہے۔ ذمہ دار ہوں ہر جواب کا، اس پوری سیرت النبیؐ کی حمایت میں اگر کوئی قرآن کی ایک آیت بھی پیش کرو گے تو میں ذمہ دار قرآن کی کس آیت سے استفادہ کیا گیا۔

میں تو عرض کر رہا ہوں ناکہ آپؐ نے خواہ مخواہ زحمت کی میں تو مسترد کرتا ہوں اس تمام سیرت النبیؐ کی کتابوں کو۔ بے کار محنت کی آپؐ نے، ویسٹ کیا ناظم اپنا۔ کوئی فائدہ نہیں ہے مسلمان نسلوں نے یہ کتاب پڑھ کر اپنے نبیؐ کو نہیں سمجھا اس لیے کہ شان نبوتؐ کہیں ہوتی تو سمجھتے اور شان نبوتؐ کہیں بیان کیا جاتی تو سمجھ میں آتا۔ کوئی فائدہ نہیں ہوا ہماری جوان نسل کو بلکہ اس سے متضاد خیال تو ذہن میں آئے۔

یہ خیالات تو ذہن میں آئے کہ نبیؐ ابھی نہیں ہے چالیس برس کے بعد نبیؐ بنا لیکن جب پیدا ہوا تو آتش کدہ فارس ٹھنڈا ہو گیا۔ اگر یہ پیدائشی صاحب اعجاز نہیں تھا تو اس کی پیدائش پر فارس کی آگ کیسے ٹھنڈی ہو گئی، اس کی ولادت پر قصر قیصر کے کنگرے کیسے گر پڑے۔ آتش کدہ فارس کا ٹھنڈا ہونا، قصر قیصر کے کنگرے گرنا یہ بتاتا ہے کہ جب یہ پیدا ہوا تو نبیؐ تھا۔

یہ سیرت النبیؐ کا لکھنے کا بیڑا اٹھانے کو آپؐ سے کس نے کہا تھا؟ نبیؐ نے کہا تھا؟ نہیں۔ اللہ نے کہا تھا؟ نہیں۔ قرآن نے کہا تھا؟ نہیں۔ تو اللہ و رسولؐ کہہ ہی نہیں سکتے تھے کہ ہماری سیرت لکھو اس لیے کہ وہ جانتے تھے کہ آدمؑ کی اولاد کو خاتم النبیینؑ کی سیرت لکھنے کا حق ہی نہیں۔ آپؐ تو اولاد آدمؑ کی بات کرتے ہیں آئیے آدمؑ سے پوچھیں۔ آدمؑ علیہ السلام آپؐ لکھیں گے رسولؐ کی سیرت؟ آدمؑ کہیں گے:

”كنت نبيا و آدم بين الماء والطين“ میں کیسے سیرت لکھوں گا میں تو اس وقت آب و گل کے مراحل طے کر رہا تھا جب سے یہ نبیؐ تھا۔

تو مسلمانوں جب تمہارے بابا آدمؑ کو نبیؐ کی سیرت بیان کرنے کا حق نہیں ہے تو آدمؑ کے لائق بیٹوں کو کس نے حق دے دیا کہ وہ نبیؐ کی سیرت بیان کریں اس لیے کہ نبیؐ کی سیرت مکہ و مدینے سے بیان نہیں کی جائے گی اس وقت سے بیان کی جائے گی جب سے یہ نبیؐ ہے اور یہ کب سے نبیؐ ہے؟

جب کچھ نہ تھا یہ نبیؐ تھا۔ جب عرش نہ تھا۔ یہ نبیؐ تھا۔

جب فرش نہ تھا یہ نبیؐ تھا۔ جب چاند نہ تھا یہ نبیؐ تھا۔

جب سورج نہ تھا یہ نبیؐ تھا۔ جب جنت نہ تھی یہ نبیؐ تھا۔

جب کوثر نہ تھا یہ نبیؐ تھا۔ جب تسنیم نہ تھی یہ نبیؐ تھا۔

جب زمین نہ تھی یہ نور تھا۔ مختصر یوں کہوں کہ جب ساری کائنات عدم کی تاریکیوں

میں تھی نور محمدؐ وجود سے آراستہ تھا۔ جب کچھ نہ تھا نور نبیؐ تھا۔

”اول ما خلق الله نوري“ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور خلق کیا تو اب کون لکھے سیرت؟

تو پھر کون تھا؟ ایک پیدا کرنے والا تھا ایک پیدا ہونے والا تھا۔

مگر بڑی مشکل یہ ہے کہ پیدا کرنے والا بھی بے مثال پیدا ہونے والا بھی بے

مثال۔

خلق کرنے والا بھی بے نظیر خلق ہونے والا بھی بے نظیر۔

خلق کرنے والا بھی نور خلق ہونے والا بھی نور۔

خلق کرنے والا بھی ہادی خلق ہونے والا بھی ہادی اور اب تک تو خلق کرنے والا تو

ہے ہی لاشریک، خلق ہونے والا بھی لاشریک ہے۔

لیکن میں دوستو! اگر ایک لمحے کے لیے بھی پیغمبر کو لاشریک مان لوں تو مشرک

ہو جاؤں تو اللہ نے اپنی قوت خلقت کے اولین شاہکار کو جب وجود میں لا کر سامنے رکھ کر

دیکھا تو میرا دل کہتا ہے کہ مشیت بھی جہوم اٹھی ہوگی اور اسی وقت مشیت کی زبان سے

نکلا ہوگا۔ واللہ احسن الخالقین

واقعی اللہ احسن الخالقین ہے۔

اور سوچا ہوگا واہ مرے حبیب اتنے ملتے جلتے بنایا تو میں نے بڑی منت سے مگر

اتنے ملتے جلتے، میں بھی نور تو بھی نور۔ میں بھی پاک تو بھی پاک۔ میں بھی طاہر تو بھی

طاہر۔ میں بھی طیب تو بھی طیب مگر مرے حبیب ساری صفات لے لے مگر میں لاشریک

تو بھی لاشریک یہ نہیں ہو سکتا یہ صفت، اپنی صفت واحدانیت سمجھانے کے لیے ہی تو میں

نے تجھے خلق کیا ہے یہ نہیں ہو سکتا۔ ساری صفات لے لے مگر یہ نہیں ہو سکتا۔ لاشریک تو

صرف میں ہوں۔

تو دوستو! اگر میں ایک لمحے کے لیے بھی پیغمبر کی تنہا خلقت کو تسلیم کروں تو اللہ کی

وحدانیت خطرے میں۔ سارے توحید پرستوں کے بستر گول، تو حضور اللہؐ نے اپنی

وحدانیت کے تحفظ کے لیے جس وقت نور نبوت کو خلق کیا بالکل بلا فصل، بغیر ہلکے

جھپکائے، چشم زدن کے فاصلے کے بغیر اور اس وقت تو نہ زمانہ تھا نہ مکان کوئی فاصلہ ہی

نہیں تھا بالکل اسی وقت اس نور محمدؐ سے ایک نور کو اخذ کیا۔ علیحدہ نہیں کیا۔ علیحدہ ہونے

میں فاصلہ ہو جائے گا تو نور کو علیحدہ نہیں کیا بلکہ فوراً بلا فصل ذات و وجہ نے جب اس نور

محمدؐ کو خلق کیا اس نور سے ایک نور کو اخذ کر کے ساتھ نہ رکھ کر یہ کہا:

اگر پہلے گواہی کی ضرورت نہیں تو بعد میں کیا ضرورت ہے؟

سوال تو یہ پیدا ہوگا نا اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ نہیں اسے کسی گواہ کی ضرورت نہیں تو اگر پہلے نہیں تو بعد میں کیوں ہے؟ بعد میں تو شاید بتایا نا تو معلوم یہ ہوا کہ گواہ کی ضرورت ہے۔ جب ہے تو گواہ بعد میں کیسے؟ میں یہ تو نہیں کہتا کہ پیغمبر بھی اللہ کی طرح ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا لیکن میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ عرض کرنے کے موقف میں ہوں کہ جب سے اللہ ہے تب سے اس کی مشیت میں نور محمدؐ گواہ کے طور پر موجود ہے۔ نعرہ حیدری۔

تو جب اللہ کو گواہ کی ضرورت ہے تو اس گواہ کو گواہ کی ضرورت نہیں؟ ماننا پڑے گا تسلیم کرنا پڑے گا کہ جب سے اللہ کا گواہ ہے تب سے اس کے گواہ کی ضرورت ہے تب تو کہانا کہ: ”انا وعلیٰ من نور واحد“

محمدؐ شاید وجود وحدانیت ہے اور علیؑ شاید وجود رسالت ہے۔

تو عرش پر اگر نور علیؑ گواہ رسالت نہ بننا یا شریک نور رسالت نہ بننا تو اللہ کی وحدانیت باقی نہ رہتی۔ کیا کہنے ابو طالبؑ کے بیٹے کے، کہ عرش پر رہا تو وحدانیت کا محافظ فرشتہ پر آیا تو رسالت کا محافظ۔ نعرہ حیدری۔

تو جب سے نور محمدؐ ہے تب سے نور علیؑ کو ماننا پڑے گا ورنہ وحدانیت کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا، تو حید کا کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔ تو ہمارا کلمہ بھی تو نوری ہے۔

”لا الہ الا اللہ“ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی وحدانیت کا اقرار۔

پھر ”محمد رسول اللہ“ اس کے گواہ کی رسالت کا اقرار۔

پھر ”علی ولی اللہ“ اس کے گواہ کے گواہ کی ولایت کا اقرار۔ بدعت کیسے ہوئی؟ لیکن آپ کی بات تو ہمیں سمجھ میں نہیں آتی جو محمدؐ کا گواہ اس سے کچھ نہیں نیتے اور جو کھ کفر کا گواہ۔ آپ پینچے وہاں تک، وہاں تک پینچے آپ جب وہ آ گیا تھا، خیمے کے دروازے پر نیزہ گاڑ دیا تھا رسول اللہؐ نے کہا تھا ہے کوئی جو اس کتے کی زبان باندھ کرے۔

مرے حبیب ساری صفات لے لے اب تو لاشریک نہیں رہا اس لیے کہ میں نے بلا فصل تیرے نور کا شریک علیؑ کو بنا دیا ہے۔ صلوٰۃ

اب اگر ایک لمحے کے لیے بھی خلقت نور محمدؐ سے نور علیؑ کی خلقت کو فاصلہ دو گے تو اتنے عرصے کی وحدانیت خطرے میں پڑ جائے گی تو ماننا پڑے گا۔

جب سے نور محمدؐ ہے تب سے نور علیؑ ہے۔

اور جب تک نور محمدؐ رہے گا تب تک نور علیؑ رہے گا۔ نعرہ حیدری۔

جب سے نور محمدؐ ہے تب سے نور علیؑ ہے اب حدیث نامکمل نہ پڑھا کرو۔

”اول ما خلق اللہ نوری انا وعلیٰ من نور واحد“

اللہ نے سب سے پہلے میرا نور خلق کیا اور میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں۔

نہیں قرآن سے بات کروں گا۔

یا ایہا النبی انا ارسلناک شہداً و مبشراً و نذیراً و داعیاً الی اللہ باذنہ

و سراجاً منیراً۔ (سورۃ احزاب آیت ۳۵-۳۶)

اے رسولؐ ہم نے آپ کو شاہد بنا کر بھیجا، گواہ بنا کر بھیجا۔ گواہ یعنی ہوا کرتا ہے نا، گواہ وہی معتبر ہوا کرتا ہے نا جو یحییٰ ہو۔ ہم نے آپ کو گواہ بنا کر بھیجا۔

دوستو! اگر مدعی پہلے ہو گواہ بعد میں ہو تو جتنے عرصے بعد یہ گواہ بنا اتنے عرصے کا

دعوئی کہاں گیا؟

اگر مدعی پہلے ہو گواہ بعد میں ہو تو جتنے عرصے بعد یہ گواہ بنا اتنے عرصے کا دعوئی

کہاں گیا؟

بغیر گواہی کے رہ جائے گا۔ تو وہ تو ہمیشہ سے ہے۔ مقام ثبوت کی بلندیاں دیکھو وہ

تو ہمیشہ سے ہے نا اور ہمیشہ رہے گا تو گواہ کے لیے میں کیا لفظ لاؤں؟ بڑی اہم منزل ہے

یہ بھی بڑی سخت منزل ہے۔ حادث اور قدیم کی منزل ہے اس لیے کہ اگر میں یہ مانوں کہ

مدعی پہلے ہے گواہ بعد میں ہے تو جتنے بعد میں اللہ نے گواہ بنایا اتنے عرصے کی گواہی اور

رحمت للعالمین رسول، خلق عظیم پر فائز رسول، اخلاق حسنہ کا مجسمہ رسول،
مرحب کو کتا کہتا ہے؟ نہیں، حارث کو کتا کہتا ہے؟ نہیں، عسکر کو کتا کہتا ہے؟ نہیں،
ابو جہل کو؟ اس گن کفر کج بخت نے کیا جسارت کر دی کہ جبین رسالت پر شکن پڑ گئی
اور جملہ کہہ دیا کون ہے جو اس کتے کی زبان بند کرے۔

یا رسول اللہ! نہ خیر میں آپ نے کسی دشمن کو یہ کہا، نہ خُص میں آپ نے کسی دشمن
کو یہ جملہ کہا، نہ بدر میں کہا، نہ احد میں کہا، نہ ابوجہل کو کہا، نہ ابولہب کو کہا، کسی مقام پر
پیغمبر اسلام آپ نے کسی کو کتا نہیں کہا۔ آخر اس نے ایسی کون سی جسارت کر دی تھی۔
آپ نے ابولہب کو کیوں نہیں کہا یہ بھی تو آپ کا سگا دشمن تھا۔ ہاں جواب یہی آئے گا کہ
دشمن وہ بھی تھا لیکن وہ مرد دشمن تھا یہ ناسرد دشمن ہے وہ جب بھی آیا مجھ سے لڑنے میدان
میں آیا یہ بد بخت میدان میں نہیں آیا بلکہ اس نے گستاخی یہ کی کہ اپنا نیزہ میرے خیمے کے
دروازے پر آ کر گاڑ دیا۔ یہ میرے دروازے پر بے ادبانہ آیا اور میں نے اسے کتا کہہ کر
سارے مسلمانوں کو سنا دیا کہ دیکھو اب جو بھی، جہاں بھی، جب بھی میرے دروازے پر
بے ادبانہ آئے وہ کتا ہے۔

منبر کے اس اعجاز کو نبوت میں شک کرنے والے کیا جانیں، علی کی مشکل کشائی اور
ولایت پر یقین نہ رکھنے والے کیا جانیں۔ دنیا سمجھتی ہے رٹ کر آتے ہیں، کتابیں دیکھ کر
آتے ہیں، حفظ کر کے آتے ہیں۔ ہمارے یہاں حافظ نہیں ہوا کرتے، محافظ ہوا کرتے
ہیں: حفظ کر کے آتے ہیں، دلائل حفظ نہیں ہوا کرتے۔ دلائل اور استدلال، علمی پس منظر
میں ہوا کرتے ہیں۔ عقلی پس منظر میں ہوا کرتے ہیں۔

اور اتفاق سے علم کا دروازہ بھی ہمارے پاس ہے، سرگز تعلیم بھی ہمارے پاس ہے۔
روح قرآن! بھی ہمارے پاس ہے۔ جان قرآن! بھی ہمارے پاس ہے۔
گن ایمان! بھی ہمارے پاس ہے۔ مولود کعبہ! بھی ہمارے پاس ہے۔
محافظ شریعت! بھی ہمارے پاس ہے۔ امیر المومنین! بھی ہمارے پاس ہے۔

امام المتقین! بھی ہمارے پاس ہے۔ قائد الغر المحجلین! بھی ہمارے پاس
ہے۔

یعسوب الدین! بھی ہمارے پاس ہے۔ گنتی کا پہلا عدد! بھی ہمارے پاس ہے۔

نقطہ بائے بسم اللہ! بھی ہمارے پاس ہے۔ مولا! بھی ہمارے پاس ہے۔

امام! بھی ہمارے پاس ہے۔ شاہ لافقی! بھی ہمارے پاس ہے۔

شاہ انصاف! بھی ہمارے پاس ہے۔ سرتاج ہل اتی! بھی ہمارے پاس ہے۔

شاہ قل کفی! بھی ہمارے پاس ہے۔ امیر عرب! بھی ہمارے پاس ہے۔

بت شکن! بھی ہمارے پاس ہے۔ باب علم! بھی ہمارے پاس ہے۔

باب حکمت! بھی ہمارے پاس ہے۔ آدم کی صفوت! بھی ہمارے پاس ہے۔

موسیٰ کی بیبت! بھی ہمارے پاس ہے۔ ابراہیم کی خلعت! بھی ہمارے پاس ہے۔

عسیٰ کا زہد! بھی ہمارے پاس ہے۔ یوسف کا جمال! بھی ہمارے پاس ہے۔

توریت کا عالم! بھی ہمارے پاس ہے۔ زبور کا واقف! بھی ہمارے پاس ہے۔

انجیل کا اسکار! بھی ہمارے پاس ہے۔ اسلام کی جان! بھی ہمارے پاس ہے۔

بستر رسول پر سونے والا! بھی ہمارے پاس ہے۔

شاہ کائنات! بھی ہمارے پاس ہے۔

روح ایمان! ہمارے پاس ہے۔ سرتاج اولیاء! ہمارے پاس ہے۔

من کنت مولا! ہمارے پاس ہے۔ مسئلے بتانے والا! ہمارے پاس ہے۔

ہلاکت سے بچانے والا! ہمارے پاس ہے۔ زمانے! تیرے پاس کیا ہے؟

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت

دامن کو ذرا دیکھ، ذرا بند قبا دیکھ

ہم تو بڑائی مارنے والے نہیں ہیں۔ ہم تو اس کے ماننے والے ہیں۔ جس نے اپنی

سب سے بڑی فضیلت کا اپنے منہ سے کبھی اظہار نہیں کیا۔ دوستو! اسی لیے تو علی کو علی مانتا

ہوں۔ خدا کی قسم میرا علیؑ زندگی کے ہر پہلو سے علیؑ ہے۔

علیؑ کا نام بھی علیؑ، کام بھی علیؑ، پیغام بھی علیؑ،

علیؑ کا خاندان بھی علیؑ، علیؑ کی عظمت بھی علیؑ، علیؑ کا حسب نسب بھی علیؑ،

علیؑ کا بچپن بھی علیؑ، علیؑ کا لڑکپن بھی علیؑ، علیؑ کی جوانی بھی علیؑ،

علیؑ کی امانت بھی علیؑ، علیؑ کی ولایت بھی علیؑ، علیؑ کی تصدیق بھی علیؑ،

علیؑ کی شجاعت بھی علیؑ، علیؑ کی جائے ولادت بھی علیؑ،

علیؑ کی جائے شہادت بھی علیؑ،

کہہ دو ہے علیؑ کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل؟

علیؑ کا دین بھی علیؑ، علیؑ کا ایمان بھی علیؑ، علیؑ کا اسلام بھی علیؑ، علیؑ کا قرآن بھی علیؑ،

کوئی شریک نہیں علیؑ کا۔

نبی بھی علیؑ، علیؑ کا خدا بھی علیؑ۔ نعرہ حیدری۔

جب نیند آنے لگے نا تو علیؑ کا نعرہ لگا دیا کرو اس لیے کہ نیند غائب ہو جاتی ہے۔

علیؑ کا نعرہ لگانے سے اپنوں کی نیند غائب ہو جاتی ہے۔ دوسروں کی نیند حرام ہو جاتی

ہے۔ علیؑ کو ساری دنیا میں جو سب سے بڑی فضیلت حاصل ہے:

”وہ خانہ کعبہ میں ولادت ہے“ نہ علیؑ سے پہلے کعبہ میں کوئی پیدا ہوا، نہ علیؑ کے

بعد قیامت تک کوئی کعبہ میں پیدا ہوگا۔

مگر پوری تاریخ کو میرا چیلنج ہے کہ علیؑ نے کبھی اپنے منہ سے نہیں کہا۔ دنیا بتکدوں

میں پیدا ہو کر ڈھنڈورا پیٹتی ہے اپنی عظمت کا، علیؑ خدا کے گھر میں بھی پیدا ہو کر کبھی فضیلت

کا اعلان اپنے منہ سے نہیں کرتا۔ کہیں نہیں کہا علیؑ نے۔ ہر جگہ اپنی فضیلت علیؑ نے بیان

کی ہے انا مدینۃ العلم و علی بابھا ”حدیث وحدانیت“

بارش میں کرتا ہوں، پانی میں برساتا ہوں، رزق میں دیتا ہوں۔

ہوائیں میں چلاتا ہوں، ماؤں کے شکموں میں جنین کی پرورش میں کرتا ہوں۔

حیات میں دیتا ہوں، موت میں دیتا ہوں، فرشتے میرے تابع ہیں۔

زمین کی باتیں میں جانتا ہوں، عرش کی باتیں میں جانتا ہوں۔

سمتوں کا تعین میں کرتا ہوں، ستاروں کو گردشیں میں بتاتا ہوں۔

ساری کائنات ستاروں کے پیچھے چلتی ہے۔

سارے ستارے علیؑ کے پیچھے چلتے ہیں۔ نعرہ حیدری۔

اور جب سارے ستارے علیؑ کے پیچھے چلتے ہیں تو جو ستارہ علیؑ سے آگے چلے وہ

ستارہ ہی نہیں۔ تو اب کون لکھے میرت النبیؐ مجھے تو یہ بتانا ہے نا۔ اب کون لکھے میرت

النبیؐ؟ آدمؑ تو تھے نہیں اس وقت، وہ تو آب و گل کے درمیان تھے تو کب سے یہ نبیؐ ہے

اس وقت سے کوئی ہونا چاہیے جو میرت لکھے۔ بھئی اگر میں کہوں کہ میں عرفان حیدر عابدی

ہوں تو آپ اس کی گواہی دیں گے۔ میری ذات کی گواہی تو ہر ایک دے گا نا کہ ہاں

آپ عرفان حیدر عابدی ہیں۔ آپ ذکر ہیں، آپ خطیب ہیں، آپ ڈاکٹر ہیں۔

لیکن اگر میں یہ کہوں کہ میرا علم یہ ہے، میری ڈگریاں یہ ہیں، میری اسناد یہ ہیں،

میری کوالیفیکیشن یہ ہے تو پورے مجمع میں سے کوئی میری گواہی دینے کا حق نہیں رکھتا اس

لیے کہ میری ذات کے گواہ سب بنیں گے۔ میرے علم کا گواہ کوئی نہیں بنے گا۔ تو نبوت

مقام کمال علم ہے۔

علم الہی کے کمال کا نام ہے نبوت ختمی مرتبتؐ۔ تو اگر ذات محمدؐ کی گواہی ہو تو ہر

امتی کو حق ہے کہ وہ گواہی دے دے کہ ہاں وہ عبد اللہؐ کے بیٹے ہیں عبد المطلبؐ کے

پوتے ہیں۔ ہاشمؐ کے چشم و چراغ ہیں۔ خاندان قریش سے آپ کا تعلق ہے، سب گواہی

دے دیں گے لیکن اگر اعلان رسالت ہو تو کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ جب آپ میرے علم کی

گواہی نہیں دے سکتے تو کون دے گا؟ میرے علم کی گواہی صرف دو شخصیتیں دے سکتی

ہیں۔ یا میرا کلاس فیلو بتائے گا جو میرا ہم جماعت رہا ہو کہ صاحب ہاں میرے ساتھ

پڑھتا تھا، ہم نے ایک ساتھ امتحان دیا، ہم نے ایک ساتھ ڈگریاں لی ہیں۔ یا تو میرا ہم

یا قرآن بتائے یا معصوم بتائے جیسی تو رسولؐ نے کہا تھا ”انی تارک فیکم الثقلین“ قرآن اور اہل بیتؑ چھوڑ رہا ہوں یہ تمہیں سیرت تک لے جائیں گے اور جب تم ابھی سیرت تک نہیں پہنچے پائے تو سنت تک کہاں پہنچو گے۔ نعرۂ حیدری

یکہ۔ سنت کا نتیجہ سیرت نہیں ہے سیرت کا نتیجہ ہے سنت۔ تو ابھی تم چودہ سو برس میں سیرت تک نہیں پہنچے تو یا قرآن بتائے یا معصوم بتائے اسی لیے تو ہم نے:

محمد رسول اللہ ﷺ میں رکھا ہے اوپر لا الہ الا اللہ ہے نیچے علی ولی اللہ ہے۔ تاکہ سیرت پر پوری روشنی پڑتی رہے۔ یہ ہے ہمارے کلمہ کی تصدیق:

ہاتوا برہانکم ان کنتم صادقین

لاؤ لاؤ کوئی دلیل لاؤ اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو اور یہ ہم نے پیغمبر اسلام سے سنا تھا۔ پیغمبر اسلام بتا کے گئے۔ لیکن ایسے ہیں کہ نہ سنتے ہیں نہ مانتے ہیں۔

”صم بکم عمی“ ایک اندھا ہے، ایک بہرا ہے، ایک گونگا ہے۔ تو ہم نہ اندھا اسلام لینا چاہتے ہیں نہ بہرا اسلام لینا چاہتے ہیں نہ گونگا اسلام لینا چاہتے ہیں ہم تو وہ اسلام لینا چاہتے ہیں کہ جو دیکھے تو عین اللہ۔

پیغمبرؐ نے جیسی تو کہا تھا کہ یا علیؑ نہیں پہچانا کسی نے خدا کو مگر میں نے اور تم نے۔ نہیں پہچانا کسی نے مجھ کو مگر اللہ نے اور تم نے اور نہیں پہچانا کسی نے تم کو مگر میں نے اور خدا نے۔ تو جب پیغمبرؐ ہی کہہ گئے کہ اللہ اور رسولؐ کے علاوہ کسی نے علیؑ کو پہچانا ہی نہیں ہے تو میں ابو ہریرہ کی شکایت کیا کروں؟ پہچان ہی نہیں سکتے۔ جاننا اور بات ہے پہچانا اور بات ہے۔

جیسی تو آج تک کوئی کہتا ہے علیؑ ہے، کوئی کہتا ہے ولیؑ ہے۔

کوئی کہتا ہے خلیفہ راشد ہے، کوئی کہتا ہے ابو تراب ہیں۔

کوئی کہتا ہے نا خدا ہیں، کوئی کہتا ہے خدا ہیں۔

یہ نہ پہچاننے کی دلیل ہے۔ شب ہجرت کا فریہ سمجھ رہے ہیں کہ نبی ہیں۔ سورہ

جماعت سیرے علم کی گواہی دے گا یا سیرا ممتحن جس نے ہمیں اس درجے پر فائز کیا ہے وہ گواہی دے گا۔ سورہ رعد کی آخری آیت میں ارشاد ہوا کہ:

وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَسْتَ مُرْسِلًا قُلْ كَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ (سورہ رعد آیت ۴۳)

حبیب کا فر یہ کہتے ہیں کہ تو مرسل نہیں ہے اگر یہ تجھے رسول نہیں مانتے تو نہ مانیں ”قل“ ان سے کہہ دے کہ سیری گواہی کے لیے ایک اللہ کافی ہے اور وہ کافی ہے جسے کل کتاب کا علم عطا کیا گیا ہے۔ کوئی گواہی نہیں دے سکتا علم پیغمبرؐ کی اور سیرت النبیؐ علم پیغمبر کا نام ہے تو اب کسی مسلمان کو سیرت النبیؐ لکھنے کا حق ہی نہیں۔ بے کار محنت کی آپ نے وقت برباد کیا ہے آپ نے۔ اٹھا کر لے جائیے یہ ساری کتابیں کوئی فائدہ نہیں۔ اس سے کچھ استفادہ نہیں کیا جاسکتا۔

اس لیے کہ نبیؐ کی سیرت تو اس وقت سے لکھی جائے گی جس وقت سے یہ نبیؐ ہے تو پھر آپ کہاں سے لکھنے بیٹھ گئے۔ جب آپ کے والد ماجد حضرت آدمؑ کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ اس نبیؐ کی سیرت لکھیں اس لیے کہ سیرت تو اس وقت سے لکھی جائے گی جس وقت سے یہ نبیؐ ہے تو اس وقت کا سیرت نگار تلاش کرو اب سیرت نگار وہ تلاش کرو جو اس وقت سے ہو جس وقت سے یہ نبیؐ ہے اور ایسا کوئی مائی کا لال نہیں ہے سوائے ابوطالبؑ کے لال کے۔ صلوٰۃ

نبیؐ کی سیرت یا تو علیؑ بیان کرے اس لیے کہ اس وقت سے ہے جب سے یہ نبیؐ ہے یا تو ہم جماعت بیان کرے یا ممتحن بیان کرے یا اللہ بتائے کہ سیرت النبیؐ کیا ہے یا تو علیؑ بتائے کہ سیرت النبیؐ کیا ہے۔ توجہ! اللہ آکر نہیں بتاتا۔ اللہ کو جو کچھ بتانا تھا وہ قرآن میں بھیج دیا۔ تو نتیجہ تقریر کا یہ ہوا کہ سیرت النبیؐ ابو ہریرہ کی روایتوں سے نہیں لکھی جائے گی یا قرآن کی آیتیں ہوں گی یا قول معصوم ہوگا۔ صلوٰۃ

سیرت النبیؐ کسی غیر معصوم کو لکھنے کا حق نہیں۔

ہیں علیؑ اور کافر یہ سمجھ رہے ہیں کہ نبیؐ سو رہے ہیں تو مجھے ایک جملہ کہنے کی اجازت دیجیے کہ کیا کہنا مرے مولا تری کیا شان ہے۔ شب ہجرت کافروں نے کچھ غلط سمجھا تو نبیؐ سمجھا اور جنہوں نے بالکل غلط سمجھا انہوں نے خدا سمجھا۔

پچھانا ہی نہیں اگر پہچان لیتے تو ماں اور بیٹی کو دربار میں کھڑا نہیں ہوتا پڑتا۔ نبیؐ کی نمائندگی فاطمہؑ نے کی، علیؑ کی نمائندگی زینبؑ نے کی۔ دونوں دربار میں کھڑی رہیں اور دونوں کا دربار میں کھڑا ہونا بتاتا ہے کہ نہ نبیؐ کو پہچانا نہ علیؑ کو پہچانا۔ مسلمانو! مجھے یہ بتاؤ کہ ان ماں بیٹی کا قصور کیا تھا؟ میں روتا اس بات پر نہیں ہوں کہ حق دیا کہ نہیں دیا۔ نہیں روتا اس بات پر ہوں کہ نبیؐ کی بیٹی چار گھنٹے دربار حکومت میں کھڑی رہی اور کسی مسلمان نے بڑھ کر یہ نہیں کہا فاطمہؑ تھک گئی ہوگی بیٹھ جاؤ۔ جناب فاطمہؑ نے جب یہ شکایت کی ہے نا بابا سے:

بابا صبت علی المصائب لو انھا صبت علی الایام صرن لیا لہ

بابا آپ کے بعد مجھ پر اتنے مصائب پڑے ہیں کہ اگر دنوں پر پڑتے تو سیاہ راتوں میں تبدیل ہو جاتے۔ بابا تیری زندگی میں میری یہ عزت کہ میں بیٹھی رہوں رسالت کھڑی رہے اور آپ کے بعد میری یہ توقیر کہ میں کھڑی رہوں اور امت بیٹھی رہے۔ دوستو چار گھنٹے دربار میں کھڑی رہی اور واپس آ گئی۔

جملہ سن سکو گے جب بیت الشرف میں داخل ہوئیں تو آگے بڑھ کر بڑے بیٹے حسنؑ نے ایک جملہ کہا: اماں جب پتہ تھا کہ حاکم شریف نہیں ہے تو دربار میں گئی کیوں تھیں، عدالت میں گئیں کیوں؟

لیکن فاطمہؑ زہرا سلام اللہ علیہا نے حسنؑ کو کوئی جواب نہیں دیا۔

آگے بڑھ کر حسینؑ نے جملہ کہا: اماں جب تجھے مانگنا نہیں آتا تھا تیرے در پر تو بھکاری ہمیشہ آئے تھے تو اماں گئیں کیوں تھیں مانگنے۔ حسینؑ کو کوئی جواب نہیں دیا۔ آگے جو گئیں تو ایک بچی نے گلے میں باہیں ڈال کر کہا اماں تم دربار اور اتنی دیر!

جب زینبؑ نے پوچھا نا عزا دار تو پیشانی پہ بوسہ دے کے کہا:

زینبؑ سب مجھ سے یہ سوال کریں مگر تو مجھ سے یہ سوال مت کر۔

زینبؑ بس اتنا سمجھ لے دربار کی ابتدا میں کر آئی، دربار کی انتہا تجھے کرنا ہے۔

زینبؑ دربار میں میں بھی گئی، دربار میں تو بھی جائے گی۔ مگر میرے تیرے

دربار میں فرق ہوگا۔ میں مدینے کے دربار میں گئی تو شام کے دربار میں جائے گی۔

زینبؑ میں چار گھنٹے دربار میں کھڑی رہی تو نو گھنٹے دربار میں کھڑی رہے گی۔

زینبؑ مگر میرے تیرے دربار میں فرق ہوگا میں جب دربار میں گئی تو میرے

ہاتھ کھلے ہوئے تھے، میرے سر پر ردا تھی۔ تو جب دربار میں سمائے گی تو تیرے ہاتھ

بندھے ہوں گے، تیرے سر پر ردا نہیں ہوگی۔ تخت پر یزید بیٹا ہاتھ میں چھڑی

ہوگی حسینؑ کا سر ہوگا۔

مجلس پنجم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں عشرہ محرم کی پانچویں تقریر مقصد بعث رسول کے عنوان سے آپ حضرات کی سماعت کے لیے ہدیہ ہے۔ میں آپ حضرات کی مسلسل توجہات اور اس ذوق کی قدر کرتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ میں ان امور پر گفتگو کروں کہ جو امور ہماری نوجوان نسل کے ذہن میں کشمکش پیدا کرتے ہیں۔ اس لیے کہ بزرگوں سے تو میں خطاب کی جسارت ہی نہیں کر سکتا۔ جو ان کے لیے قابل قبول ہو وہی انداز گفتگو ہونا چاہیے وہی معیار خطابت ہونا چاہیے یعنی پھر سن و سال اور ذہن و فکر کے فاصلے کو پیش نظر رکھنا بھی مقرر کی ذمہ داری ہے۔

اگر میں ان بزرگوں کو مطمئن کرنا چاہوں کہ جو پچاس برس سے مسلسل تقاریر سنتے چلے آ رہے ہیں یا ساٹھ برس سے جنہوں نے سرکار سبط حسن اعلیٰ اللہ مقامہ کی تقاریر سنیں،

جنہوں نے حکیم مرتضیٰ اعلیٰ اللہ مقامہ کی تقاریر سنیں، جنہوں نے خطیب اعظم سید محمد دہلوی کی تقاریر سنیں، جنہوں نے سرکار نقین صاحب کی تقاریر سنیں، جنہوں نے سرکار کتب صاحب اعلیٰ اللہ مقامہ کی تقاریر سنیں، جنہوں نے خطیب عالم اسلام علامہ رشید ترابی صاحب کی تقاریر سنیں، جنہوں نے سرکار نونہروی صاحب کی تقاریر سنیں تو ظاہر ہے کہ جو حضرات اتنے بڑے علم کے دریاؤں سے فیضیاب ہو چکے ہوں مجھ جیسا طالب علم ان کے نہ علم میں اضافہ کر سکتا ہے نہ ان کی فکر میں جلا دے سکتا ہے۔

بزرگوں کا نہ عقیدہ متزلزل ہو سکتا ہے نہ ایمان متزلزل ہو سکتا ہے۔ نہ کسی قسم کا اشتہار ان پر اثر انداز ہو سکتا ہے۔ اور نہ کسی قسم کا جواب ان پر اثر انداز ہو سکتا ہے اس لیے کہ جب وہ کسی قسم کا کوئی اشتہار یا بیان دیکھیں گے یا کمپنی یا پارٹی دیکھیں گے تو کہہ دیں گے کہ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں۔ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے، یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔

لیکن جب میری نوجوان نسل نے اچانک دیکھا کہ یہ تبدیلی کیسی؟ نہ ہم نے بچپن میں دیکھا، نہ لڑکپن میں دیکھا، نہ بزرگوں سے سنا۔ یہ سلسلہ آیا کہاں سے؟ خود بخود ذہن یہ سوچنے لگتا ہے کہ یہ سلسلہ کیا ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے تو ذہنی طور پر ہمارا نوجوان متاثر ہوتا ہے کسی مسئلہ سے لیکن فوراً ہی چونکہ علم کے زمانے کا نوجوان ہے، دو اور دو چار کے نتیجہ کو جانتا ہے، اتنی عقل، اتنی سمجھ اور اتنا شعور ہمارے آج کے پڑھے لکھے نوجوان میں ہے کہ وہ اس نتیجے پر تو پہنچ جائے گا کہ اٹھائیس برس سے تو کچھ نہیں تھا کیا ان سب کے انتقال کو چار ہی برس ہوئے یا صرف چار برس پہلے رحلت فرمائی تھی۔

چونکہ پڑھا لکھا نوجوان ہے تا فوراً وہ تاریخ کے ورق اسٹے گا اور اس میں دیکھے گا کہ نہیں چار برس نہیں چالیس برس نہیں چار سو برس نہیں ہزار برس نہیں چودہ سو برس پہلے انتقال فرمایا تھا تو فوراً ہی وہ علم اور عقل کی کسوٹی پر اس حقیقت کو پرکھنے کی کوشش کرے گا کہ انتقال تو ہوا چودہ سو برس پہلے برسی منائی جا رہی ہے اب! تو وہ یہ سوچے گا کہ یہ جو

نوجوان کی آواز یہ ہے کہ ہمیں سمجھاؤ، ہمیں بتاؤ ہمیں ایجوکیٹ کرو اور ہم بھی یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان مجلسوں سے اتنا آشنا ہو جائیں اتنا آشنا ہو جائیں کہ وہ لال کتاب (ریڈ بک) نہ پڑھیں، علی کی نیچ البلانہ پڑھیں، وہ میکاولی کی پرنس نہ پڑھیں وہ صحیفہ کاملہ پڑھیں، وہ ڈارون کی تھیوری نہ پڑھیں وہ عمیقات الانوار پڑھیں۔

لیکن کوئی سمجھانے والا تو ہو، کوئی متوجہ تو کرے۔ میں بھی جانتا ہوں میں نے بھی ان فلسفوں کو پڑھ کر دیکھا ہے۔ ہم نے افلاطون کو بھی پڑھا، ہم نے ارسطو کو بھی دیکھا، ہم نے ہیرنڈی مارسیکو کو بھی دیکھا، ہم نے جان لاک کے فلسفے بھی دیکھے، ہم نے روسو کے فلسفے بھی دیکھے، ہم نے حینٹ، نطشے اور سرکانت کو بھی پڑھا، ہم نے ہٹی کو اٹھا کر دیکھا، ہم نے ایڈورڈ گین کی ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر کو بھی اٹھا کر دیکھا لیکن ان تمام تربیروں سے لے کر آئیٹ اسٹرائٹ تک اور آئیٹ امٹرائٹ تک سے لے کر واٹ از فیمیز تک جتنے بھی اسکالر گزرے ہیں ان سب کے فلسفوں کو میں نے پڑھنے کے بعد اسی وقت مسترد کر دیا تھا جب میں نے کوفے کے منبر پر کسی کو کہتے ہوئے سنا کہ

سلونی سلونی قبل ان تفقدونی۔ صلوات

ہم ان اسکالرس اور ان فلاسفرز کی قابلیت کا انکار نہیں کرتے لیکن جب ہم یہ دیکھیں کہ یہ ایک منزل پر آ کے چپ ہو جاتے ہیں اور علی وہ ہے جو کسی منزل پر چپ نہیں ہوتا کسی ٹاپک پر خاموش نہیں ہوتا۔ نہیں! یہ تو میں نے مغربی مفکرین کے متعلق بتایا۔

آپ ابن رشد کو پڑھیں، آپ ابن ہشام کو پڑھیں، آپ ابن خلدون کو پڑھیں، آپ فخر الدین رازی کو پڑھیں، آپ مولانا مودودی کو پڑھیں۔

آپ امام محمد ابن اسماعیل بخاری کو پڑھیں، آپ صاحب مسلم شریف کو پڑھیں۔

امام احمد بن حنبل کو اٹھا کر دیکھیں، امام شافعی کو اٹھا کر دیکھیں۔

امام مالک کو اٹھا کر دیکھیں، آپ فلسفہ کے امام امام غزالی کو اٹھا کر دیکھیں۔

لیکن جب ہم نے کسی تصنیف پر، کتاب پر، لفظ امام دیکھا تو ہمارے ذہنوں میں

درمیانی فاصلہ ہے یا تو اس درمیانی فاصلے میں اس قابل نہیں تھے کہ تذکرہ کیا جائے۔ یا اگر قابل تذکرہ تھے تو پھر چودہ سو برس جو تذکرہ نہیں کیا گیا اس کا عذاب کس کی گردن پر؟ ماننے والوں کی ہی گردن پر ہو گا نا!

ہمیشہ مجھے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی کا اعتراف ہے اور ہونا چاہیے اس لیے کہ زوال کا وہ پہلا اور آخری دن ہوتا ہے جس دن کسی کو یہ غلط فہمی ہو جائے کہ میں کچھ ہوں۔ کوئی مقرر، کوئی علامہ، کوئی مجتہد، کوئی مفتی، کوئی عالم، کوئی خطیب اگر یہ سوچے کہ منبر پر آ کر وہ کہتا ہے تو خود فریبی کا شکار ہو رہا ہے۔

میں نے کل بتایا تھا کہ سب سے بڑا بے وقوف وہ ہے جو اپنے آپ کو دھوکا دے۔ جو کچھ بھی جسے عطا ہوتا ہے وہ اس کے دروازے سے عطا ہوتا ہے جس کا منبر ہے۔ کوئی تذکرہ نہیں کرتا فکر وہ کراتے ہیں جن کا ذکر ہے۔ دنیا کیا جانے ذاکر یا مقرر یا خطیب یا علامہ صاحب تو ایک سینٹرل آئیڈیا لے کر آتے ہیں اپنے ذہن میں کہ میں اس عنوان پر تقریر کر رہا ہوں لیکن یہ جو درمیان میں سارے مسئلے حل ہو جاتے ہیں، یہ جو درمیان میں سوالات کے جوابات دے دیئے جاتے ہیں یہ کون دیتا ہے؟

مقرر، خطیب، ذاکر، علامہ صاحب نہیں۔ اس اعجاز مولا کو میں آپ سے قسم کھا کر کہہ رہا ہوں اس منبر سے، کوئی تعلق نہیں، کوئی بناوٹ نہیں، کوئی غلو نہیں کہ اس اعجاز مولا کو، اس عطائے امام کو صرف خطیب محسوس کرتا ہے کہ جب وہ منبر پر آتا تو کچھ سوچ کے آتا ہے اور جب منبر پر آتا ہے فکر کرنا شروع کرتا ہے تو پیچھے سے کوئی اشارہ کرتا ہے، کوئی طاقت بتاتی ہے کہ اب یہ کہو، اب یہ کہو، اب یہ کہو.....

دیکھیے یہ باتیں آپ سے کرنے کی ضرورت اس لیے محسوس ہو رہی ہیں کہ ہمارے آج کے اس مشینری دور میں اتنا وقت لوگوں کے پاس نہیں ہے کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں ایک گھنٹہ پہلے آ جائیں، ایک گھنٹہ تقریر سنیں اور پھر ایک گھنٹہ انہیں جانے میں لگے۔ یہ جو اتنے گھنٹے ضائع کرتے ہیں یہ ضائع نہیں ہوتے اور نہ یہ ضائع ہونا چاہیے بلکہ آج کے

ہمارا امام اوجھل نہیں تھا۔ ہمارا طریقہ مطالعہ کیا ہے؟ ہم اسٹڈی کیسے کرتے ہیں؟ اس لیے کہ وہاں تو کوئی کتاب نہیں جو بغیر امام کے ہو۔ یہ امام بخاری ہیں، یہ امام مسلم ہیں، یہ امام فلاں ہیں تو خود بخود قدرتی نتیجہ یہ ہوتا ہے تاکہ جب ہم نے کتاب کے سرنامے پر امام کے لفظ کو دیکھا تو اب ذہن میں ہمارا امام ہے اور جیسے ہم نے یہ پڑھا کہ امام غزالی فلسفے کے امام تھے۔

آپ مجھے معاف کریں گے میں ان موضوعات پر بھی گفتگو کرنا ضروری سمجھتا ہوں تاکہ غلط فہمی دور ہو جائے اس لیے کہ یہ اتنا عظیم شیعان حیدر کرار کا اجتماع جہاں رُلانے کے لیے صرف پانچ منٹ ہوتے ہیں نا! ۵۵! منٹ تک یہ کچھ سنتا چاہتا ہے نا اور کچھ حاصل کرنے کے لیے آتا ہے۔

امام غزالی کو ہم نے پڑھا اور سرنامے پر ہم نے دیکھا کہ امام غزالی کو ملت مسلمہ نے فلسفہ کا امام مانا ہے۔ فلسفہ کے امام ہیں لیکن ان کی علمی قابلیت اس منزل پر پہنچی کہ وہ اپنے فلسفے کی آخری حد تک پہنچے تو ان کی ذات ہی ان کی اپنی نظر میں مشکوک ہوگئی۔ امام غزالی جب اپنے فلسفے کے کمال پر پہنچے تو ان کی اپنی ذات ہی ان کی اپنی نظر میں مشکوک ہوگئی یعنی اپنی ذات پر ہی شک کرنے لگے کہ میں ہوں بھی یا نہیں۔

فلسفی تو ایسے ہوتے ہیں ان کی حالت یہ ہوگئی کہ لوگ ان سے کہتے ہیں کہ جناب آپ ہیں یہ آپ کیسے ہوئے؟ کہا: یہ تو میرا جسم ہے میں کیا ہوں؟ یہ میرا ہاتھ ہے میں خود کیا ہوں؟ یہ میرا چہرہ ہے میں خود کیا ہوں؟ تو آپ نے دیکھا کہ علم اپنے کمال کی منزل پر جا کر بھی مشکوک رہتا ہے۔ یا یوں نہیں یوں سمجھیں کہ مسلمانوں کا بنایا ہوا امام جب اپنے علم کے کمال کی منزل پر پہنچا تو اپنی ذات پر شک کرنے لگا۔

تو جسے اپنی ذات میں شک ہو، جس کی اپنی ذات مشکوک ہو اس کا علم بھی مشکوک۔ جب علم مشکوک تو فلسفہ مشکوک، جب فلسفہ مشکوک تو جو کچھ اس نے دیا وہ مشکوک۔ تو شک چلا نا سلسلہ در سلسلہ۔ انتہا ای چیز کی ہوتی ہے جس کی کوئی ابتدا ہو۔ یاد رکھیں! انتہا اس چیز

کی ہوتی ہے جس کی کوئی ابتداء ہو یہ امام غزالی جو اپنے علم کے کمال پر پہنچے تو ان کی ذات ان کی نظر میں مشکوک ہوگئی جو اپنی ذات میں شک کرے تو اگر وہ نبوت میں شک کرے؟

میرے مولانا ارشاد فرمایا کہ: من عرف نفسه فقد عرف ربه

جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے اللہ کو پہچانا۔

اور جس نے اپنے نفس ہی میں شک کیا..... نہیں یوں کہوں جو اپنے نفس کو پہچان لے وہ مومن ہے اور جو نفس رسول کو پہچان لے۔

اکثر یہ کوشش کرتا ہوں کہ اس سے پہلے کہ میرے نو جوان کے ذہن میں کوئی سوال پیدا ہو میں اس سوال کو اپنے ذہن میں قائم کر کے خود جواب دے دیتا ہوں تاکہ سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آئے اور سوال اپنے ذہن میں خود اس لیے قائم کر لیتا ہوں کہ دروازہ تو سب کا ایک ہے نا! کیونکہ جو سوال میرے ذہن میں کھٹکے گا وہ خود بخود آپ کے ذہن میں بھی آئے گا تو کیوں؟ اپنے ہی ذہن میں پیدا شدہ سوال کو حل کر کے پیش کروں۔ بھی سوال مختلف تو ہو ہی نہیں سکتے مختلف سوال تو ہمارے ذہن میں ہو ہی نہیں سکتے مختلف سوال تو ہمارے ذہن میں اس وقت ہوتے جب دروازے مختلف ہوتے اور جب سب کا ایک ہی دروازہ ہے۔

انا مدينة العلم و علی بابها۔

یہ ہے اتحاد فکر۔ اتحاد فکر وہاں ہوتا ہے جہاں علم ایک ہو جہاں علم ایک ہوگا وہاں فکر ایک ہوگی جہاں علم مختلف ہوگا وہاں فکر اور نظریات مختلف ہوں گے اور نظریات کا تصادم ہی فرقے بناتا ہے۔ معلوم یہ ہوا کہ اختلاف کی بنیاد نظریات کا اختلاف ہے، نظریات کا تصادم ہے بنیاد فرقہ پرستی اور فرقہ بندی۔ اب یہ بات آپ کے ذہن میں رہے پہلے اس مسئلے کو ذرا حل کرتے ہوئے آگے بڑھیں دنیا کے چار امام چار فقہیں کیوں؟ ہمارے بارہ امام ایک فقہ کیوں؟

وہاں چاروں میں اختلاف کیوں یہاں بارہ میں اتحاد کیوں؟ اور اتحاد بھی ایسا نہیں

خاندان الگ نہ قوم الگ۔

ہمارے یہاں اکائی کا عالم یہ ہے کہ حسب بھی ایک، نسب بھی ایک، وجود بھی ایک، نور بھی ایک، ظہور بھی ایک، خاندان بھی ایک، قوم بھی ایک، قبیلہ بھی ایک۔

میں قرآن و احادیث کی ذمہ داریوں سے کہہ رہا ہوں:

قوم بھی ایک، خون بھی ایک، گوشت بھی ایک، پوست بھی ایک۔

علم بھی ایک، عمل بھی ایک، تقویٰ بھی ایک، پرہیزگاری بھی ایک۔

عصمت بھی ایک، طہارت بھی ایک، شجاعت بھی ایک، قیادت بھی ایک۔

نجابت بھی ایک، امامت بھی ایک، ولایت بھی ایک۔

عمل بھی ایک، منزل بھی ایک، جادہ بھی ایک، رہبر بھی ایک۔

کارواں بھی ایک، صہبائے بھی ایک، ساتھی بھی ایک، جام بھی ایک۔

پیانہ بھی ایک، میخانہ بھی ایک۔

ایسے ایک کہ اول بھی ایک، اوسط بھی ایک، آخر بھی ایک، کل کے کل ایک۔ صلوٰۃ۔

ایسے ایک کہ اول بھی محمدؐ اوسط بھی محمدؐ آخر بھی محمدؐ کل محمدؐ کیا کہنے اے

میرے محمدؐ اول! کسی نبی کو یہ جرأت نہیں ہو سکی کہ اپنی زندگی میں اپنی بارہ پشتوں اور بارہ

نسلوں کے کردار کی ضمانت لے کر چلا جائے۔ کیا کہنا علم غیب ختمی مرتبت کہ اپنی زندگی

میں صرف علیؑ کو دیکھ کر کہہ رہے ہیں کہ میرا ہر بیٹا محمدؐ ہوگا۔ ہے کوئی تاریخ انبیاء میں

مثال؟ ہم سے پوچھو مقام نبوت کیا ہے۔ یاد رکھو مقام نبوت ابوطالبؑ کے آستانے سے

ملے گا ابوسفیان کے دروازے سے نہیں ملے گا۔

یعنی آپؐ اندازہ یہ فرمائیں کہ اگر ختمی مرتبت کی پوری سیرت بھی نہ بیان کی جائے

ایک لفظ بھی نہ لکھا جائے اور صرف یہ کہہ دیا جائے کہ یہ نبی وہ ہے کہ اس نے نسلوں کے

آنے سے پہلے اپنی زندگی میں نسلوں کے کردار کی ضمانت لی۔ یا یوں کہوں کہ وہ نوع کی

منزل کہ ایک بیٹے کی ضمانت نہیں لے سکتے یہ میرے نبی کی منزل کہ بارہ بیٹوں کو محمدیت کا

جو ایمر جنسی میں ہوا ہو۔ ہمارے ائمہ کا جو اتحاد ہے نا وہ علمی اتحاد ہے قوی اتحاد نہیں ہے۔

علمی اتحاد ہے اس لیے کہ ایمر جنسی میں نہیں ہوا بلکہ وہاں سے ہو کر آیا۔ یہاں چاروں میں

اختلاف اس لیے ہے کہ اتحاد وہاں ہوتا ہے جہاں علم ایک ہو جہاں افکار ایک ہوں،

جہاں رجحان ایک ہوں، جہاں نظریات ایک ہوں، جہاں خیالات ایک ہوں، جہاں

میلا نات ایک ہوں۔ جہاں یہ سب چیزیں ایک ہوا کرتی ہیں وہاں اتحاد فکر ہوا کرتا ہے

اختلاف وہاں ہوتا ہے جہاں نہ علم ایک ہو، نہ مبلغ علم ایک ہو، نہ نتیجہ فکر ایک ہو۔ میرے

مذہب میں اختلاف کیوں نہیں اس لیے کہ ہم نے بارہ بنائے نہیں، مانے ہیں۔ صلوٰۃ۔

میں نے بارہ بنائے نہیں، مانے ہیں وہاں چار مانے نہیں گئے بنائے گئے۔ چار

بنے۔ بنے ہیں ناسب اس میں کوئی مناظرہ کی بات ہے؟ نہیں! بنائے گئے مانے نہیں

گئے۔ یہاں بنائے نہیں۔ ہمیں بنانے کی ضرورت نہیں ہوتی ہم تو مان لیتے ہیں۔ ہاں یہ

ہماری شرافت ہے کہ ہم ایک مرتبہ جسے مان لیں پھر اس میں شک نہیں کیا کرتے۔ یہ

ہمارے مذہب کی شرافت ہے کہ ہم جسے مان لیں اسے مان لیتے ہیں۔

تو آپؐ دیکھئے ادھر چار بنائے گئے۔ اب ایک امام بنے امام احمد بن حنبل۔ ان کا

علم، ان کا خاندان، ان کا قبیلہ، ان کے رسم و رواج جو تھے انہوں نے اس کے مطابق فقہ

ترتیب دی۔

اب دوسرے امام آئے انہوں نے اپنے علم، اپنا قریہ، اپنے رسم و رواج کے

مطابق کیونکہ مختلف خاندانوں سے آئے ناسب ایک خاندان کے تو نہیں ہیں! امام اعظم

کا خاندان اور ہے نعمان بن ثابت اور ہیں۔ امام احمد بن حنبل اور ہیں۔ امام مالک اور

ہیں۔ امام شافعی اور ہیں۔ مختلف خاندان، مختلف قبیلہ، مختلف مدرسہ، مختلف معلم، تو جب

معلم مختلف ہیں تو علم بھی تو مختلف ہوگا نا! چونکہ جب ایک امام آیا اس نے اپنے علم کو نافذ

کرنا چاہا، دوسرا آیا اس نے اپنے مبلغ علم کو نافذ کیا اس طرح ایک دوسرے سے اختلاف

ہوتے چلے گئے لیکن ہمارے یہاں چونکہ بنائے نہیں گئے اتحاد فکر اس لیے ہے کہ نہ

تاج عطا کر رہے ہیں۔ صلوٰۃ

وہ نوح کی منزل کہ ایک بیٹے کی ضمانت نہیں لے سکے بلکہ پروردگار کی آواز آئی: ”انہ لیس من اہلک“ یہ تیرا اہل نہیں ہے۔ میں قربان ہو جاؤں اپنے مذہب کی حقانیت پر۔ ”انہ لیس من اہلک“ نوح یہ تمہارا اہل نہیں رہا، یہ تمہارا اہل نہیں ہے۔
نوح کے بیٹے نے باپ سے بغاوت نہیں کی تھی۔ پورا قرآن دیکھ جاؤ باپ سے بغاوت نہیں کی تھی۔ باپ سے اگر بغاوت کرتا تو آواز یہ آتی کہ یہ تمہارا بیٹا نہیں رہا تم اس کے باپ نہیں رہے۔

نبی کا ساتھ چھوڑا یا یوں کہوں دونوں بغاوتیں کی تھی نبی کا ساتھ بھی چھوڑا تھا سفینہ نجات میں بیٹھنے سے انکار بھی کر دیا تھا۔ کشتی نوح سفینہ نجات تھی تا اس وقت۔
جبھی تو پیغمبرؐ نے مثال دی ہے ناکہ: مثل اہل بیتي کمثل سفینة نوح
تو سفینہ نجات کو چھوڑا تھا پہاڑ پر بھی چڑھ گیا تھا نبی کا اہل نہ رہا، نوح کا اہل نہیں رہا تو جو خاتم النبیینؑ کا ساتھ چھوڑ دے؟ صلوٰۃ۔

کہہ رہا تھا کہ پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا تو بیچ جاؤں گا یہ نہیں سمجھتا تھا کہ ہر پہاڑ سے اونچا بھی کوئی ہے، ہر بلندی سے بلند بھی کوئی ہے، ہر طاقت سے بھی بڑی کوئی طاقت ہے کہ جہاں پہاڑ بھی غرق ہو جاتے ہیں۔ تو آپ نے دیکھا نوح کا بیٹا اور نوح اپنے ایک بیٹے کی ذمہ داری نہ لے سکے اور خاتم النبیینؑ نے چیلنج کر دیا ساری دنیا کو کہ آزمائینا میرا ہر بیٹا محمدؐ ہوگا۔

خدا کی قسم قیامت تک صداقت پیغمبرؐ کی سب سے بڑی دلیل ہے یہ حدیث ہر بیٹا محمدؐ ہوگا یہ نہیں کہا کہ ہر بیٹا ولی ہوگا ہر بیٹا غازی ہوگا، ہر بیٹا پرہیزگار ہوگا، نہیں۔ اعتماد کی عجب ترین منزل ہے۔

میں یہاں ترجمہ تو نہیں کروں گا، تفسیر میں نہیں جاؤں گا، آیت پڑھ دوں گا پھر آپ مجھ سے نہ کہنا کہ کس منزل پر گفتگو چلی گئی۔ میرا ہر بیٹا محمدؐ ہوگا کہاں کی فضیلتیں دنیا

دیئے پھرتی ہے۔ صرف یہ حدیث کافی ہے ساری فضیلتوں کی عمارتیں منہدم کرنے کے لیے کہ ہر بیٹا محمدؐ ہوگا۔ قرآن سے پوچھو محمدؐ کیا ہے تو قرآن کہے گا: ”وما محمد الا رسول“ یہ محمدؐ تو ہے ہی نہیں یہ زندگی کے ہر لمحے میں رسولؐ ہے۔

محمدؐ نہ سمجھتا جس کا نام محمدؐ ہے، وہ رسولؐ ہے جس کا نام محمدؐ ہے وہ رسولؐ ہے بس یہی تو ہے۔ مقصد بعثت کو صرف ہم سمجھے ہیں کیوں کہ ہمیں تعلق ہے۔ اب باب نبوت بند ہو گیا ہے اب کوئی نبی نہیں آئے گا تو اب بعد پیغمبرؐ اس مقصد بعثت کو آگے بڑھانے کے لیے مکہ مدینہ کے بننے بقال نہیں آئیں گے بلکہ وہ بیٹھیں گے جو کم سے کم محمدؐ ہوں۔

میں جو بات کہنا چاہ رہا ہوں وہ یہ ہے کہ ہم ہی مقصد بعثت کو سمجھے ہیں۔ پورے قرآن مجید سے کوئی یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ بعثت پیغمبرؐ کا مقصد اجماع تھا۔

کیوں بھیجے گئے تھے؟ کیا پیغمبرؐ اسلام اجماع کا قانون بنانے کے لیے آئے تھے؟ کیا شوریٰ کی بدعت قائم کرنے کے لیے آئے تھے؟

کیا قیاس کی روایت کو پیدا کرنے کے لیے آئے تھے؟

کیا قہر و غلبہ کا سبق دینے کے لیے آئے تھے؟

کیا اجماع کا پیغام لے کر آئے تھے؟ نہیں۔

کیا شوریٰ قائم کرنے کے لیے آئے تھے؟ نہیں۔

کہیں پورے قرآن سے ثابت نہیں کیا جاسکتا۔ کیا قیاس کا پیغام لے کر آئے تھے؟ نہیں۔

کیا قہر و غلبہ کا سبق دینے آئے تھے؟ نہیں۔

کیا دھاندلی کا پیغام لے کر آئے تھے معاذ اللہ۔ نہیں۔

کیا الیکشن کی باتیں کرنے آئے تھے۔ پیغمبرؐ؟ نہیں۔

کیا تخت و تاج قائم کرنے آئے تھے۔ پیغمبرؐ؟ نہیں۔

تخت و تاج تو مل رہا تھا پیغمبرؐ کو کافر پیش کر رہے تھے۔ حکومت لے لو، سلطنت

لے لو، دولت لے لو، حسن و جمال لے لو، انہیں برا نہ کہو۔

پیغمبر اسلام کیا تخت حکومت لینے کے لیے آئے تھے؟ کیا ملکوں کو فتح کرنے کے لیے آئے تھے؟ سارے مسلمان بھائی عقیدہ رکھتے ہیں تاکہ جو عمل پیغمبر اسلام نے کیا وہ سنت ہے جو نہیں کیا وہ بدعت ہے اور میرا ایمان ہے، مسلمان کے اس ایمان پر میرا ایمان ہے کہ جو پیغمبر نے کیا وہ سنت جو پیغمبر نے نہیں کیا وہ بدعت۔ پوری تاریخ اسلام سے میں سوال کرنے میں کیا حق بجانب نہیں ہوں کہ کیا ملکوں پر جارحیت کرنا، کیا دوسرے ملکوں پر تلوار کے ذریعے سے حملہ کر کے انہیں فتح کرنا کہیں پیغمبر اسلام نے اپنی زندگی میں ایسا کیا؟

دیکھیں نا تاریخ تو آپ کی ہے میں تو صرف استدلال کر رہا ہوں کیا کسی مقام پر کسی منزل پر پیغمبر نے کیا؟ تاریخ کے کسی حصے میں ایگریسر (agressor) کی صورت میں کہیں ابھرے ہیں؟ کوئی ثابت کر سکتا ہے؟ کیا پیغمبر نے تلوار کے ذریعے سے کسی ملک پر چڑھائی کی؟ تو جب چڑھائی نہیں کی تو یہ سنت رسول تو نہ ہوئی۔ تو جو پیغمبر نے کیا وہ سنت جو نہیں کیا وہ بدعت۔

مجھے نہیں پتا کہ آپ یہ بدعتوں کے اتنے جھنڈے کیوں بلند کرتے رہتے ہیں۔ اس ملک کو فتح کر لیا، اس ملک کو فتح کر لیا۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ پیغمبر تاریخ کے کسی حصے میں معاذ اللہ جارح کی حیثیت سے نمایاں ہوئے؟ نہیں پیغمبر تو وہ ہے جس کے لیے قرآن نے کہا کہ: وما ارسلناك الا رحمة للعالمین

مسلمانوں ہی کے لیے رحمت نہیں عالمین کے لیے رحمت ہے اور تھا نہیں۔ نہیں رحمت آج بھی ہے ورنہ پورا قرآن اٹھا کر دیکھ جاؤ ہر نبی کی امت پر عذاب آیا یا نہیں؟ پورا قرآن بھرا پڑا ہے قوم نوح پر عذاب آیا، عاد و ثمود پر آیا، آسمان سے عذاب کی بارش ہوئی ہے۔ عذاب ہی عذاب۔

چودہ سو برس کی تاریخ گواہ ہے کہ اس امت نے کمال کر دیئے گناہ گاری میں لیکن عذاب نہیں آیا، کیوں؟ یہ زلزلہ، طوفان عذاب نہیں ہوا کرتا؟ یہاں زلزلہ آ گیا، وہاں

طوفان آ گیا، وہاں سیلاب آ گیا، یہ عذاب نہیں ہے۔ اس کے تو عوامل ہیں۔ عذاب وہ ہوتا ہے جیسے تختہ لوط کو الٹ دیا گیا۔

عذاب وہ ہوتا ہے جیسے طوفان نوح ایک تنور سے ابلنا شروع ہوا اور کائنات میں کچھ نہیں تھا پانی کے علاوہ۔ یہ ہوتا ہے عذاب۔

ان حادثات کو چھوڑیں یہ جغرافیائی قدرتی حادثات ہیں یہ عذاب نہیں ہے۔ عذاب وہ ہے جہاں قومیں صفحہ ہستی سے مٹ جائیں اسے عذاب کہا جاتا ہے۔

تو چودہ سو برس میں پوری دنیا میں اگر کہیں عذاب نہیں آتا تو تسلیم کرونا کہ میرا نبی آج بھی اس ساری دنیا کے لیے رحمت ہے اگر ان کی نبوت ختم ہو جاتی تو عذاب آ جاتا اس لیے کہ ان کی نبوت ختم ہو جاتی تو رحمت بھی ختم ہو جاتی لیکن آج تک پوری کائنات پر عذاب نہ آتا حتیٰ اسرائیل پر تو آیا نہیں کجنت نے بیت المقدس پر قبضہ کر لیا پھر بھی عذاب نہیں، مسجد اقصیٰ کو آگ لگا دی پھر بھی عذاب نہیں، مزارات منہدم کر دیئے یہودیوں نے پھر بھی عذاب نہیں۔

اکثر میرے نوجوانوں کے ذہنوں میں یہ سوالات قائم ہوتے ہیں۔ اتنے مظالم ہو رہے ہیں عذاب کیوں نہیں آتا؟ فلاں ملک میں اتنے مظالم ہو رہے ہیں عذاب کیوں نہیں آتا؟ مزارات منہدم ہو رہے ہیں عذاب کیوں نہیں آتا؟ عذاب نہیں آ سکتا اور نہ کبھی آئے گا اس لیے کہ عالمین کے لیے رحمت جو تھا وہ اب بھی ہے اور جب تک وہ ہے عذاب نہیں آئے گا۔

اب تو قیامت ہی آئے گی۔ ساری کائنات وجود سے عدم میں پہنچ جائے گی۔ فیصلہ کن قیامت آئے گی اور وہ کب تک نہیں آئے گی جب تک اس کی رحمت ہے اور اس کی رحمت کے گلے پر چھری پھرے گی۔ میرا آخری امام جب شہید ہوگا قیامت بھی آئے گی عذاب بھی آئے گا۔ ورنہ قیامت تو اسی دن آ جانا چاہیے تھی جس دن کربلا کا واقعہ ہوا لیکن عذاب کیوں نہیں آیا؟ اس لیے کہ عالمین کے لیے جو رحمت ہے وہ ہے۔

امام زین العابدینؑ زندہ تھے اگر امام بھی نہ رہتے تو عذاب آجاتا لیکن چونکہ سلسلہٴ رحمت باقی تھا اس رحمت للعالمین کا وارث رحمت اور آپ دیکھئے، تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں کہ جب کبھی یزید نے کوشش کی کہ امام زین العابدینؑ کو قتل کر دے کتنی شدید تنبیہ ہوئی ہے کہ وہ بار بھی لرزاں ہے، تخت بھی لرزاں ہے یعنی صرف ارادے تھے صرف ارادہ کیا اور ارادے سے وہ باز آیا ہے اور کربلا میں صرف اس لیے عذاب نہیں آیا اس لیے کہ رحمت کا وارث موجود تھا آج اس لیے عذاب نہیں آتا کہ رحمت کا وارث موجود ہے۔

اے میرے آخری امامؑ کے وجود کا انکار کرنے والے احسان فراموش! آج جو عذاب سے بچے ہوئے ہو تو صدقہ ہے فاطمہؑ کے پوتے کا۔ عذاب نہیں آیا اس لیے کہ وارث رحمت موجود ہے۔ عذاب اس لیے نہیں آیا کہ مقصد بعثت مسلسل ہے۔

احسان مانو فاطمہؑ کے بیٹے کا، احسان مانو ابوطالبؑ کے آخری فرزند کا جو ساری کائنات پر آج رحمت کی بارش ہے۔ ابوطالبؑ کی شرافت کا صدقہ ہے۔ فیصلہ کن شعر کہا ہے اور یہ عقیدہ ہمارے ایک اہل سنت کے عالم کا ہے ہمارے حافظ وارث اکبر آبادی صاحب حیات ہیں، ناپینا ہیں، عالم دین ہیں اہل سنت کے انہوں نے کیا قیامت کا شعر امام زمانہؑ کے لیے فرمایا کہ:

ہٹ جائیں گر امام زماں درمیان سے

لاکھوں بلائیں ٹوٹ پڑیں آسمان سے

امامؑ کی قوت ہے کہ جو بلاؤں کو روکے ہوئے ہے کل شئی احصینا فی امام مبین۔ کسی بلا کی جرأت نہیں ہے کہ امت مسلمہ نہیں انسانیت پر حملہ آور ہو سکے اس لیے کہ امام موجود ہے اب یہ اپنے اپنے ظرف کی بات ہے کہ جس کی وجہ سے عذاب سے بچے ہوئے ہو اس کی غیبت پر ایمان لا دیا اس کی غیبت پر شک کرو۔

دوستو! مقصد بعثت مسلسل ہے۔ مقصد بعثت جارحیت نہیں ہے، مقصد بعثت تخت حکومت نہیں ہے کل اس آیت کا ترجمہ کروں گا جسے عنوان بنائے ہوئے ہوں اور قرآنی

آیات سے ثابت کروں گا کہ مقصد بعثت پیغمبر کیا ہے اور پھر اس مقصد کو کون پورا کر سکتا ہے۔ میں تاریخ میں یہ نہیں دیکھوں گا کہ کون منتخب ہوا اور کس نے منتخب کیا۔ میں تو یہ دیکھوں گا کہ مقصد بعثت کو کس نے آگے بڑھایا اس لیے کہ پوری امت مسلمہ کی ہدایت کا سوال ہے۔ کسی ایک فرقہ کی بات ہو تو میں چپ ہو جاؤں پوری امت کا مسئلہ ہے۔

تو دوستو! مقصد بعثت کو جو آگے بڑھائے وہی ہے وارث مسند محمدؐ۔ اس لیے کہ قرآن نے جہاں جہاں بعثت پیغمبرؐ کی وضاحت کی ہے وہاں بنیاد علم کو قرار دیا۔ تو علم وارث کس کا ختمی مرتبت کا اور یہ منتقل ہوا سینے سے سینے کی طرف۔ شبلی نعمانی نے لکھا کہ امام اعظم اور امام صادقؑ کے علم کا کوئی مقابلہ نہیں اس لیے کہ ان کا علم در بدر کا علم ہے اور امام صادقؑ کا علم سینے کا علم ہے۔ ایک معصوم سینے سے دوسرے معصوم سینے کی طرف یا یوں کہوں کہ ایک محمدؐ کے سینے سے دوسرے محمدؐ کے سینے کی طرف۔

توجہ ہے نا کہ جب علم یہاں سینہ بہ سینہ منتقل ہوا تو میں مولانا شاہ احمد نورانی سے یہ پوچھوں جنہوں نے آج کے اخبار میں یہ لکھا کہ امام حسین علیہ السلام بہت عظیم تھے، بہت بڑھے لکھے تھے، بہت یہ تھے، بہت وہ تھے۔ تعریفیں کیں اس کے بعد کہتے ہیں کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ ایک تو انہیں علیؑ اور فاطمہؑ کی تربیت میسر آئی اور دوسرے حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ نے بھی انہیں تربیت دی۔ قربان ہو جائیں بس آپ کی نورانیت کے۔ دیکھو جہاں علم سینہ بہ سینہ آتا ہو وہاں امام حسینؑ کو تربیت حضرت عمرؓ اور حضرت ابوبکرؓ دیں گے خدا کی قسم اگر ایک دن بھی پڑھانے بیٹھے تو امام حسین علیہ السلام کہہ دیتے تھے پڑھاؤ گے تم میرے باپ سے مسئلہ پوچھنے والے!! نعرہ حیدری۔

اور پھر یہاں مصیبت یہ ہے کہ مدعی ست گواہ چست۔ سنیں حضرت فاروق اعظمؓ نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ میں نے پڑھایا۔ بتا دوں دعویٰ بتا دوں پھر نہ کہنا کہ انہوں نے پڑھایا۔ ہاں اتنا تو ضرور کہا تھا اپنے بیٹے سے کہ جاحسؓ سے غلامی کی سند لے لے۔ غلام بھی کبھی آقا کو پڑھاتا ہے؟! صلوات، نعرہ حیدری۔

قربان ہو جائیں آپ کے نور کے، قربان ہو جائیں آپ کی سرمہ والی آنکھوں کے۔ اور دوستو! مجھے بہت افسوس ہے اس لیے بہت احترام کرتا ہوں مولانا نورانی کا کیوں کہ ایک ہی تو نورانی ہیں باقی سب پاکستانی ہیں۔

بہت پڑھے لکھے آدمی ہیں مولانا کے علم میں کوئی کلام نہیں ہے اسلامک ورلڈ مشن کے سربراہ ہیں چھ مہینے تبلیغی دوروں پر باہر رہتے ہیں اور جب سے ذرا نظام مصطفیٰ رکا ہوا ہے تب سے مکمل ہی باہر رہتے ہیں۔ جب سے اس نظام مصطفیٰ کے کام میں ان کی ضرورت نہیں ہے ہمارے صدر مملکت کو۔ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ جتنا تم جانتے ہو اتنا تو میں نافذ کر بھی چکا ہوں۔ تو جب سے یہ کام رکا ہوا ہے جب سے ذرا آؤٹ رہتے ہیں جب ہی تو یہ بیان دیا ہے۔ آؤٹ رہتے ہیں نا!

اور آگے چل کر کیا فرماتے ہیں کہ چونکہ حضرت فاروق اعظم نے بھی تربیت دی تھی اچھا جب کہہ چکے تھے کہ علیؑ اور فاطمہؑ نے تربیت دی تھی تو اب ضروری ہے کہ نہیں لیکن چونکہ اس پر دلیل دی تھی اور اس دلیل کو اگر قیامت تک کے لیے ختم نہ کر دوں تو پھر علیؑ کی دی ہوئی تاثیر کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔

فرماتے ہیں کہ امام حسینؑ کی تربیت میں جہاں حضرت علیؑ اور فاطمہؑ کا دخل ہے وہاں حضرت عثمانؓ اور حضرت صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کا بھی دخل ہے پھر کہتے ہیں کہ یہ حضرت عمرؓ ہی تربیت کا نتیجہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ یہ جملہ ذہن میں رہے کہ حضرت عمرؓ کی ہی تربیت کا نتیجہ ہے کہ حضرت حسینؑ نے یزید کی بیعت نہیں کی۔ ان کی ہی تربیت کا نتیجہ ہے کہ یزید کی بیعت نہیں کی تو ان کی تربیت میں پروان چڑھنے کے بعد اگر حسینؑ یزید کی بیعت نہیں کرتے تو تمام مسلمانوں کی تاریخیں متفق ہیں کہ جناب عبداللہ بن عمرؓ نے، حضرت عمرؓ کے بیٹے نے یہ کہہ کر یزید کی بیعت کی تھی کہ میں یزید کی بیعت اسی طرح کر رہا ہوں جیسے اللہ اور رسولؐ کی بیعت کی تھی تو جو اپنے بیٹے کی تربیت نہیں کر سکا؟ نعرہ حیدری۔

عجیب تربیت ہے، بیٹے کو تربیت دی تو اس سے یہ کہا کہ کر لینا۔ حسینؑ کو تربیت دی تو کہا کہ نہ کرنا۔ نہیں تربیت کی وجہ نہیں ہے ادھر اگر کی گئی تو اس کی بھی وجہ ہے ادھر اگر نہیں کی گئی تو اس کی بھی وجہ ہے۔ آپ غور فرمائیں ادھر اگر کی گئی تو کیوں ادھر اگر نہیں کی گئی تو کیوں؟ بس اب ایک فیصلہ تو ہوا تاریخ میں۔ اب دونوں کیسے برابر ہو گئے؟ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ علیؑ کے بیٹے نے بیعت نہیں کی۔ یزید کو علیؑ کے بیٹے نے نہیں مانا۔ یزید کو فاروق اعظم کے بیٹے نے مانا ہے۔ تو بس بات ختم ہو گئی نا! یزید کو علیؑ کے بیٹے نے نہیں مانا، یزید کو عبداللہ بن عمرؓ نے مانا ہے، تسلیم کیا ہے۔ وہاں انکار ہے، یہاں اقرار ہے تو اب فیصلہ اسی بنیاد پر کر لو کہ علیؑ کے بیٹے نے انکار کیا ہے فاروق اعظم کے بیٹے نے اقرار کیا ہے تو اب حسنینت ہماری ہے یزیدیت تمہاری ہے۔

دیکھیے ہم مجرم کب ہیں جب ہم پہل کریں اگر اس بیان سے پہلے ہم عبداللہ بن عمرؓ کے ایمان پر بحث کرتے تو مجرم تھے لیکن میں تمام علماء کی طرف سے ذمہ داری لے کر کہہ رہا ہوں کہ میرے کسی عالم نے عشرہ محرم سے اب تک عبداللہ بن عمرؓ پر بات ہی نہیں کی لیکن جب آج بات آگئی ان کی تربیت کا نتیجہ تھا تو بھی تربیت تو بیٹے کی بھی کی ہوگی تو اب بات علیحدہ ہو گئی اب حسنینت ہماری ہے اب جسے جسے آنا ہے ہمارے دروازے بند نہیں ہیں۔

حسینیت تو زندگی کے آخری لمحے میں بھی خُرباتی ہے۔ ہمارے یہاں دروازے بند تو نہیں ہوتے زندگی کے آخری دن بھی آ جاؤ تو حوالیہ السلام بن جاؤ، شریک زیارت امام بن جاؤ، رد مال فاطمہؑ پیشانی کی زینت بن جائے۔ حسینؑ کا زانو میسر آ جائے۔ یہ ہے حسنینت ہم شرمندگی کی زندگی گزارنا نہیں چاہتے۔

فخر کے ساتھ جیو اور فخر کے احساس کے ساتھ جیو۔ اور یہ بھی کر بلا کا اعجاز ہے کہ یزید کے لشکر میں سے نکل کر حرا ادھر آیا حسینؑ کے لشکر سے کوئی اس طرف نہیں گیا۔

توحسینؑ نے فیصلہ اسی وقت کر دیا تھا کہ اب قیامت تک ادھر سے تو ادھر آئیں گے ادھر سے ادھر کوئی نہیں جائے گا۔ اگر ادھر سے ادھر جانا ہوتا تو اس وقت چلے جاتے جب چراغ گل کیا تھا۔ جناب زینب سلام اللہ علیہا کے کہنے پر چراغ گل کیا تھا حسینؑ نے۔

بی بی نے ایک جملہ کہا تھا: بھیا اپنے ساتھیوں کو آزما بھی لیا۔ ہمارا سلام انصار حسینؑ کو۔ بھیا: اپنے ساتھیوں کو آزما بھی لیا؟ بہن میرے پٹے ہوئے ہیں۔ بھیا پھر بھی میرے اطمینان کے لیے۔ اچھا بہن چراغ گل کر دیا۔

حسینؑ نے چراغ گل کر کے کیا کہا؟ جسے جانا ہو چلا جائے، میری اجازت سے چلا جائے، میں اجازت دیتا ہوں چلا جائے، جنت کی ضمانت لیتا ہوں جاؤ، میں سردار جنت ہوں جاؤ، میں ضمانت لیتا ہوں میں امام ہوں میں کہہ رہا ہوں چلے بھی جاؤ گے تو میری اجازت سے جا رہے ہو جنت میں جانے کی میں ضمانت لیتا ہوں اب رکنے کا کیا جواز ہے؟

دوستو! آدمی جتنے بھی عمل صالح کرتا ہے وہ جنت میں جانے کے لیے کرتا ہے اور سردار جنت کہہ رہا ہے میں تمہیں جانے کی اجازت دیتا ہوں اور جنت بھی دیتا ہوں جنت تو مل رہی ہے نا اور زندگی بھی مل رہی ہے۔ پھر سرنے کی کیا ضرورت بھی جب زندہ رہ کر بھی جنت میں جانا ہے اور سر کر بھی جنت میں جانا ہے۔ مگر۔

شب عاشور یوں رم وفا پروان چڑھتی ہے

شمع خاموش ہے محفل سے پروانے نہیں جاتے

انصار حسینی نے نہ جا کر بتا دیا کہ جنت کسی خاص مقام کا نام نہیں ہے۔ جنت تو حسینؑ کے قدموں کا نام ہے۔ اگر حسینؑ سے ہٹ کر کہیں جنت ہوتی تو جنت کی بشارت مل گئی تھی سب چلے جاتے لیکن اس کے بعد بھی حسینؑ کے قدموں میں رہنا یہ بتاتا ہے کہ جنت حسینؑ پر قربان ہو جانے کا نام ہے۔

جہاں حسینؑ ہیں وہاں جنت ہے یہ مجلس نہیں یہ جنت ہے۔ یہاں حسینؑ ہیں یہاں

جنت ہے۔ ہمیں تو جنت مل گئی ہم تو قیامت کے دن بھی کہہ دیں گے کہ اے اللہ ہمیں جنت نہیں چاہیے ہمیں تو ذکر حسینؑ چاہیے۔ جسے جانا ہے وہ چلا جائے۔

ایک مرتبہ تلواریں میان سے نکلیں۔ حبیب ابن مظاہرؑ کی قیادت میں انصار حسینؑ، حسینؑ کے پاس نہیں آئے بلکہ زینبؑ کی ڈیوڑھی پر آئے۔ عمامے سر سے پھینکے، تلواریں خیمے کے دروازے پر پھینک کے کہتے ہیں: شہزادی اگر ہماری دوستی کا یقین نہیں ہے تو ہم اپنے ہاتھ سے گردنیں کاٹ کر تیرے بھائی کے قدموں میں ڈال دیں۔

سلام کرو دوستو! امام کے لیے سلام بھیجو۔ رونے کے لیے کہا کہ ایسے روؤ کر بلا والوں کو جیسے بوڑھی ماں جو ان بیٹے کی میت پر روتی ہے۔ حبیب تو بچپن کا ساتھی تھا، جونؑ غلام کے لاشے پر، سعیدؑ کے لاشے پر، وہب کلبیؑ کے لاشے پر آئے، زبیرؑ کے لاشے پر آئے بربر ہدانیؑ کے لاشے پر آئے، ہر لاشے پر خود آئے۔ اکبرؑ کی لاش پر آتے نہ آتے، لیکن بربرؑ کی لاش پر ضرور آئے۔ یہ ہے عدل امام ایک ایک ثار ہو گیا اب کہا: ”تقدم ولدی“ انصار گئے۔

عباسؑ آ کر کہتے ہیں کہ مولا بس اب مجھ سے بچوں کی پیاس نہیں دیکھی جاتی۔ کہا: عباسؑ جاؤ۔ عباسؑ گئے ایک جملہ میں نے کہانا امام نے زندگی کے سامان مہیا کیے عباسؑ گئے دریا پر پہنچے۔

چلو میں پانی لیا پھینک دیا۔ کیا سمجھ کے پھینکا کہ میرے آقا پیاسے ہیں اور جب حسینؑ نے یہ دیکھا کہ عباسؑ تو عباسؑ ہیں عباسؑ کے گھوڑے نے بھی پانی نہیں پیا۔

دوستو! حسینؑ نے ایک جملہ کہا ہے کہ بہن زینبؑ مدینہ واپس جا کر میرے شیعوں سے کہنا کہ جب ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا، میرے بچوں کی پیاس کو یاد کر لینا۔ یہ جملہ میرے مولا نے کیوں کہا؟ کبھی اس پر غور کیا یہ جملہ امام نے فرما کر اپنے شیعوں کی زندگی کی ضمانت لی ہے اس لیے کہ امام جانتے ہیں کہ اگر میں جملہ کہے بغیر دنیا سے چلا گیا تو میرے شیعہ پیاسے رہ جائیں گے۔

مجلس ششم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی یہ چھٹی تقریر آپ کے بہترین ذوق سماعت کی نذر ہے اس سے پہلے کہ آغاز گفتگو کروں یہ ایک کتاب ہے ”وطائف القرآن“ جس میں ائمہ طاہرین کی اسناد صحیحہ کے ساتھ آیات قرآنی پر مشتمل دعائیں ہیں۔ طلب حاجات کے لیے، دفع بلیات کے لیے اور حل مشکلات کے لیے۔ ان دعاؤں کو ہمارے دوست جناب انصار حسین واسطی صاحب نے اپنے زیر اہتمام شائع کرایا اور علمائے کرام نے اس کی پشت پر ان دعاؤں کے اثرات اور اعجازات پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ ان علماء کرام میں سرکار تاج العلماء مولانا محمد تقی صاحب قبلہ، کراچی والے سرکار علامہ ابن حسن نجفی صاحب، علامہ مفتی نصیر الاجتہادی صاحب اور دیگر علماء کرام کی اسناد موجود ہیں۔

آپ حضرات سے میں گزارش کروں گا کہ یہ ”وطائف القرآن“ نامی کتاب ہر گھر میں ہونا ضروری ہے اس لیے زیادہ سے زیادہ اس کتاب کو خرید فرمائیں اور اس اہمیت کے پیش نظر کہ دعا کے مستجاب ہونے کی بنیاد تقویٰ تو ہے ہی لیکن معصومین کے وسیلہ کے بغیر کوئی دعا مستجاب نہیں ہوتی۔ دعا وہی ہے جو ان کے وسیلے سے ہو۔

ہم منکرین وسیلہ تو ہیں نہیں اور ہمارے پاس گنہگار وسیلے بھی نہیں ہیں۔ اصل میں انکار اس لیے نہیں کیا ملت نے کہ وسیلے ہی کا انکار کیا۔ وسیلے کے انکار کی وجہ صرف یہ ہے کہ ملت جانتی ہے کہ ہمارے تو ایسے ہیں نہیں جو وہاں تک دعا کو پہنچا سکیں لہذا وسیلے کے عقیدے ہی کو اذہان ملت سے رخصت کر دیا جائے۔ حالانکہ بات تو بڑی واضح تھی، بات تو بڑی کلیئر تھی جب حدیث قدسی میں یہ ارشاد ہوا تھا: کنت کنزاً مخفیاً میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے خلق کر دیا۔ صلوات۔

بات کتنی واضح ہے عزیزان گرامی کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے خلق کر دیا۔ پروردگار تو جب چھپا ہوا خزانہ تھا جب بھی خزانہ تھا اب ظاہر ہو گیا اب بھی خزانہ ہے۔ جب تجھے کوئی نہیں جانتا تھا جب بھی تو برحق تھا اب تجھے سب جانتے ہیں۔ اب بھی تو برحق ہے۔ جب تجھے کوئی نہیں مانتا تھا تو جب بھی خدا تھا اب تجھے کافی لوگ مانتے ہیں، اکثریت تو اب بھی نہیں مانتی، اکثریت تو ہوتی نہ ماننے والوں کی ہے، اکثریت تو ہوتی مشرکوں کی ہے۔

قرآن مجید نے فرمایا: واكثرهم المنافقون اكثریت منافقوں کی ہے۔

واكثرهم الكافرون اكثریت کافروں کی ہے۔

قليل من عبادى الشكور اقلیت ہی ہمارے شکر گزار بندوں کی اور اکثریت بے وقوفوں کی ہے، اکثریت بے عقلوں کی ہے، اکثریت احمقوں کی ہے۔

يعرفون نعمة الله ثم ينكرونها و اكثرهم الكافرون

(سورہ نحل آیت ۸۳)

کے ساتھ نافذ کرنا چاہتی ہے وہاں الا کا بیان کر کے شدت پیدا کی جاتی ہے۔ جہاں قطعیت کی منزل ہو جس کے بعد کوئی منزل نہ ہو جیسے لا الہ الا اللہ۔

اب قیامت تک کوئی لائق عبادت نہیں ہے تو اب جو خدا کے مقابل آئے گا وہ قیامت تک باطل ہوگا اور بالکل اسی شان سے حکم خدا سے جبرئیل نے کہا:

لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار۔

یعنی جن تیوروں سے کلمہ توحید ہے انہی تمکھوں سے لافٹی۔ نہیں ہے کوئی جوان۔ شدت دیکھیں آپ، نہیں ہے کوئی جوان ”الا علی“۔ نہیں ہے کوئی مرد سوائے علیؑ، قیامت تک جو بھی علی کے مقابلے میں آئے گا وہ کم از کم جوان نہیں ہوگا۔

جب ہی تو پیغمبر اسلام نے کہا: لا عظیم الراية غدا رجلا

کل علم عطا کروں گا مرد کو۔

نہیں ہے کوئی مرد مگر علیؑ اور رجل کی تعریف بھی بتائی اس لیے کہ نگاہ نبی حال کے آئینہ میں مستقبل کے صاحبان قلم کی جنبشوں کو اور مستقبل کے لغت دانوں کی سازشوں کو، مستقبل کے بادشاہان وقت کے چشم و ابرو کے اشاروں کو دیکھ رہی تھی اس لیے رجل کہہ کے بات کو ختم نہیں کیا حدیث کو مسلسل کیا۔

رجل وہ جو کرار ہوگا رجل وہ جو بھاگنے والا نہ ہوگا۔

ربیع الاول کے مہینہ میں ہمارا پروگرام یہ ہوا کرتا ہے۔ نور ربیع الاول کو ہم فارغ ہو جاتے ہیں چونکہ فرصت ہو جاتی ہے تو پھر ہم سننے جاتے ہیں کہ لوگوں نے کیا سنا اور ہم نے کیا کہا تو ہمارا یہ پروگرام ہوا کرتا ہے۔ میں ایسے ہی باتیں نہیں کیا کرتا میں یکم محرم سے جو باتیں کر رہا ہوں وہ خود اپنے کانوں سے سننے کے بعد وہ ایک قدرتی رد عمل ہوتا ہے اور وہ رد عمل ہمارے ذہن و دل میں رائج ہو جاتا ہے اس کو ہم زبان کے ذریعے سے اپنے عوام تک پہنچانا چاہتے ہیں کہ نور ربیع الاول سے تو فرصت ہو جاتی ہے یکم ربیع الاول سے جو سلسلے شروع ہوتے ہیں۔ اچھی بات ہے ضرور ہونا چاہیے۔ ضرور ہونا چاہیے۔ پاکستان

جانتے ہیں کہ یہ اللہ کی نعمت ہے اس کے بعد انکار کرتے ہیں وجہ یہ ہے کہ اکثریت کافروں کی ہے اور قرآن مجید میں جہاں جہاں الا کے ذریعہ استثناء کیا گیا ہے وہاں وہاں اقلیت کی مدح ہے اور اکثریت کی مذمت ہے۔

والثین و الزیتون و طور سینین و هذا البلد الامین

تین کی قسم، زیتون کی قسم، طور سینا کی قسم، بلدا میں کی قسم کہ ہم نے انسان کو

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم پر پیدا کیا۔

ثم ردناہ اسفل سافلین

پھر ہم نے اسے پست سے پست حالت کی طرف پھیر دیا۔

الا الذین آمنوا و عملوا الصالحات (سورۃ التین آیات ۶۴)

سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایمان اختیار کیا اور عمل صالح کیا۔

تو آپ نے دیکھا کہ اکثریت کو تعزیرات میں ڈھکیل دیا گیا اور اقلیت کو سنبھالا گیا۔ سوچنا صرف یہ ہے کہ جہاں جہاں الا کہہ کر ذات واجب نے خطاب فرمایا وہاں وہاں قیام کی شدت کو ظاہر کیا گیا ہے، حکم کی سختی سے نفاذ ہونے کو ظاہر کیا گیا ہے۔

لا الہ الا اللہ کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے مگر وہ جو وحدہ لا شریک ہے۔

لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودة فی القربی کوئی اجر نہیں ہے رسالت کا۔

اجر رسالت نہ نماز ہے، نہ روزہ ہے، نہ حج ہے، نہ زکوٰۃ ہے، نہ مدینہ ہے، نہ قرینہ ہے، نہ تراویح ہے، نہ بستر ہے۔ کوئی شے اجر رسالت نہیں ہے۔ پیغمبرؐ نے یہ نہیں فرمایا کہ نماز پڑھو، اجر رسالت ادا ہو جائے گا۔ ضرور پڑھو، ضرور پڑھو، میرا مقصد یہ نہیں ہے لیکن یہ اجر رسالت نہیں ہے۔ نماز تو عبد و معبود کے درمیان ایک رابطہ ہے لیکن یہ اجر رسالت نہیں ہے۔ نماز کو اجر رسالت قرار نہیں دیا۔ تبلیغی اجتماعات کو اجر رسالت قرار نہیں دیا۔ حج کو اجر رسالت قرار نہیں دیا۔

الا المودة فی القربی یہاں بھی وہی مسئلہ یعنی جہاں بیان کو ذات واجب شدت

میں نہیں ہوں گے تو کہاں ہوں گے۔

پاکستان ہی تو ایک ایسا ملک ہے جہاں ہر قسم کی آزادی ہے تو جہاں سے سارا اسلام لے رہے ہو وہاں تو ذرا سیرت النبی کا کوئی جشن منا کے دیکھو۔ کیا ملت مسلمہ سیرے اس چونکا دینے والے انکشاف پر رات بھر کروٹیں نہیں بدلے گی؟ آج کہ جب بارہ ربیع الاول کو صبح بہاراں کا آغاز ہماری پاک سرزمین پر ۲۱ توپوں کی سلامی سے ہوتا ہے۔ عام تعطیل ہوتی ہے، چراغاں کیا جاتا ہے، پورا پاکستان بقیعہ نور بنا ہوا ہوتا ہے، ہر جگہ جلسے اور جلوس ہوتے ہیں۔

اس دن پورے مرکز اسلام میں جہاں حضور دفن ہیں رسول کے روضے پر ایک بھی چراغ نہیں جلتا۔ اندھیرا ہوتا ہے، تاریکی ہوتی ہے، ایک چراغ نہیں جلایا جاسکتا۔ اس لیے کہ وہاں عقیدہ یہ ہے کہ مقصد بعثت ختم ہو گیا۔ وہاں عقیدہ یہ ہے کہ ہدایت ختم ہو گئی۔ ۱۱ھ کے بعد معاذ اللہ پیغمبر مر گئے۔

بس اب قبر پہ جانا بدعت، اب پھول چڑھانا بدعت، اب فاتحہ پڑھنا بدعت، اب چراغ جلانا بدعت، اب سر جھکانا بدعت۔

غل الہی کے سامنے اگر سجدے کیے جائیں تو انعام ملے اور کائنات کے شہنشاہ کی جالی کو چوموں تو کوڑا پڑے یہ ہے اسلام؟ وہاں مزار پیغمبر پر ایک چراغ نہیں جلتا۔

پاکستان کے مسلمان خوش نصیب ہیں کہ پورا پاکستان ماشاء اللہ بقیعہ نور بنا رہتا ہے، ڈوبا ہوا ہوتا ہے نور میں۔ وہاں کوئی نور مانے تو چراغ جلائے۔ وہاں تو عالم یہ ہے کہ روشنی دیکھ کر روشنی سے گھبراتے ہیں۔ اندھیروں کے پروردہ روشنی پسند نہیں کرتے۔ وہاں چراغ نہیں جلایا جاسکتا۔ کوئی حاضری نہیں دے سکتا اور عقیدہ کیا ہے عقیدہ یہ ہے کہ حضور آئے تھے انہوں نے ہدایت فرمائی اور تشریف لے گئے۔

۱۱ھ کے بعد ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں، ان کا ہم سے کوئی تعلق نہیں۔ بس یہ ہے مقصد بعثت رسول کو نہ سمجھنے کی سب سے بڑی دلیل۔

اگر ہدایت یا بعثت ۱۱ھ کے مسلمانوں تک تھی تو قیامت تک کے مسلمانوں کی گمراہی کا ذمہ دار کون ہوگا؟ لیکن وہاں عقیدہ یہ قائم کیا کہ جو لوگ مرجائیں ان کی قبروں پر مت جاؤ۔ میں تیسری مجلس میں بتا چکا ہوں محدث دہلوی کی روایت کے ساتھ کہ پیغمبر شہدائے بدر کی قبروں پر بھی گئے، جنت البقیع بھی تشریف لے گئے، شہداء کی قبروں پر بھی گئے، صحابہ کے ساتھ گئے قبروں پر فاتحہ بھی پڑھی۔ تو پیغمبر تو سب کی قبروں پر جا رہے ہیں، فاتحہ بھی پڑھ رہے ہیں، تو سب کچھ تو ثابت ہے۔ استغفار بھی کر رہے ہیں۔ اللہ جانے یہ کس پیغمبر کو مانتے ہیں، پتہ نہیں ان کا کون پیغمبر ہے، پتہ نہیں کون سا پیغمبر ہے۔

دیکھو ہمارے پاکستان میں کسی اور پیغمبر کو ماننے کی کوشش مت کرنا۔ ہمارے مسلمان سچے پروانے ہیں شمع رسالت کے۔ ذرا سی منوانے کی کوشش کی تھی غلام احمد قادیانی نے اس کو اس کی پوری قوم سمیت ہم نے کافر قرار دلوا دیا۔ یاد رکھنا اگر ذرا سا تصور بھی کیا اور عقیدہ یہ قائم کیا کہ حضور مر گئے اور معاذ اللہ مردوں کی قبروں پر مت جاؤ۔ میں بھی مانتا ہوں کہ واقعی مردوں کو مدد کے لیے مت پکارو، واقعی مردوں کی قبروں پر مت جاؤ، واقعی مردوں کو یاد مت کرو، واقعی مردوں کو نہیں پکارنا چاہیے۔ جو مر گئے انہیں مت پکارو، جو مر گئے انہیں مت یاد کرو۔ گڑے مردے مت اکھاڑو میں تو خود کہہ رہا ہوں کہ مردوں کو نہیں پکارنا چاہیے، جو مر گئے انہیں مت پکارو، جو مر گئے انہیں مت یاد کرو، جو مر گئے ان کے یوم مت مناؤ۔

عقیدہ سے اختلاف نہیں ہے مگر آپ کو یہ کس نے بتا دیا کہ پیغمبر معاذ اللہ مر گئے۔ مرے پیغمبر کو مردہ سمجھنے والے۔ ہمارا نبی نہیں مرتا اور بڑی عجیب بات ہے بس یہاں سے تو ہمیں اختلاف ہو جاتا ہے بھی کسی ایک مقام پر تو خدا کے لیے ٹھہرا کرو۔ آخر روشنی کی دنیا میں رہتے ہو، علم کی دنیا میں رہتے ہو۔ کسی ایک مقام پر ٹکا تو کرو۔ مگر کیا کریں کسی مقام پر ٹکنا نہ تمہاری عادت ہے، نہ سیرت ہے، نہ طینت ہے، نہ روایت ہے۔ کسی ایک جگہ تم ٹھہرتے نہیں ہو۔

ہم نے بتایا تا کہ پیغمبرؐ مرا نہیں کرتا، پیغمبرؐ زندہ ہے۔ جس کی شریعت باقی ہے، وہ مر کیسے گیا؟ بھی آج سے فیصلہ کرو کہ جو پیغمبرؐ اسلام کو مردہ سمجھتے ہیں وہ صرف کلمہ پڑھا کریں:

لا الہ الا اللہ... محمد رسول اللہ نہ کہا کریں۔

بس وہ لا الہ الا اللہ کہہ کر بات ختم کر دیا کریں لیکن یاد رکھو یہ کلمہ حیات پیغمبرؐ میں بھی تھا آج بھی ہے اور قیامت تک رہے گا۔

پیغمبرؐ کی زندگی میں صحابہ کرام تھے وہ بھی یہی کلمہ پڑھتے تھے کہ: لا الہ الا اللہ کوئی عبادت کے لائق نہیں سوائے اللہ کے اور محمد رسول اللہ اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔

تو جو حیات پیغمبرؐ میں حیات تھے وہ بھی یہی کہتے تھے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جو آج کے مسلمان ہیں وہ بھی یہی کہتے ہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، جو قیامت کا مسلمان ہوگا وہ بھی یہی کہے گا کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو جب ہیں تو پھر مردہ کیسے۔

میں بحث میں بہت دور تک نکلا جا رہا ہوں مجھے راجل تک آنا ہے تو بہر حال عقیدہ یہ ہے کہ معاذ اللہ پیغمبرؐ اسلام مر گئے، مردوں کی قبروں پہ مت جاؤ اس لیے کہ شریعت یہ کہتی ہے۔ بھی آؤ تو شریعت ہی کی لی جاتی ہے نا! اچھا جب شریعت کہتی ہے تو ہر وقت کہتی ہے نا ایسا تو نہیں ہے کہ کبھی کہتی ہے کبھی نہیں کہتی ہے۔ اگر قبروں پہ جانا بدعت ہے تو ہر وقت بدعت ہے نا! اگر ہر شخص کے لیے بدعت ہے تو ہر شخص کے لیے بدعت ہے نا! اگر امتی کوئی قبر رسولؐ پر نہیں جاسکتا تو کسی ملک، کا سربراہ بھی نہیں جاسکتا!

شریعت تو شریعت ہے نا! نہیں نہیں قائد اعظم کی بات چھوڑیں ان کا عقیدہ بہت اچھا ہے وہ تو ہمارے پاکستان کے قائد اعظم ہیں نا میں تو مرکز کی بات کر رہا ہوں مسلمان بھائیوں کا عقیدہ بہت اچھا ہے جہاں سے اسلام اپورٹ کیا جا رہا ہے میں تو وہاں کی بات کر رہا ہوں۔

آپ ذرا توجہ فرمائیں ہم نے کہا تا ہم تو بارہ ربیع الاول اس شان سے مناتے

ہیں کہ کسی ملک میں اس شان سے منائی نہیں جاتی۔ اپنے مسلمانوں کی بات نہیں کر رہا ہوں ہمارے مسلمان تو سارے مسلمانوں سے سچے پکے اچھے مسلمان ہیں۔ صرف یہ بات ذہن میں رکھیں کہ جب شریعت کی پابندی ہے قبر پہ جانا تو ہر ایک کے لیے شریعت نے یہ پابندی لگائی ہے لیکن الحمد للہ جب ہمارے صدر مملکت ۹۰ کروڑ مسلمانوں کے نمائندے خوش عقیدہ ہیں روضہ رسولؐ پر حاضری دیئے بغیر وہ کبھی واپس نہیں آئے اور جب وہ روضہ رسولؐ پر جاتے ہیں تو سارے پاکستان کے اخبارات اٹھا کر دیکھ لو کہ خصوصی فرمان کے ذریعہ اجازت دی جاتی ہے۔

خصوصی فرمان روا خصوصی فرمان جاری کرتے ہیں اور اوپر نہیں جاتے روضہ اقدس کے اندر تک جا کر قبر رسالت کو بوسہ دے کر آتے ہیں۔ کیا کہنے اس شخصیت کے جس کو یہ سعادت نصیب ہو۔ عام مسلمان جالی تک نہیں جاسکتا لیکن وہاں کی حکومت سربراہ مملکت کو خصوصی اجازت نامہ دیتی ہے۔ سوال صرف یہ قائم کرنا چاہتا ہوں کہ اگر شریعت نے منع کیا تھا کہ قبر پہ مت جاؤ تو پھر کوئی خصوصیت نہیں ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر سربراہ ہے تو اپنے ملک کا ہوگا رسولؐ کے تو سب امتی ہیں نا! شریعت کے تو سب پابند ہیں نا! تو اگر میرا جانا وہاں بدعت ہے تو ہر اک کا جانا بدعت ہے نا لیکن سب کے لیے جانا بدعت V.I.P کے لیے جانا سنت!

شریعت کے حکم میں ترمیم ہو جائے اور ترمیم کون کرے حاکم وقت۔ بس یہیں سے ہمارا اختلاف ہے اور قیامت تک رہے گا۔ ہم اس شریعت کو نہیں مانتے جو حاکم کی تابع ہو۔ ہم اس شریعت کو مانتے ہیں حکومت جس کے تابع ہو۔ بس مذہب جعفریہ کا یہ پورا کانٹیشنیشن Constitution ایک جملے میں پیش کر رہا ہوں۔ یاد رکھو شریعت کی حکومت کو ہمارا اسلام۔ شریعت کی حکومت کو ہم نے کل بھی مانا تھا ہم آج بھی مانتے ہیں اور قیامت تک مانتے رہیں گے اور حکومت کی شریعت کو ہم نے کل بھی ٹھکرایا تھا آج بھی ٹھکراتے ہیں اور کل بھی ٹھکراتے رہیں گے۔

شریعت کی حکومت پر ہمارا سلام لیکن حکومت کی شریعت کو ہم نہیں مانتے۔ ہم تو شریعت کی بالادستی چاہتے ہیں اس لیے کہ شریعت سے نظام ہے، نظام سے شریعت نہیں ہے۔ شریعت ہی تو نظام بنا سکتی ہے۔ ہمارے ملک میں جو نظام آرہا ہے وہ شریعت بتائے گی نا! جو شریعت بتائے گی وہ ہم قبول کریں گے۔ شریعت کے تو ہم سب محکوم ہیں۔ شریعت کس نے دی؟ ختمی مرتبت نے۔ شریعت کس نے دی؟ مرکز ہدایت نے۔ شریعت کس نے دی؟ اس نے دی جس کے لیے ارشاد ہوا کہ:

فلا وریک لایومنون حتی یحکمواک فیما شجر بینہم۔ (سورۃ النساء آیت ۶۵)
حبیب یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں تجھے حکم نہ بنالیں۔ میں اگر یہاں بھی تقریر ختم کر دوں تو میری تقریر مکمل ہو گئی۔

اللہ نے قسم کھا کر کہا: تیرے رب کی قسم یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں تجھے حکم نہ بنالیں۔ جب تک اپنے معاملات میں تجھے حکم نہ بنالیں یعنی آیت کا یہ ٹکڑا امت کی اوقات اور پیغمبر کی حقانیت کو واضح کر رہا ہے کہ اوقات امت کیا ہے نبی کے سامنے اور نبی کا مقام کیا ہے امت کے درمیان میں۔ یہ اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے معاملات میں تمہیں حکم نہ بنالیں کیا خوبصورت جملہ ہے: ثم لا یجدوا فی انفسہم ہرجاء مما قضیت ویسلموا تسلیمًا۔

(سورۃ نساء آیت ۶۵)

اس کے بعد یہی نہیں کہ تجھے حکم بنائیں بلکہ پھر یہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی بھی محسوس نہ کریں یعنی جب تو کوئی فیصلہ کر دے تو دل میں بھی کوئی شک نہ آئے۔ زبان تک آ جانا تو بڑی جسارت کی بات ہے دل میں بھی تنگی محسوس نہ کریں دل میں اگر شک آیا تو گئے۔ کوئی آیت سہارا نہیں دے سکتی بلکہ ایسے تسلیم کریں جیسے تسلیم کرنے کا حق ہے۔ صلوات۔

تو میں عرض کر رہا تھا آپ کی خدمت میں کہ شریعت کا جو حکم ہے وہ تو ہر وقت ہے نا! ہم اس لیے ان مقاصد پر اور ان عناوین پر گفتگو کر رہے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی بعثت کا

مقصد واضح ہو جائے اس لیے کہ اگر بعثت سمجھ میں آئی تو نبوت بھی سمجھ میں آئے گی، نبوت سمجھ میں آئی تو اجر نبوت بھی سمجھ میں آجائے گا۔ سارا جھگڑا اسی بات کا ہے کہ جنہوں نے نبوت کو نہیں سمجھا وہ اس کے اجر کو کیا سمجھیں گے۔ بھئی مودت جو ہے وہ اجر ہے نا نبوت کا تو جب نبوت ہی پر ابھی ایمان کامل نہیں تو اجر رسالت تو نتیجہ ہے نا نبوت کا، اس رسالت کا نتیجہ ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ عقیدے یہ قائم کیے گئے کہ پیغمبر اسلام آئے تھے، تشریف لے گئے۔ اب ان کا کوئی رابطہ نہیں۔ لیکن الحمد للہ ہمارے پاکستان میں یہ عقیدہ نہیں ہے پاکستان کی اکثریت کا یہ عقیدہ ہے کہ مصطفیٰ مکمل بھی تھے آج بھی ہیں اور قیامت تک رہیں گے تب ہی تو نظام مصطفیٰ کی بات کی جاتی ہے۔ اس لیے کہ اگر معاذ اللہ مصطفیٰ نہیں ہیں تو پھر ان کے نظام کا فائدہ کیا؟ یہ نظام مصطفیٰ کے نعرے بتاتے ہیں کہ حیات ہیں۔

حیات مسلسل ہے، زندگی مسلسل ہے۔ یہ اس کا نتیجہ ہے۔ تو میں عرض کر رہا تھا کہ یہ ہے ہمارا طریقہ گفتگو۔ لوگ ہم سے کہتے ہیں کہ آپ یہ کہتے ہیں تو میں اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ دنیا نے کوئی ایسا موقع نہیں چھوڑا۔ ہمارا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ ہم ۹ ربیع الاول کے بعد سے تمام جلسوں میں خود شرکت کرنے جاتے ہیں اور ہر ایک کا عقیدہ بھی سنتے ہیں اور اپنے سوال کا جواب بھی سنتے ہیں اور عقل کا ماتم بھی کرتے ہیں اور ہم سب کچھ خود سننے جاتے ہیں۔ میں خود جاتا ہوں۔ ہم جاتے ہیں گاڑی پہ بیٹھ کر تقاریر سنتے ہیں۔ سوالات بھی سنتے ہیں اور جوابات بھی سنتے ہیں اور جتنی عظمتی کے وہ جوابات ہوتے ہیں وہ بھی ہم ذہن میں رکھتے ہیں۔

توجہ ہے نا! تو ہم گئے ایک صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ بڑے مشہور ہیں بڑی فصیح و بلیغ تقریر فرماتے ہیں وہ کہنے لگے کیا ہے یہ ”انا مدینۃ العلم و علی بابہا“ اس کے معنی یہ تو نہیں ہیں جو یہ شیعہ کرتے ہیں اس کے معنی یہ تھوڑی ہیں کہ میں شہر علم ہوں اور اس کے دروازہ علی ہیں اس کے معنی تو یہ ہیں کہ ”انا مدینۃ العلم“ میں علم کا شہر ہوں

اگر کوئی رجل ہوگا تو کرار نہیں ہوگا، اگر کرار ہوگا تو غیر فرار نہیں ہوگا،

غیر فرار بھی اگر ہوگا تو محبت خدا کہاں سے لاؤ گے؟

محبت خدا اگر ہوگا تو محبوب خدا کہاں سے لاؤ گے؟

محبوب خدا اگر ہوگا تو محبوب رسول کہاں سے لاؤ گے؟

محبوب منزل پر آ ہی نہیں سکتا اس لیے کہ کوئی رجل بننے کے قابل نہیں تو کرار کہاں سے بنے گا۔

پھر فرماتے ہیں وہ فصیح و بلیغ صاحب یعنی تاریخ کا آپریشن بھی ہم جو استدلال کرتے ہیں تو تاریخ کے حوالے دیتے ہیں لیکن ایک آدمی سرے سے ساری تاریخ ہی الٹ دے اب اس کا تو کوئی علاج ہی نہیں ہے نا!

کہا: علیٰ خیر میں کہاں گئے تھے علیٰ کو گھر میں چھوڑ کر گئے تھے۔ حالانکہ یہ خیبر کا واقعہ ہے ہی نہیں تاریخی اعتبار سے رکے ہیں علیٰ گھر پر، ایک جنگ میں گھر پر رہنے کا حکم دیا پیغمبر نے لیکن خیبر تو نہیں ہے وہ۔ بتانا میں اس لیے نہیں ہوں کہ کہیں پتا نہ چل جائے انہیں اور وہ کہیں صحیح نہ کر لیں اس کو۔

کہا: علیٰ خیر میں کہاں گئے تھے علیٰ کو تو گھر پر چھوڑ کر گئے تھے رسول اللہ تو جب عورتوں نے طعنے دیئے ہیں۔ علیٰ تم گھر میں بیٹھے تب علیٰ بھاگے ہیں خیبر کی طرف۔ میں نے اسی وقت کہا تھا: مانا کہ علیٰ خیبر میں نہیں گئے، تسلیم کہ علیٰ کو رسولؐ لے کر نہیں گئے، یہ بھی صحیح فرمایا کہ عورتوں نے طعنے دیئے، یہ بھی صحیح فرمایا کہ علیٰ بھاگے ہیں گھر سے خیبر کی طرف لیکن یہ تو جواب دے دو کہ علیٰ گھر سے خیبر کی طرف تو گیا ہے خیبر سے گھر کی طرف تو نہیں بھاگے۔

ٹھیک ہے میں سب کچھ مان لیتا ہوں جواب تو اس وقت دوں جب کوئی تاریخ صحیح ہو اور جسے جنگ تک یاد نہ ہو کہ کون سی جنگ تھی اور جنگ تمہیں یاد رہے بھی نہیں سکتی کیوں کہ جنگ سے تمہارا تعلق کیا ہے؟ تو جواب دینے کی ضرورت کیا ہے کہ نہیں علیٰ گئے تھے

”علیٰ بابہا“ اور اس کا دروازہ بڑا ہے اس کے معنی یہ تو نہیں کہ علیٰ دروازہ ہیں اس کے معنی تو یہ ہیں کہ اس کا دروازہ بڑا ہے۔

میں نے اسی وقت کہا تھا شاہ جی سے کہ شاہ جی علیٰ کا بدترین دشمن بھی علیٰ کا نام تو منار کا لیکن علیٰ کے نام کے معنی نہ منار کا رکھا بڑا ہی۔ توجہ ہے نا آپ کی؟ بات تو جب تھی کہ جب علیٰ کے معنی چھوٹا کر دیتے۔ رہا تو پھر بھی علیٰ بڑا ہی نا وہیں سے مجھے جدے کرنے پڑے حکمت نبوت کو۔

یا رسول اللہ آپ جانتے تھے کہ ملت کیسے کیسے راستے تلاش کرے گی۔ یعنی جہاں پیغمبر اسلام نے نام لیا وہاں معنی بدل دیئے۔ جہاں صفت بتائی وہاں موصوف بدل دیا۔ یعنی ابھی دھاندلی جاری ہے کہ اگر پیغمبر نے کہیں نام لے لیا علیٰ کا تو علیٰ کے معنی بڑا اور اگر کہیں صفات بتائیں تو کہا یہ علیٰ کی صفت تھوڑی ہے، یہ تو فلاں صاحب کی صفت ہے۔ یعنی جب صفت بتائی تو موصوف بدل دیا تو پیغمبر اسلام نے بھی جنگ خیبر میں فیصلہ کر لیا تھا کہ میں بھی نام نہیں بتاؤں گا اور صفت نہیں صفات بتاؤں گا۔

دیکھوں گا کس کس صفت کو اپنے اپنے مرکز سے ہٹا کر کس کس موصوف کو تلاش کرو گے۔ اس لیے ایک صفت نہیں بتائی فرمایا: لا عظمین الراية غذا رجلا کرا غیر فرار کل علم عطا کروں گا مرد کو، دوسری صفت کرار کو، تیسری صفت غیر فرار کو، چوتھی صفت محبوب خدا کو، پانچویں صفت محبت خدا کو، چھٹی صفت محبوب رسول کو، ساتویں صفت محبت رسول کو۔

تو پیغمبر جانتے تھے کہ اگر میں نام لوں گا تو معنی بدلیں گے۔ صفت بتاؤں گا تو موصوف بدلیں گے اس لیے ایسی حدیث بیان فرمائی جہاں ایک صفت نہیں بیان فرمائی سات سات بیان فرمائیں۔ شخصیت ایک صفات سات بتائیں۔ کل کے دن علم عطا کروں گا! رجل کو، کرار کو، غیر فرار کو، محبوب خدا کو، محبت خدا کو، محبت رسول کو، کہاں کہاں تک صفت کو کھینچ کر لے جاؤ گے۔

فلاں کتاب میں ہے، فلاں روایت میں ہے۔ ضرورت ہی کیا ہے؟ جب سوال ہی غلط ہے۔ تو میں کہہ رہا ہوں کہ علی گھر سے خیبر کی طرف گئے تھے، خیبر سے گھر کی طرف بخیریت تمام تشریف نہیں لائے تھے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ امت نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جہاں پیغمبرؐ نے نام لیا وہاں معنی بدل دیا اور جہاں صفت بتائی وہاں موصوف بدل دیا اور اس کی وجہ صرف یہ کہ نبوت سے آشنا نہیں ورنہ قول پیغمبرؐ میں جس کے لیے حکم یہ ہو کہ:

ما انا کم الرسول فخذوه وما نهاکم عنه فانتهوا (سورہ حشر آیت ۷)

جو رسول تمہیں دیں اسے لے لو اور جس سے منع کر دیں اس سے رک جاؤ۔ وہاں جرأت نہیں۔ لیکن جرأت کیوں ہے۔ جرأت اس لیے کہ احترام نہیں۔ اور احترام اس لیے نہیں کہ معرفت نہیں اور معرفت اس لیے نہیں کہ علم نہیں اور علم اس لیے نہیں کہ قسمت میں باب علم نہیں۔

اگر پیغمبر اسلام کی معرفت ہو تو کبھی نہ کہتے کہ کوئی وسیلہ نہیں ہے۔ ورنہ یہ حدیث، حدیث نہیں حدیث قدسی ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں۔ پروردگار تو نے کیوں چاہا؟ کیا تو پہچانو انے کا محتاج تھا؟ مالک تجھے کیا ضرورت تھی مجھ کو انے کی؟ تو جواب یہی آئے گا کہ سنت الہی بنا دینا چاہتا تھا اپنے اس عمل کو کہ اگر کوئی خزانہ ہو تو پوشیدہ نہیں ہونا چاہیے، اس پر پابندیاں نہیں ہونا چاہئیں، اس کو بیان کیا جانا چاہیے، یا کہیے حق تھا حق نے خود چاہا کہ میں ظاہر ہوں، حبیب میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو میں نے تجھے پیدا کر دیا۔

مقصد بعثت پیغمبرؐ کیا تھا اللہ کو پہچوانا۔ میں نے چاہا کہ میں پہچوایا جاؤں تو پروردگار تو اگر چاہتا تو اپنے آپ کو پہچو سکتا تھا۔

تو ”انک علی کل شیء قدير“ ہے، تو قدرت کاملہ رکھتا ہے۔

میرے مالک! تجھے اپنی معرفت کے لیے محمد کو کیوں وسیلہ بنانے کی ضرورت پیش

آگئی؟ تو جواب یہی آئے گا کہ میری قدرت کاملہ محتاج نہیں تھی میں جب چاہتا مجھ کو ادیتا اپنے آپ کو لیکن نگاہ مشیت حال کے آئینہ میں مستقبل کے منکرین وسیلہ کے عقیدوں کو دیکھ رہی تھی اس لیے میں نے پہلے ہی قانون بنا دیا کہ: میں اللہ! اگر بندوں تک پہنچنا چاہوں۔ اللہ جو ”علی کل شیء قدير“ ہے۔ وہ اگر بندوں تک پہنچنا چاہے تو محمد کو وسیلہ بنائے یعنی وہ جو محتاج نہیں ہے پہنچنے کا، وہ جو محتاج نہیں ہے کسی کو وسیلہ بنانے کا، وہ جو محتاج نہیں ہے مجھ کو انے کا وہ اگر بندوں تک آنا چاہے تو محمد کو وسیلہ بنائے اور یہ گناہگار بندے اگر خدا تک پہنچنا چاہیں تو بغیر وسیلہ ہی کے چلے جائیں؟

مقصد بعثت کیا تھا معرفت الہی، کہ اللہ کی پہچان ہو۔ کیا کہنے میرے نبی معظمؐ کے جو اللہ کی معرفت کا وسیلہ ہے۔ ساری کائنات کی نعمتیں قربان اس دانائے سل پر، اول پر، اس گنتی کے پہلے عدد پر، اس وجہ تکوین کائنات، اس علت غائی ممکنات پر، اس مقصد تخلیق شش جہات پر، اس یس پر، اس ط پر، اس منزل پر، اس مدر پر، اس حبیب رب العالمین پر، اس شفیع المذنبین پر، اس رحمت اللعالمین پر، اس احمد مجتبیٰ پر، محمد مصطفیٰ پر۔ صلوات۔

ساری کائنات کی فضیلتیں قربان اس ختمی مرتبت پر جس کے ذریعہ سے اللہ اپنا تعارف کرائے وہ اللہ اگر اپنا تعارف پیش کرے تو محمد کو وسیلہ بنائے۔ تو کتنی عظیم المرتبت یہ ہستی ہوگی جس کے ذریعہ سے اللہ کا تعارف ہو رہا ہے بہت بڑی ہستی۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

کوئی بحث نہیں۔ زبانیں گنگ ہیں، فصاحت و بلاغت کے ہونٹوں پر تالے لگے ہوئے ہیں، دنیا حیران ہے پریشان ہے کہ۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آنچه خوباں ہمہ دارند تو تنها داری

فرش والے تری رفعت کا علو کیا جانیں

خسرو عرش پر اڑتا ہے پھر برا تیرا

گردل دریا عطایہ موج بر گردوں زند

زچہ گردوں دریاں گرداں نماید ہم سخن

اے میرے مولا! اگر تیرے فضائل کا دریا آسمان پر موجیں مارنے لگے تو یہ آسمان کا طویل شامیانہ تیرے فضائل کے دریا میں ایک تنکے کی طرح تیرتا ہوا نظر آئے۔ وہ نبی جس کے لیے شعراء کی زبانیں گنگ، اسکالر کے دل و دماغ پر تالے پڑے ہوئے۔ بقول جوش ملیح آبادی کے کہ جس نے قیامت کا شعر کہہ دیا ہے اور نبوت کی اس سے بڑی تعریف اور مقصد بعثت کی اس سے بڑی وضاحت جیسی جوش ملیح آبادی نے کی ہے کائنات کا شاید ہی کوئی شاعر کر سکے کہ اے نبی:

اس قدر غلٹ میں تو روئے زمیں پر چھا گیا

نوع کو نو سو برس تبلیغ کے ملے۔ دیگر انبیاء کو ڈھائی ڈھائی سو، تین تین سو، دو دو سو برس کی تبلیغات کا موقع ملا۔ میرے نبی کو تو صرف تینیس ۲۳ برس ملے سارے انبیاء محدود ہو کر رہ گئے، سارے انبیاء کی نبوتیں محدود ہو کر رہ گئیں۔ آدمؑ سے لے کر اسحاقؑ کے سلسلہ سے عیسیٰؑ تک اور ادھر اسماعیلؑ تک جتنے انبیاء جلیل القدر ہیں سب پر ہمارا ایمان۔ سب نے حق بعثت ادا کیا، سب نے حق نبوت و تبلیغ ادا کیا۔ لیکن وین مکمل نہیں ہوا۔

کئی کئی سو برس تک تبلیغیں کرتے رہے، وین نامکمل رہا، نعمتیں تمام نہیں ہوئیں، اللہ راضی نہیں ہوا، نبیوں سے نہیں امت سے وہ راضی نہیں ہوا۔ نبیوں سے وہ راضی ہے۔ کیا کہنا تینیس ۲۳ برس کے قلیل عرصے میں میرے نبی نے جو کارنامہ انجام دیا۔ اس پر جوش کہتے ہیں اور قیامت کا شعر کہہ دیا جوش نے اور لوگ کہتے ہیں کہ جوش رسول کو نہیں مانتا۔ غلط ہے اپنی اپنی نظر ہے کہ کوئی کس کے ذریعہ کس کو مانتا ہے بات تو وسیلہ کی ہے نا! تو جوش کہتا ہے۔

اس قدر غلٹ میں تو روئے زمیں پر چھا گیا

لفسی چکرا گئے تاریخ کو غش آ گیا

آؤ ہم بتائیں سیرت النبی کیا ہے۔ ابو ہریرہ کی پوٹلی سے روایتوں کی غلطیتیں نکالنے والو! تم کیا جانو کہ مقام نبوت کیا ہے۔ تم کیا جانو کہ سیرت النبی کیا ہے۔ تم کیا جانو کہ عظمت پیغمبر کیا ہے۔ ہم سے پوچھو حسینؑ کی مجلسوں میں آؤ ہم بتائیں کہ سیرت النبی کیا ہے۔

آج تک کائنات حیران ہے کہ کیا مدبر اعظم تھا۔ ایک عظیم انسان تھا کہ جس کے ذریعے اللہ اپنا تعارف کرائے۔ وہ محتاج نہیں ہے کسی کو ذریعہ بنانے کا۔ ایسا نبی ہے نا! وجد کرو گے موالیان حیدر کرار! ایسا نبی ہے نا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ اپنا تعارف کراتا ہے۔ تو آ جاؤ فاطمہؑ کے گھر میں۔ پوچھو جناب ام المؤمنین ام سلمہؓ سے۔ دیکھو رسول کو چادر اوڑھے ہوئے رسولؐ لیٹے ہوئے ہیں۔

حسنؑ آتے ہیں۔ ماں سے کہتے ہیں: نانا کی خوشبو سونگھ رہا ہوں۔ جاؤ بیٹا۔ نانا سے جا کے کہتے ہیں: نانا اجازت ہے؟ آ جاؤ..... حسینؑ آئے، علیؑ آئے آقاؐ اجازت ہے؟

آ جاؤ بھائی! فاطمہؑ آئیں: بابا اجازت ہے؟ آ جاؤ۔ مختصر کیا۔ واقعہ آپ کا سنا ہوا ہے۔ جب یہ سب آ گئے تو جناب ام سلمہؓ جیسی نیک، اطاعت گزار، عبادت گزار ام المؤمنین کہتی ہیں: اجازت ہے۔ آواز آئی: انت علی الخیر ام سلمہؓ تم خیر پر ہو مگر چادر میں نہیں آ سکتیں۔

یا رسول اللہ! جس کہہ دیتے کہ تم چادر میں نہیں آ سکتیں۔ یہ انت علی الخیر کہنے کی کیا ضرورت تھی بس کہہ دیتے چادر میں نہیں آ سکتیں۔ چنچن کے علاوہ نہیں آ سکتا کوئی۔ آپ کہہ دیتے وہ نیک بی بی تھیں رک جاتیں وہیں۔ وہ تو نیک بی بی تھیں؟ وہ کوئی ضدی تو نہیں تھی، وہ ادب شناس رسالت تھی۔ وہ جانتی تھی کہ رسالت کی بارگاہ میں نظریں اٹھانا بھی جسارت ہے، زبان کھولنا تو بڑی بات ہے۔

حضور آپ کی اتنی نیک بی بی۔ کہہ دیتے: کہ تم نہیں آ سکتیں۔ یہ انت علی الخیر

کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ مگر رسول کا کوئی لفظ خالی از حکمت نہیں ہوا کرتا میں نے جب کہا ہے ام سلمہؓ کو کہ تم خیر پر ہو مگر چادر میں نہیں آسکتیں تو بتانا صرف یہ چاہتا تھا آنے والے موزوں کو کہ دیکھو میری وہ زوجہ جسے میں اپنی زندگی میں خیر پر ہونے کی سند دے رہا ہوں جب وہ اہلیت میں نہیں آسکتی تو جن کے لیے کوئی سند ہی نہ ہو۔ صلوات۔

کہا: یا رسول اللہ میں آجاؤں۔ کہا: تم خیر پر ہو اور جب یہ سب آگئے۔ اگر آپ کے ذہن میں ہے کہ میں چھپا ہوا خزانہ تھا میں نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو اے محمدؐ میں نے تجھے پیدا کیا۔ یعنی اللہ جب اپنا تعارف پیش کرنا چاہتا ہے تو محمدؐ کے ذریعہ سے۔ کیا کہنا اس عظیم المرتبت نبی کا! میں فضائل ابھی بیان کر چکا ہوں مقام نبوت کے۔

اللہ نے تعارف اپنا چاہا تو پیغمبر اسلام کے ذریعہ سے کرایا اور جب یہ آگئے چادر میں تو اللہ نے درود و سلام پڑھنا شروع کیا۔ اللہ نے چاہا کہ میں پہچانا جاؤں تو محمدؐ کے ذریعہ سے۔ اب جب یہ آگئے تو ان پنجتن کی مدح و ثنا عرش پر شروع کی تو فرشتوں نے پوچھا: پروردگار یہ آج کون جمع ہو گئے چادر میں، آج تو کن پر درود و سلام کی رحمتیں کر رہا ہے؟ تو آواز آئی: ہم فاطمہ و ابوہا و بعلہا و بنوہا

اس چادر میں فاطمہؓ ہے، فاطمہؓ کا باپ ہے، فاطمہؓ کا شوہر ہے، فاطمہؓ کے بچے ہیں۔ نام صرف ”ایک کا“ لیا ہوتا! طریقہ کیا ہے تعارف کا؟ بڑے سے چھوٹے کا تعارف کرایا جاتا ہے۔ یہ نہیں کہا جائے گا یہ محمد علی کے باپ ہیں بلکہ یہ کہا جائے گا کہ یہ میرا بیٹا ہے چھوٹے کے ذریعہ سے بڑے کا تعارف کبھی نہیں ہوا کرتا اور پہلا تو مرکز رسالت موجود ہے حدیث کو ایسے آنا چاہیے تھا تاکہ:

اس میں رسولؐ ہے، رسولؐ کی بیٹی ہے، رسولؐ کا بھائی ہے، رسولؐ کے بیٹے ہیں۔ لیکن حدیث یوں نہیں آئی حدیث یوں آئی ہے۔

”ہم فاطمہ“ اس میں فاطمہؓ ہیں، فاطمہؓ کا باپ ہے۔ فاطمہؓ کے ذریعہ سے باپ کا بھی تعارف، بیٹوں کا بھی تعارف، شوہر کا بھی تعارف، عظمت فاطمہؓ پر ساری کائنات

قربان کہ اللہ جب اپنا تعارف کرائے تو محمدؐ کے ذریعہ سے اور جب محمدؐ کا تعارف کرائے تو فاطمہؓ کے ذریعہ سے۔ صلوات۔

یہ ہے مقام سیدہ۔ مطلب کیا تھا کہ عظمت سیدہ سب کی سمجھ میں آئے۔ اللہ جب اپنا تعارف پیش کرے تو نبوت کو ذریعہ بنائے اور نبوت کے تعارف کی جب ضرورت ہو تو فاطمہؓ زہراؓ کے ذریعہ سے تعارف۔ ہے کوئی کائنات میں ایسی ماں؟ ہے کوئی کائنات میں ایسی عصمت و طہارت کی ملکہ کہ جس کے ذریعہ سے ایک ہی وقت میں رسالت کا تعارف ہو رہا ہے، امامت کا بھی تعارف ہو رہا ہے ولایت کا بھی تعارف ہو رہا ہے۔ یعنی اب مرکز فاطمہؓ ہیں، قیامت تک مسلمانو!

اب مرکز تعارف فاطمہؓ ہیں۔ اب کوئی نبی والا ہو یا امام والا ہو ہر ایک کو اس مرکز سے رجوع کرنا پڑے گا۔ نبوت تک جانا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کے ذریعہ سے، امامت تک جانا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کے ذریعہ سے، ولایت تک جانا چاہتے ہو تو فاطمہؓ کے ذریعہ سے۔ صلوات۔

حسینؑ آئے اجازت لے کر گئے چادر میں، حسنؑ آئے پہلے اجازت مانگی پھر گئے، علیؑ آئے پہلے اجازت مانگی۔ چادر کا کونا پکڑ کے کہتے ہیں کہ کیا میں بھی آپ کے ساتھ آسکتا ہوں؟ اجازت مانگی ہے۔ وہ جبرئیلؑ جو ۲۳ برس میں ۲۱ ہزار مرتبہ پیغمبر اسلام پر نازل ہوئے اور کوئی تاریخ نہیں بتاتی کہ جبرئیلؑ نے نازل ہونے سے پہلے کبھی اجازت لی ہو۔ آج اجازت لے رہا ہے۔ کبھی اجازت لے کر نہیں آئے جب حکم ہوا نازل ہو گئے آج جبرئیلؑ بھی اجازت لے کر آ رہے ہیں۔

نہیں وہ حسینؑ! جو بچہ میں بغیر اجازت کے پشت رسالت پر سوار ہو جائے، جسے سجدے میں اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ رسولؐ سجدے میں ہیں اور حسینؑ پشت پہ ہیں۔ کیا اجازت لے کر کر پے چڑھے تھے؟ نہیں بغیر اجازت۔ جس حسینؑ کا عالم یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں اگر دامن میں پیر پھنس گیا اور حسینؑ گر گئے تو رسولؐ خطبہ منقطع

کر کے منبر سے نیچے آئے، حسینؑ کو اٹھایا، گود میں بٹھایا، منبر پر گئے پھر خطبہ شروع کیا۔
اس حسینؑ کا عالم یہ ہے کہ پشت رسالت پر ہے حسینؑ۔ پیغمبرؐ اٹھنا چاہتے ہیں
جبرئیلؑ شانہ پکڑ لیتے ہیں طول دو طول دو سجدے کو اور دنیا کہتی ہے کہ پیغمبرؐ نے ۷۲ مرتبہ
”سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ“ کہا۔

یعنی حسینؑ پشت پر ہے اور رسولؐ کہہ رہے ہیں
”سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ“۔

دوستو! یہ جو دنیا کہتی ہے کہ سجدہ اللہ کے لیے، نماز اللہ کے لیے، اگر کسی غیر اللہ کا
تصور نماز میں آجائے تو نماز باطل۔ مجھے بتاؤ اب جو حسینؑ پشت رسالت پر ہے اور رسولؐ جو
یہ طول دے رہے ہیں تو کیا رسولؐ کے ذہن میں یہ نہیں ہے کہ حسینؑ پشت پہ ہے؟ صلوات
بہتر (۷۲) مرتبہ کہا ہے رسولؐ نے۔ ۷۲ مرتبہ کہنے کے بعد سر اٹھایا۔ طویل ترین
سجدہ ۷۲ مرتبہ کے بعد سر اٹھایا۔ نانا ہو تو ایسا نواسہ ہو تو ایسا۔ اسی دن قسم کھالی نانا آپ
نے تو سجدہ سے سر اٹھالیا تھا نا۔ نانا آپ نے تو سجدہ سے سر اٹھالیا تھا نا میں تو ایسا
سر جھکاؤں گا کہ شرماٹھا کر لے جائے تو لے جائے میں سر نہیں اٹھاؤں گا۔

وہ حسینؑ کہ جو سجدے کے عالم میں بھی رسولؐ سے اجازت لینا ضروری نہیں سمجھتے
وہ چادر میں آنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ نانا آ جاؤں۔ بتانا یہ تھا کہ آج رسولؐ کسی کو اپنی
قربت داری کی وجہ سے نہیں بلا رہے، اپنی محبت کی وجہ سے نہیں بلکہ آج جس جس کو حکم
ہو رہا ہے وہ چادر میں آ رہا ہے۔ اس کے بعد سب سے زیادہ رنج جس کو ہوا وہ خاتون
جنت ہے۔

مسلمانوں کی تاریخوں نے یہ لکھا ہے کہ اس آیتِ تطہیر کے نزول کے بعد چھ مہینہ
تک نماز فجر سے پہلے رسولؐ مسلسل درفاطمہؑ پر آ کر سلام کیا کرتے تھے۔ تو سنت رسولؐ
کیا ہوئی کہ اپنی صبح کا آغاز سلام فاطمہؑ سے کیا کرو۔

دوستو! مجھے بتاؤ کہ فاطمہؑ کے کلیجہ پر کیا گزری ہوگی جب اسی دروازے پر اس نے

لکڑیاں دیکھی ہوں گی جس دروازے پر رسالت کھڑی رہی۔ فاطمہؑ کے کلیجہ پر کیا گزری
ہوگی جب اس پر لوگ لکڑیاں لے کر آئے ہوں گے۔ میں اپنی پوری تحقیقی ذمہ داری سے
کہہ رہا ہوں۔ تکلیل امانی نے تو یہ کہا کہ آگ لگائی نہیں دھمکی دی تھی۔ اچھا چلو یہ ہی مان
لیتا ہوں کہ دی تھی دھمکی۔ دھمکی اور فاطمہؑ کو!؟ کہے دھمکی دی تھی کیا فاطمہؑ دھمکی کے
قابل تھی؟

تاریخ بتاتی ہے کہ دھمکی نہیں دی۔ مدینے کے لوگوں نے آگ کے شعلے در فاطمہؑ
پر دیکھے اور یہ وہ مقام ہے ہمیشہ جب کوئی آتا تھا توفیقہ پوچھنے آتی تھی۔ آج خاتون
جنت خود در پر آ کر پوچھتی ہے: کیا چاہتے ہو؟

کہنے والا کہتا ہے کہ علیؑ کو باہر نکالو ورنہ گھر کو آگ لگا دوں گا۔

جناب خاتون جنت نے نام لے کر کہا کہ: اے فلاں کے بیٹے تو اس گھر کو آگ لگا
دے گا؟ ارے اس میں رسولؐ کے نواسے ہیں، اس میں رسولؐ کا بھائی ہے، اس میں رسولؐ
کی بیٹی ہے۔

جواب آیا: مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔ ساتھی جو باہر آئے تھے انہوں نے کہا کہ: نہیں
آگ نہ لگاؤ۔ کہا کہ: نہیں مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے اور یہ کہہ کر ایک مرتبہ ٹھوکر دروازے
پر ماری۔ پردہ دار خاتون جب دروازے کے پیچھے سے ہوال کیا کرتی ہے نا تو دروازے
اور دیوار کے درمیان میں ہوا کرتی ہے۔ آگے دروازہ پیچھے دیوار درمیان میں خاتون جنت
کھڑی ہوئی سوال کر رہی تھی۔ دروازے پر جو ٹھوکر ماری دروازہ بی بی کے جسم پر گرا۔ بی
بی دیوار اور دروازے کے بیچ میں آ گئی۔ ہم سے کہا جاتا ہے کہ شیعوں تم روتے کیوں ہو؟
ارے یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ شیعوں تم مر کیوں نہیں جاتے؟

مجلس ہفتم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمَمِينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! میں آپ حضرات کی توجہات پر اور ذوق سماعت پر آپ کا دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ جوق در جوق محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی تقاریر سماعت فرمانے کے لیے تشریف لا رہے ہیں اور اس عشرہ ثانی میں جو بات ہم اذہان ملت تک پہنچانا چاہتے ہیں وہ یہ کہ مقاصد ہدایت کو سمجھنے بغیر قبول دین کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ جب تک ہدایت سمجھ میں نہیں آئے گی اور منصب ہدایت کو واضح نہیں کیا جائے گا اس وقت تک صحیح معنی میں صحیح اسلامی معاشرے کا تصور ناممکن رہے گا۔ اسلام ایک ازلی اور ابدی دین ہے جو کسی فرقے یا گروہ کے لیے نہیں بلکہ انسانیت کے لیے فلاح و صلاح کا راستہ متعین کرتا ہے۔

یہ دین کامل بھی ہے اکمل بھی ہے۔ اس دین پر نعمتیں تمام بھی ہوئیں تو ظاہر ہے کہ

جس دین میں عرب اور عجم سے خطاب نہیں کیا گیا بلکہ انسانیت سے خطاب کیا، آدمیت سے خطاب ہوا ہے یہ دین تو پھر اس کے قوانین اور اس کا منصب ہدایت بھی مکمل اور مدینہ تک محدود نہیں ہوگا بلکہ اس کی ہدایت بھی ساری کائنات کے لیے ہوگی۔ تو یہ منزل فکر ہے کہ جسے ہم ان مجالس میں واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ آخر پیغمبر اسلام یا ان سے قبل جس قدر بھی انبیاء تشریف لائے مسب پر مسلمانوں کو ایمان رکھنا ہے۔ حالانکہ مسلمان ان انبیاء پر ایمان رکھنے کے باوجود ان کی شریعت پر چلنے کے پابند نہیں ہیں یعنی ہم اس بات کے پابند نہیں ہیں کہ موسیٰ اور عیسیٰ کی شریعت پر چلیں۔ لیکن تمام انبیاء پر ایمان لانا ہمارے ایمان کا جز ہے۔

کسی مسلمان کا کلمہ ایمان اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک کہ انبیاء ماسبق پر ایمان نہ لایا جائے۔ حالانکہ ان کی شریعت پر ہم چلنے کے پابند نہیں۔ تو معلوم یہ ہوا کہ جو اللہ کی طرف سے ہادی بن کر آئے کوئی اس کی شریعت پر چلے یا نہ چلے لیکن اس پر ایمان لانا ہر ایک کا فرض ہے۔

یعنی اصول اسلام یہ قرار پایا مسلمانوں کے لیے کہ جو اللہ کی طرف سے مقرر کردہ ہو، جو منصوص من اللہ ہو، اس کی شریعت کو آپ تسلیم کریں یا نہ کریں لیکن اس پر ایمان لانا ضروری ہوگا، چونکہ وہ اللہ کی طرف سے آیا ہے اور یاد رکھیے کہ جو اللہ کی طرف سے آتا ہے اسے منوانے کی ذمہ داری بھی اللہ پر ہوتی ہے۔ اس لیے کہ اگر اس کے منتخب کردہ کا کوئی انکار کر دے تو اس کی توبہ نہیں ہے بلکہ بات ذات احدیت تک پہنچتی ہے اس لیے کہ منتخب اس نے کیا ہے منوانا بھی اسی کی ذمہ داری ہے۔

تو جس قدر بھی انبیاء آئے ان پر تمام مسلمانوں کا ایمان ہے اور میں نے غالباً دوسری یا تیسری مجلس میں عرض کیا تھا کہ آدم جس طریقہ انتخاب کے نتیجہ میں منتخب ہوئے وہ طریقہ قیامت تک باقی رہے گا۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئے گی، اس میں کوئی تغیر نہیں آئے گا۔ تو آدم منتخب ہوئے علم کی بنیاد پر اور قیامت تک ہدایت میں علم جائے گا،

اجماع نہیں جائے گا۔ قیامت تک علم بنیاد ہدایت ہوگا۔

ہادی اب جو بھی آئے گا عالم ہوگا جاہل نہیں ہوگا۔ ہادی جو بھی آئے گا وہ معصوم ہوگا غیر معصوم نہیں ہوگا۔ ہادی جو بھی آئے گا وہ منصوص من اللہ ہوگا، بندوں کے انتخاب کا نتیجہ نہیں ہوگا۔ ہادی جو بھی آئے گا وہ من جانب اللہ ہوگا بندوں کے اجماع و شوریٰ کا نتیجہ نہیں ہوگا اور یہ بھی ضروری نہیں کہ اللہ کی طرف سے جو منتخب ہو کر آئے اسے دنیا میں آ کر دنیوی اقتدار بھی حاصل ہو یہ ضروری نہیں۔

ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں میں صرف چند نبی ہیں جنہیں دنیاوی وجاہت نصیب ہوئی، دنیاوی سلطنت جنہیں میسر آئی۔ چند انبیاء لیکن آپ دیکھیں گے ہدایت ان کی باقی رہی حکومت کسی کے پاس نہیں رہی۔ ارشاد ہوا:

واذ ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریعتی قال لاینال عھدی الظالمین۔ (سورہ بقرہ آیت ۱۲۴)

اللہ نے ابراہیمؑ کا امتحان لیا اور جب کلمات کے امتحان میں وہ کامیاب ہو گئے اب ارشاد ہوا کہ: انی جاعلک للناس اماما ہم تمہیں ناس کا امام مقرر کرتے ہیں یعنی آپ یہ دیکھیں کہ نبوت و امامت کے طریقہ انتخاب میں کوئی فرق نہیں ہے۔

جب نبی کا انتخاب ہوا تو:

انی جاعل فی الارض خلیفہ میں زمین پر خلیفہ بنانے والا ہوں۔

لیکن جب امام کا اعلان ہوا تو: انی جاعلک للناس اماما

ہم تمہیں ناس کے لیے امام مقرر کرنے والے ہیں۔

تو معلوم یہ ہوا کہ امامت بھی من جانب اللہ ہے، نبوت بھی من جانب اللہ ہے اور چونکہ ابھی نبوت ختم نہیں ہوئی تو پھر نبوت کے ساتھ ساتھ امامت آرہی ہے ابراہیمؑ نبی بھی ہیں۔

تو پھر امام بننے کی کیا ضرورت؟ ابراہیمؑ تو عبد بھی ہیں، نبی بھی ہیں، رسول بھی ہیں، خلیل بھی ہیں۔ اتنے مدارج پر ابراہیمؑ فائز ہیں۔ اور عبدیت، نبوت، رسالت اور خلعت کے مدارج طے کرنے کے بعد ابراہیمؑ کا امتحان لیا جاتا ہے۔ یعنی عبد بنا دیا بغیر امتحان کے، نبی بنا دیا بغیر امتحان کے، رسول بنا دیا بغیر امتحان کے، خلعت کی منزل پر فائز کر دیا بغیر امتحان کے لیکن جب امامت کا عہدہ تفویض کرنے کا مرحلہ آیا تو اب امتحان لیا گیا۔

تو معلوم یہ ہوا کہ عبدیت، نبوت، رسالت اور خلعت بغیر امتحان کے میسر آ جاتی ہے لیکن امامت وہ مرتبہ ہے جو امتحان کے بغیر میسر نہیں ہوتا۔ صلوات۔

منصب امامت وہ جلیل القدر منصب ہے، جس پر بغیر امتحان کے کوئی فائز ہو ہی نہیں سکتا۔ تو تاریخ کے ورق الٹتے جائیے۔ دیکھئے کہ کس کس نے امتحان دیا اور کون کون کامیاب ہوا تو جب نہ کسی امتحان میں کامیاب ہوئے اور نہ کسی میدان میں ٹھہرے، نہ کسی مشکل میں ساتھ دیا تو پھر امامت کیسی؟ جب ابراہیمؑ جیسے نبی کو امتحان سے گزرتا پڑتا ہے، امامت کے لیے ابراہیمؑ جیسے جلیل القدر پیغمبر کو جب امتحان کے مرحلوں سے گزرتا پڑے تو ظاہر ہے کہ امت بغیر کسی امتحان کے، صرف اکثریت کی بنیاد پر، صرف شور و شری کی بنیاد پر؟ ابراہیمؑ کو امام مقرر کیا۔

اب آپ دیکھیں کہ ابراہیمؑ ہیں اپنے وقت کے امام لیکن حکومت ابراہیمؑ کے پاس نہیں ہے۔ حکومت نمرود کے ساتھ ہے، اقتدار نمرود کے ساتھ ہے، جاہ و جلال نمرود کے ساتھ ہے۔ حکومت نمرود کے پاس ہے، امامت ابراہیمؑ کے پاس ہے، تو اب یہ سوال ہی غلط ہو گیا کہ اگر امام تھے تو حق حکومت کیوں نہیں دکھلایا۔ اگر نمرود کی حکومت میں ابراہیمؑ کی امامت پر کوئی فرق نہیں آتا تو کسی اور کی حکومت میں علیؑ کی امامت پر کیسے فرق آئے گا۔ صلوات۔

امامت تو ابراہیمؑ کی ہے، حکومت نمرود کی ہے۔ امامت تو سویؑ کی ہے، حکومت

فرعون کی ہے۔ امامت و ہدایت تو بغیر ختمی مرتبت کی ہے، حکومت ابو جہل کی ہو یا ابولہب کی ہو امامت تو علی کی ہے۔ منصب امامت پر حکومت کے ہونے نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ امام حکومت و اقتدار کا محتاج نہیں ہوتا۔ امام کو حکومت کی کیا ضرورت ہے؟ جب امام کے لیے کہہ دیا: کل شی احصینا فی امام مبین

کائنات کی ہر شے دائرۃ اقتدار امامت میں ہے۔ کوئی شے امامت کے اقتدار کے باہر نہیں ہے تو جو بھی شے ہے وہ دائرۃ اقتدار امامت میں ہے، امامت سے باہر نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ امام من جانب اللہ ہوتا ہے اور یہ ہدایت کا سلسلہ قیامت تک ہے۔ اصل میں بد قسمتی یہ ہوئی ملت مسلمہ کی کہ اس نے نہ خلافت کے منصب کے معنی سمجھے نہ امامت کے معنی سمجھے۔ نہ خلافت کے معنی سمجھے نہ ولایت کے معنی سمجھے اور یاد رکھیے عزیزان گرامی! جب کسی لفظ کو جسے قدرت استعمال کرے اس پر بندے اپنا حق تصرف جتانے لگیں تو وہ لفظ اپنے معنی کھودیتا ہے۔ جب کسی لفظ کو قدرت استعمال کرے اور بندے اس کا ناجائز تصرف کرنے لگیں تو وہ لفظ اپنے معنی کھودیتا ہے، معنی بدل دیتا، یعنی لفظ کو اگر مرکز سے ہٹا دیجیے تو اب قبر خداوندی یہ ہے کہ ہم اس کے معنی بدل دیں گے۔

میں بات کو مثلاً واضح کروں تو واضح ہوگی۔ جب لفظ خلیفہ اللہ نے استعمال کیا واذ قال ربك للملائكة اني جاعل في الارض خليفه، (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

جب اللہ نے خلیفہ بنایا تو یہ لفظ خلیفہ اتنا برگزیدہ قرار پایا کہ فرشتوں نے گردنیں جھکا ئیں اس خلیفہ کے سامنے، یعنی اللہ نے جب استعمال کیا اس لفظ کو جب یہ لفظ خلیفہ ذات واجب نے استعمال کیا مسجد ملائک قرار پایا اور اس کا منکر ابلیس قرار پایا۔

لیکن بندوں نے جب اس لفظ خلیفہ کو اس کے مرکز سے ہٹا کر اپنے جیسے لوگوں پر استعمال کرنا شروع کیا تو اللہ نے بھی یہ فیصلہ کر لیا کہ اچھا ہمارے لفظ کا ناجائز تصرف تم کرو گے؟! بناؤ تم ہمارے علاوہ خلیفہ جب ہم خلیفہ بنائیں گے تو ہمارا بنایا ہوا خلیفہ اللہ مسجد ملائک قرار پائے گا اور جب بندوں نے خلیفہ اللہ بنانا چاہا، جب لفظ خلیفہ کا استعمال

کرنا چاہا تو اس لفظ نے اپنے معنی بدل دیے۔

ہدایت وہ ہی کرے گا جسے وہ مقرر فرمائے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لفظ اپنے مرکز سے گرتا گرتا کس منزل پر آیا۔ انحطاط دیکھیں کہ کتنی تیزی سے انحطاط کے مرحلے طے کیے۔ منزل اول پر اتنا بلند کہ مجبور ملائک اور اس کا منکر ابلیس اور دیکھتے چلے جائیں آپ لفظ امام جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”انی جاعلک للناس اماماً“

جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”کل شی احصینا فی امام مبین“

جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”یوم ندعوا کل اناس بامامهم“

یعنی ذات واجب جب امام بنائے تو اس امام کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا اٹھنا عبادت، بیٹھنا عبادت، جاگنا عبادت، سونا عبادت، چلنا عبادت، پھرنا عبادت، جنگ کرنا عبادت، بت شکنی عبادت، زندگی عبادت، شہادت عبادت، صبر عبادت، صلح عبادت، جنگ عبادت، میرے دونوں نواسے امام ہیں صلح کر کے بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو کر جنگ کریں۔

جب ذات واجب نے منصب امامت کا تعارف کرایا تو امامت غلیل جیسے غلیل کے حصہ میں آئی اور جب بندوں نے امام بنانے شروع کیے تو غزل کا امام، امام الحضر لیلین میر تقی میر، مرزا غالب، فلسفہ کا امام، حدیث کا امام، روایت کا امام، تاریخ کا امام، علم صرف کا امام، امام بنانے کی حد ہوگئی۔ جمعہ کا امام، جمعرات کا امام، کعبہ کا امام، مسجد کا امام، بدھ کا امام۔

کعبہ کا امام اور ہے مسجد کا امام اور ہے۔ توجہ فرمائیں یعنی ہمارے یہاں تو الحمد للہ آتے رہتے ہیں نا۔ کبھی امام کعبہ آتے ہیں، کبھی امام مسجد آتے ہیں۔ کعبہ کا امام اور ہے مسجد کا امام اور ہے۔ دو ہیں، یہی تو فرق ہے ہماری اور تمہاری امامت میں کہ تم جو امام بناؤ گے تو کعبہ کا اور ہوگا مسجد کا اور ہوگا۔ ہمارا جو امام ہوگا وہی کعبہ کا امام ہوگا وہی مسجد کا امام ہوگا، دنیا نے جب امام بنائے تو اس منزل پر آئے امام کعبہ اور امام مسجد۔

آپ نے دیکھا کہ امامت جب قرآن میں آئی تو اس منزل پر اور جب چودہ سو

فرعون کی ہے۔ امامت و ہدایت تو پیغمبر ختمی مرتبت کی ہے، حکومت ابو جہل کی ہو یا ابولہب کی ہو امامت تو علیؑ کی ہے۔ منصب امامت پر حکومت کے ہونے نہ ہونے کا کوئی اثر نہیں ہوتا اس لیے کہ امام حکومت و اقتدار کا محتاج نہیں ہوتا۔ امام کو حکومت کی کیا ضرورت ہے؟ جب امام کے لیے کہہ دیا: کل شیء احصینا فی امام مبین

کائنات کی ہر شے دائرۃ اقتدار امامت میں ہے۔ کوئی شے امامت کے اقتدار کے باہر نہیں ہے تو جو بھی شے ہے وہ دائرۃ اقتدار امامت میں ہے، امامت سے باہر نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ امام من جانب اللہ ہوتا ہے اور یہ ہدایت کا سلسلہ قیامت تک ہے۔ اصل میں بد قسمتی یہ ہوئی ملت مسلمہ کی کہ اس نے نہ خلافت کے منصب کے معنی سمجھے نہ امامت کے معنی سمجھے۔ نہ خلافت کے معنی سمجھے نہ ولایت کے معنی سمجھے اور یاد رکھیے عزیزان گرامی! جب کسی لفظ کو جسے قدرت استعمال کرے اس پر بندے اپنا حق تصرف جتانے لگیں تو وہ لفظ اپنے معنی کھودیتا ہے۔ جب کسی لفظ کو قدرت استعمال کرے اور بندے اس کا ناجائز تصرف کرنے لگیں تو وہ لفظ اپنے معنی کھودیتا ہے، معنی بدل دیتا، یعنی لفظ کو اگر مرکز سے ہٹا دیجیے تو اب قہر خداوندی یہ ہے کہ ہم اس کے معنی بدل دیں گے۔

میں بات کو مثلاً واضح کروں تو واضح ہوگی۔ جب لفظ خلیفہ اللہ نے استعمال کیا واذ قال ربك للملائكة اني جاعل فی الارض خلیفہ، (سورۃ البقرہ آیت ۳۰)

جب اللہ نے خلیفہ بنایا تو یہ لفظ خلیفہ اتنا برگزیدہ قرار پایا کہ فرشتوں نے گردنیں جھکائیں اس خلیفہ کے سامنے، یعنی اللہ نے جب استعمال کیا اس لفظ کو جب یہ لفظ خلیفہ ذات واجب نے استعمال کیا مجبور ملائک قرار پایا اور اس کا منکر ابلیس قرار پایا۔

لیکن بندوں نے جب اس لفظ خلیفہ کو اس کے مرکز سے ہٹا کر اپنے جیسے لوگوں پر استعمال کرنا شروع کیا تو اللہ نے بھی یہ فیصلہ کر لیا کہ اچھا ہمارے لفظ کا ناجائز تصرف تم کرو گے؟! بناؤ تم ہمارے علاوہ خلیفہ جب ہم خلیفہ بنائیں گے تو ہمارا بنایا ہوا خلیفۃ اللہ مجبور ملائک قرار پائے گا اور جب بندوں نے خلیفۃ اللہ بنانا چاہا، جب لفظ خلیفہ کا استعمال

کرنا چاہا تو اس لفظ نے اپنے معنی بدل دیے۔

ہدایت وہ ہی کرے گا جسے وہ مقرر فرمائے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک لفظ اپنے مرکز سے گرتا گرتا کس منزل پر آیا۔ انحطاط دیکھیں کہ کتنی تیزی سے انحطاط کے مرحلے طے کیے۔ منزل اول پر اتنا بلند کہ مجبور ملائک اور اس کا منکر ابلیس اور دیکھتے چلے جائیں آپ لفظ امام جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”انی جاعلک للناس اماماً“

جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”کل شیء احصینا فی امام مبین“

جب ذات واجب نے امام بنایا تو ”یوم ندعوا کل اناس بامامہم“

یعنی ذات واجب جب امام بنائے تو اس امام کی شان یہ ہوتی ہے کہ اس کا اٹھنا عبادت، بیٹھنا عبادت، جاگنا عبادت، سونا عبادت، چلنا عبادت، پھرنا عبادت، جنگ کرنا عبادت، بت شکنی عبادت، زندگی عبادت، شہادت عبادت، صبر عبادت، صلح عبادت، جنگ عبادت، میرے دونوں نواسے امام ہیں صلح کر کے بیٹھ جائیں یا کھڑے ہو کر جنگ کریں۔ جب ذات واجب نے منصب امامت کا تعارف کرایا تو امامت خلیل جیسے جلیل کے حصہ میں آئی اور جب بندوں نے امام بنانے شروع کیے تو غزل کا امام، امام الحنفی، میر تقی میر، مرزا غالب، فلسفہ کا امام، حدیث کا امام، روایت کا امام، تاریخ کا امام، علم صرف کا امام، امام بنانے کی حد ہو گئی۔ ججہ کا امام، جمہرات کا امام، کعبہ کا امام، مسجد کا امام، بدھ کا امام۔

کعبہ کا امام اور ہے مسجد کا امام اور ہے۔ توجہ فرمائیں یعنی ہمارے یہاں تو الحمد للہ آتے رہتے ہیں نا۔ کبھی امام کعبہ آتے ہیں، کبھی امام مسجد آتے ہیں۔ کعبہ کا امام اور ہے مسجد کا امام اور ہے۔ دو ہیں، یہی تو فرق ہے ہماری اور تمہاری امامت میں کہ تم جو امام بناؤ گے تو کعبہ کا اور ہوگا مسجد کا اور ہوگا۔ ہمارا جو امام ہوگا وہی کعبہ کا امام ہوگا وہی مسجد کا امام ہوگا، دنیا نے جب امام بنائے تو اس منزل پر آئے امام کعبہ اور امام مسجد۔

آپ نے دیکھا کہ امامت جب قرآن میں آئی تو اس منزل پر اور جب چودہ سو

ہجری میں امام طاہر ہوا اور خانہ کعبہ پر قبضہ ہوا مرتدین کا۔ مرتد تھے کم بخت، جنہوں نے خانہ کعبہ پر قبضہ کیا توہین کی خانہ کعبہ کی۔

پاکستان کے مسلمان ساری دنیا کے مسلمانوں سے اچھے سچے اور پکے مسلمان ہیں۔ خدا کی قسم محرم سے ایک دن پہلے یہ ہوا تھا نا جشن ہجری منانے چلے تھے نا حسینؑ نے بھی کہا کہ اگر عالم اسلام کو غم میں نہ ڈبودوں، مناؤ خوشی کیسے مناؤ گے۔ خوشی منانے چلے تھے نا جشن ہجری کی۔ ہم نے کہا کہ ہمارے پاکستان کے مسلمان ساری دنیا کے مسلمانوں سے اچھے سچے اور پکے مسلمان ہیں اس لیے کہ ادھر خبر نشر ہوئی کہ خانہ کعبہ پر قبضہ ہو گیا، مرتدین نے قبضہ کر لیا اور ادھر سارا پاکستان سراپا احتجاج بن گیا تھا جلوس نکل آئے تھے۔ جانیں دینے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ قبضہ کچے پہ وہاں ہوا، احتجاج پاکستان میں ہوا۔

تو معلوم یہ ہوا کہ مودت فاضلے نہیں دیکھا کرتی۔ مودت و محبت فاضلے نہیں دیکھا کرتی کہ کہاں ہوا۔ میں نے کہا تھا پھر ثابت کرتا ہوں کہ پاکستان کے مسلمان ساری دنیا کے مسلمانوں سے اچھے ہیں۔ ایک چند گھنٹوں میں بی بی سی سے خبر سن کر سارے پاکستان میں احتجاجی مظاہرے ہو رہے تھے اور سب نے مطالبہ کر دیا تھا حکومت سے کہ ہمیں اجازت دو ہم عظمت کعبہ بچائیں گے۔ خصوصی طور پر صدر مملکت کو قوم سے خطاب کرنا پڑا تھا۔ ایمر جنسی کے طور پر۔

ہمارے اس صدر مملکت نے ایک ایک لمحہ کی رپورٹ دی لیکن میں کیا اپنے پاکستانی مسلمان بھائیوں کے جذبہ ایمان کے متعلق پوچھ سکتا ہوں کہ سارے پاکستان میں خانہ کعبہ پر قبضہ کے خلاف جان دینے پر آمادگی کا اظہار کیا جا رہا تھا تو اس وقت مکہ، مدینہ کی گلیوں میں بھی کوئی جلوس احتجاج نکلا تھا؟ وہ تو قریب تھا وہاں کل کیا کسی نے کوئی مظاہرہ کیا؟ بہت بڑی بات کہنے جا رہا ہوں وہاں کل کیا کسی نے کوئی مظاہرہ کیا تھا وہاں بھی کوئی احتجاجی جلوس نکلا؟ پھر کہیں ہڑتال کی اپیل ہوئی ہو؟ حالانکہ وہ تو کعبہ کے پاس تھے، کعبہ کے قریب تھے۔

ہم تو کعبہ سے بہت دور ہیں۔ ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ وہ تو کعبہ کے قریب ہیں۔ یا علیؑ میں کیا سمجھاؤں میں نہیں سمجھا سکا وہ تو کعبہ کے قریب ہیں نہیں سمجھو گے ابھی سمجھا نہ دوں تو علیؑ کا ذکر نہ کہنا وہ کعبہ کے قریب ہیں۔ وہ تو کعبہ کے قریب تھے، کعبہ کے باہر تھے۔ کوئی احتجاج نہیں ہوا کعبہ کے پہلو میں تھے۔ کعبہ کے پہلو میں رہنے والے نہیں تڑپے۔ جو کعبہ سے ظاہراً بہت فاصلے پر تھے ہم پاکستانی مسلمان تڑپے۔ معلوم ہوا کہ کسی کا کعبہ کے پہلو میں ہونا یا قبلہ کے پہلو میں ہونا دلیل ایمان نہیں ہے۔

اگر جذبے میں تڑپ نہ ہو اگر کعبہ پہ مصیبت آئی تو ہم تڑپے حالانکہ ہم پہلو میں نہیں تھے لیکن ہم تڑپے، خبر آئی کہ دو سو مرتدین نے ۱۵۰۰۰ کو ریغال بنالیا، حاجیوں کو ریغال بنالیا اور اگلے ہی دن امام کعبہ بندوں کے بنائے امام کعبہ نے باہر انٹرویو دیا، پریس کانفرنس کی، باہر تشریف لائے۔ بڑی توجہ سے یاد رکھنا۔ فخر کرو گے اپنے مذہب کی حقانیت پر۔ زندہ فتویٰ ہے امام کعبہ کا، امام کعبہ سے پوچھا گیا کہ حضور آپ بھی تو وہیں تھے آپ وہاں سے کیسے آئے؟ امام کعبہ بڑے اعتماد سے کہتے ہیں: میں بھی بدل کر آیا۔ امام کعبہ ساری دنیا کے اخباری نمائندوں کو بتاتے ہیں: میں بھی بدل کے نکلا یعنی جو میں تھا، وہ ظاہر نہیں کیا جان بچانے کے لیے۔ جو تھے وہ ظاہر نہیں کیا ارے ہم سے ہمارے تقیہ پر بحث کرنے والو! اور تقیہ کسے کہتے ہیں؟

اب تو امام کعبہ کا زندہ فتویٰ موجود ہے تقیہ پر، کہ حفاظت جان کے لئے بھی بدلنا بدعت نہیں۔ بھی بدلنا، اپنے آپ کو چھپانا بدعت نہیں سنت ہے اور یہ سنت وہ ہے جو کعبہ کے امام نے ابھی جاری کی، حال ہی میں جاری کی۔ کوئی اب اس کا انکار نہیں کر سکتا، کوئی انکار نہیں کر سکتا اور اس کے بعد عجیب موضوع آ گیا میں چاہتا تھا دوسرے مراحل تک پہنچنا ان شاء اللہ پہنچوں گا۔

امام کعبہ تشریف لے آئے اپنی جان تو بچی کعبہ کو چھوڑ کر چلے آئے۔ بس یہی تو فرق ہے کعبہ کے نوکر میں اور کعبہ کے وارث میں۔ آپ کعبہ کے نوکر تھے، تنخواہ دار نوکر

تھے، وارث نہیں تھے۔ کسبہ کے وارث اور کعبہ کے نوکر میں یہی فرق ہوا کرتا ہے۔ اگر آپ کی جگہ کعبہ کا وارث ہوتا تو کعبہ پر قربان ہو جاتا کبھی کعبہ کو تنہا دشمنوں کے زرخے میں چھوڑ کر نہ آتا۔ آگئے، بس یہی تو فرق ہوا کرتا ہے اور جب یہاں بہت سے ہمارے حاجی واپس آئے ہیں ان سے ایئر پورٹ پر ہمارے اخباری نمائندوں نے پوچھا:

بھئی کیا بات ہے آپ لڑے کیوں نہیں؟ جان دے دیتے عظمت کعبہ کے لیے۔ اس سے بڑی سعادت اور کیا ہوتی؟ کعبہ میں قتل ہو جاتے شہادت کا مرتبہ پا جاتے یعنی اتنا بڑا مرتبہ کسی کو نہیں ملتا۔ جانیں ہی تو قربان ہوتیں زیادہ سے زیادہ مرنا تو ہے نا یقیناً مرنا ہے اب کون کس قسم کی موت پسند کرتا ہے۔ یہ ظرف اور قسمت کی بات ہے۔

سیرا تو اپنا ایمان و یقین ہے دوستو! لوگ یہی کہتے ہیں آپ بڑی حفاظت کیجیے علامہ صاحب آپ کے بڑے دشمن ہیں۔ آپ کے اپنے بھی دشمن ہیں، بیگانے بھی دشمن ہیں۔ آپ بہت یہ کہتے ہیں وہ کہتے ہیں۔ مرنا ہے نا مرنا ہے جان دینی ہے نا اور آیت اللہ خمینی کا مجھے ایک جملہ یہاں یاد آ رہا ہے فرانس میں بیٹھ کر جو انہوں نے ایرانیوں کو پیغام بھیجا تھا جس سے انقلاب برپا ہوا ہے جو پہلا کیسٹ ایران میں پہنچا ہے تو انہوں نے پہلا جملہ یہ کہا تھا کہ:

کائنات میں سب سے بہتر سب سے قیمتی خون حسین کا خون ہے اور یزیدیت سے ٹکرانے کے لیے اگر حسین کا خون بہہ سکتا ہے تو ایرانیوں تمہارے خون کی کوئی قیمت ہی نہیں۔

مرنا ہے نا۔ اس لیے حفاظت کیسی، تحفظ کیسا، موت جب آتی ہے تو حفاظت کے سارے بند ٹوٹ جایا کرتے ہیں۔ صدر پاکستان سے زیادہ تو سیکورٹی کا بندوبست کسی کے پاس نہیں ہوگا مگر جب موت آگئی تب کوئی بچا نہ سکا نا تو موت جب آ جاتی ہے تو کوئی تحفظ، تحفظ نہیں ہوا کرتا اس لیے وہ دوست محبت میں کہتے ہیں مجھے کہ آپ بڑا اپنی سیکورٹی کا بندوبست رکھیں، بڑا تحفظ کریں، بڑی حفاظت کریں۔ مگر میں یہی کہتا ہوں کہ میں کیا

کروں میں اس کی اولاد ہوں کہ جس نے یہ کہا تھا کہ موت مجھ پر آ پڑے یا میں موت پر جا پڑوں۔ تو ہم تو اسی طرح سے زندہ رہتے ہیں۔ ہماری تو دعا بھی یہی ہے، تمنا بھی یہی ہے، خواہش بھی یہی ہے، حسرت بھی یہی ہے کہ موت آئے تو حسین حسین کہتے ہوئے معراج حیات ہے یہ معراج حیات ہے۔

سقراط سمجھتے ہو ہمیں زہر پلا دو

ہم زلف قیادت کی گرہ کھول رہے ہیں

ہم حق بولتے رہے ہیں اور حق بولتے رہیں گے اس لیے کہ ہمیں پتہ ہے کہ ایک دن مرنا ہے۔ ہاں اگر خفائی انتظامات کے بعد آدمی کبھی نہ مرے لیکن اگر مرنا ہی ہے تو یہ ضروری ہے کہ کوئی گلے پر تکیہ رکھے یا انگوٹھا دبائے؟ صلوات

یہاں پوچھا یہ گیا حاجیان محترم سے کہ: آپ تو پندرہ یا سترہ ہزار تھے وہ تو کل دو سو ڈھائی سو تھے۔ لاکھ مسلح سہی آپ سارے ٹوٹ پڑتے تو انہیں کچل کر رکھ دیتے عظمت کعبہ کے لیے مرتے نا، شہید کی موت مرتے یعنی پورے عالم اسلام کی تاریخ میں تو مثال ہوتی کعبہ میں شہادت قسمت میں ہوتی تو ہوتا، کتنا اچھا موقع ضائع کر دیا۔ اب نہیں آ سکتا۔ بہت بڑی سعادت ملنے والی تھی۔ خدا کی قسم بہت بڑی سعادت ملنے والی تھی خانہ کعبہ میں شہادت۔ پوچھا: آپ نے جانیں کیوں نہیں قربان کر دیں عظمت کعبہ کے لیے شہر جاتے، ختم کر دیتے کم بختوں کو، خبیثوں کو جنہوں نے کعبہ پر قبضہ کیا تھا (اسی سے پوری تقریر پر استدلال کروں گا نتیجہ میں) بڑا اچھا جواب دیا انہوں نے: ضرور لڑتے مگر ہم کیا لڑتے جب امام صاحب ہی..... تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا۔ صلوات

ہم کیا لڑتے جب بڑے سرکار ہی تشریف لے گئے تھے۔ لشکر تو نہیں لڑا کرتا کمانڈر لڑا کرتا ہے اور جب میں نے یہ جملہ سنا تو نگاہیں چودہ سو سال کا فاصلہ طے کر کے خیبر تک پہنچ گئیں کہ تاریخ اپنے آپ کو دہرا رہی ہے۔ اب یقین آیا اب تک تو روایت تھی شاید کوئی مسترد کر دیتا اب تو حقیقت ہے۔ خیبر میں بھی تو یہی ہوا تھا کہ لشکر سردار پہ الزام

دیتے اگر سردار مجرم تھا تو سردار کو سزا دی جاتی۔ حضور پر ضروری تھا کہ وہ فیصلہ کریں اس لیے کہ سردار نے لشکر پر الزام لگایا تھا۔

اب فیصلہ رسول اسلام نے کیا اور تاریخی فیصلہ کیا جسے دنیا کی کوئی طاقت مسترد نہیں کر سکتی۔ اس فیصلہ کا اعلان علی کا وکیل کر رہا ہے، آپ دامن نہ بچائیں۔ فیصلہ تو ہونا ہے سردار نے لشکر پر الزام لگایا، لشکر نے سردار پر الزام لگایا۔ اب چالیسویں دن پیغمبر کو دیکھو اگر پیغمبر نے لشکر تبدیل کر دیا تو لشکر بھاگا تھا اگر سردار بدلا تو سردار بھاگا تھا۔ صلوات۔

توجہ فرمائی نا آپ نے۔ بھی فیصلہ کیسے نہیں ہوا فیصلہ تو ہوا ہے اگر چالیسویں دن پیغمبر نے دس ہزار کا لشکر تبدیل کر دیا ہوتا تو پھر لشکر مجرم تھا اور اگر لشکر وہی رہا سردار بدلا، علم وہی رہا عہدار بدلا، پرچم وہی رہا ہاتھ بدلا، خیبر وہی رہا زور بدلا۔ فیصلہ تو ہوا ہے کل علم رجل کو دوں گا مگر تمیں ہزار کا لشکر نہیں بدلا تھا، لشکر کو تبدیل نہیں کیا تھا، کوئی ثابت نہیں کر سکتا اور آگے چل کر بھی پتہ چلا کہ بات جھوٹ تھی الزام لشکر پہ غلط تھا کیوں کہ یہی لشکر جب مردکی رہبری میں چلا تو آگے بڑھا۔ وہی لشکر تھا مگر نہیں بہکا۔

اور دوستو! میں کیا بتاؤں نہیں چاہتا دور دراز سے مومنین آتے ہیں کہ گفتگو ایک گھنٹہ سے زیادہ اوپر جائے لیکن بات میں بات بڑھتی چلی جاتی ہے اور آپ کا ذوق سماعت مجھے مجبور کر دیتا ہے کہ میں گفتگو کو آگے بڑھاؤں۔ بہر حال انتہائی اختصار سے پیش کروں گا تاکہ میرے دور دراز سے آنے والے سامعین کو کوئی زحمت نہ ہو اور ایک شکایت مجھے اور ملی ہے اپنے نوجوان دوستوں کی آج کہ آپ حضرات مجلس سے جب واپس جاتے ہیں تو سڑکوں اور بازاروں میں نعرے لگاتے ہوئے جاتے ہیں، بسوں میں نعرے لگاتے ہیں۔ تو یہ اس قسم کا طرز عمل شائستہ اور مہذب قوموں کا طرہ امتیاز نہیں ہے۔

ستے نعرے تو بازاروں گلیوں میں وہ لگائیں کہ جن کی بنیاد میں کوئی حقیقت نہ ہو، جن کی بنیاد میں کوئی یقین نہ ہو۔ آپ جیسے یہاں آتے ہیں ایسے ہی یہاں سے تشریف

لگا رہا تھا سردار لشکر پہ الزام لگا رہا تھا۔ لشکر کہتا تھا حضور ہم کیا کرتے سردار تشریف لے گئے تھے۔ سردار کہتا تھا کہ حضور ہم کیا کرتے لشکر بھاگا تھا۔

لیکن اس کے بعد وکلاء صفائی یہ فرماتے ہیں، بھی ہم بھی تو اپنے مولا کے وکیل ہیں نا چلو وکلاء صفائی کی ایک دلیل اور۔ ہم تو ہیں ہی پرنسٹنٹ، ہم تو وکلاء استغاثہ ہیں، ہم تو استغاثے کے وکیل ہیں نا۔ استغاثے سے استغاثے کی بنیاد رکھی گئی تھی۔ ہم تو ہیں ہی پرنسٹنٹ تو آئیے ایک جملہ ان کا ہے اور ایک جملہ علی کے وکیل کا۔ فیصلہ آپ حضرات کر لیں گے جہاں جہاں تک میری آواز جائے وہ سب فیصلہ کریں بعد میں۔ تو سردار نے لشکر پر بھاگنے کا الزام لگایا اور لشکر نے سردار پر بھاگنے کا۔

یہاں پر توجہ۔ آپ کی ذرا سی بھی بھول فیصلہ میں نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ فیصلہ کی بات ہے۔ اس لیے کہ ہمارے اصول وین میں عدل ہے و حاندی تو ہے نہیں کہ زبردستی ہم فیصلہ دے رہے ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے یہاں عدالت پر ایمان بعد میں ہے عدل پر پہلے ہے۔ یہ حماقت ہمارے یہاں نہیں ہے کہ عدل تو ہے ہی نہیں لیکن عدالت ہے۔ ایسا مسئلہ تو ہے نہیں۔ کوئی بات بھی ہمارے مذہب میں خلاف عقل نہیں ہے اور یہ ہمارا حق ہے، ہمارا شرف ہے اسی لیے ہماری گفتگو میں اعتماد ہوتا ہے، ہماری قوم میں اعتماد و اتفاق ہے۔ اس لیے کہ ہم کوئی بات بھی نہ خلاف عدل سناتے ہیں نہ سننے کے عادی ہیں۔

تو وکلاء صفائی نے یہ ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے کہ لشکر نے سردار پر بھاگنے کا الزام لگایا تھا اور سردار نے لشکر پر مگر فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اصل مجرم کون تھا۔ لشکر بھاگا تھا کہ سردار بھاگا تھا۔ ہم نے تاریخ میں پڑھا تو ہم رکے ہم ٹہرے، ہم نے غور کیا، ہم نے فکر کیا، کہ یہ بات تو عدالت رسالت پر آ جاتی ہے ہمیں تو ہر جگہ رسالت عزیز ہے نا! ہمارا تو مرکز وہ ہے نا! ہمارا نبی تو عادل ہے نا! ہم نے سوچا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ دو شکایتیں پیغمبر اسلام کی خدمت میں پیش کی گئی ہوں اور حضور فیصلہ نہ کریں۔ اگر لشکر مجرم تھا تو حضور لشکر کو سزا

لے جایا کریں اپنے گھروں کو۔ اگر ایسا ہی ہے تو درود پڑھتے ہوئے جایا کریں محمد وآل محمد علیہم السلام پر۔

میں نے مانا کہ آپ کے جوش، جذبات مجلس کے بعد معراج پر ہوتے ہیں لیکن جوش وہی قابل تعریف ہے جو ہوش کے ساتھ ہو۔ اگر ہوش کا دامن چھوڑ کر جوش ہے تو پھر وہ جوش نہیں ہے وہ دیوانگی ہے اور الحمد للہ ہمارے یہاں دیوانگی نہیں ہے۔ صلوات۔

یہی لشکر جب رجب کی سربراہی میں چلا ایک بات میں اور عرض کرتا چلوں دیر تو ہو جائے گی میرے مولا کی شان کچھ عجیب ہے میرے بہت سے فوجی دوست یہاں آئے ہوئے ہیں وہ تائید کریں گے سیری اس بات کی کہ اگر ایک سیکڑ پر، ایک مورچہ پر، ایک محاذ پر مسلسل دس بیس یا تیس یا انتالیس دن تک شکستیں ہوتی رہیں اور پھر کمانڈر چیخ کیا جائے تو آنے والا کمانڈر پہلے والے کمانڈر سے شکست کے اسباب ضرور پوچھتا ہے کہ آخر نشانہ ٹھیک ٹھیک کیوں نہیں لگا، صحیح طریقے پر کامیابی کیوں حاصل نہیں ہوئی۔

اسباب شکست کے پوچھتا ہے تا لیکن کیا کہنے کا نجات اسلام کے سب سے بڑے فیئذ مارشل علیؑ، کیا کہنے تیری عظمت کے، کہ چالیسویں دن جب علم لیا تو کسی معزول کمانڈر کی طرف نظر بھی اٹھا کر نہیں دیکھا۔ تو بن تھی علیؑ کی کہ پوچھتے کیوں شکست ہوئی، کیوں پیچھے رہے۔ کسی سے نہیں پوچھا ہاں اپنے سپریم کمانڈر سے ہاتھ جوڑ کر پوچھا، اپنے سپریم کمانڈر رسالت مآب سے ہاتھ جوڑ کے ایک تاریخی جملہ پوچھا ہے جس پر میں ساری دنیا کے بہادروں کی شجاعتیں قربان کر دوں۔

عجیب جملہ کہا ہے انتالیس دن تک جس محاذ پر شکست ہو رہی ہو اس محاذ پر پہنچنے کے بعد، علم لینے کے بعد، چارج سنبھالنے کے بعد، علیؑ اس محاذ پر جانے سے پہلے، علیؑ معزول کمانڈر سے کوئی سوال نہیں کرتا اپنے سپریم کمانڈر سے ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے یا رسول اللہ کب تک لڑوں؟ یقین کا عالم تو دیکھیں، یقین کی منزلیں تو دیکھیں، کب تک لڑوں؟ اعتماد تو دیکھئے پس منظر میں یہ شرافت خون ابوطالبؑ بول رہی ہے: یا رسول اللہ کب تک

لڑوں؟ بھائی کو بھی بھائی پر اتنا اعتماد ہے کہ انتالیس دن کی شکست سے افسردہ نہیں۔ پیغمبر یقین کے ساتھ کہتے ہیں: علیؑ اس وقت تک تلوار نہ روکنا جب تک خدا تمہارے دونوں ہاتھوں پر مکمل فتح نہ دیدے۔ جنگ نہیں پڑھ رہا، مقصد بعثت کو ایک جملہ میں واضح کرنا ہے کہ علیؑ مقصد بعثت کو سمجھتے تھے کہ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

اے صاحبان ایمان جب تم یہودیوں کے مقابلے میں جاؤ گے تو وہ تم پر غالب نہیں آسکیں گے بلکہ تمہیں پشت دکھا کر بھاگیں گے۔ خیبر میں یہ وعدہ اللہ کا قرآن میں لیکن انتالیس دن تک تو آیت ہی الٹی ہوتی رہی۔

آپ فرمائیں اعتماد اٹھ جاتا قرآن پر سے اگر علیؑ نہ ہوتا۔ اللہ کا وعدہ ختم ہو جاتا۔ دیکھیے ناعدہ کس نے کیا تھا؟ اللہ نے۔ کس کے ذریعہ کیا تھا؟ رسول اللہ کے ذریعہ سے۔ کس کتاب سے کیا تھا؟ قرآن سے۔ تو اگر اللہ نے وعدہ کیا تھا کہ یہودی پشت دکھائیں گے اللہ کا وعدہ یہ تھا کہ یہودی پشت دکھائیں گے، صاحبان ایمان پشت نہیں دکھائیں گے۔ ذرا سا اس مسئلہ پر آپ توجہ فرمائیں یہودی پشت دکھائیں گے تمہارے مقابلے میں۔

تو انتالیس دن تک آیت اپنے معنی نہ دے سکی۔ وعدہ کس کا تھا؟ اللہ کا۔ کس سے تھا؟ مسلمانوں سے، کس کے ذریعہ وعدہ کیا تھا؟ رسولؐ کے ذریعے سے۔ کس کتاب میں وعدہ تھا؟ قرآن میں۔ اب اگر یہ وعدہ معاذ اللہ غلط ہو جاتا اور اللہ کا وعدہ اگر غلط ہو جاتا تو رسولؐ کا وعدہ ختم ہو جاتا، قرآن کی اہمیت ختم ہو جاتی، نبی کی نبوت ختم ہو جاتی، اللہ کا وعدہ پورا نہیں ہوا انتالیس دن تک۔ حالانکہ انتالیس دن تک لا الہ الا اللہ بھی خیبر میں، جس کے ذریعہ وعدہ کیا تھا، وہ محمد رسول اللہ بھی خیبر میں تھا، جس قرآن میں وعدہ کیا تھا وہ قرآن بھی خیبر میں تھا۔

وعدہ تو اللہ کا تھا! وعدہ موجود تھا۔ معلوم یہ ہوا خیبر کے اس فیصلہ سے پتہ یہ چلا کہ اللہ نے جتنے وعدہ کیے ہیں وہ مشروط ہیں اللہ کا وعدہ برقرار تھا لیکن پورا نہیں ہوا۔

”لا الہ الا اللہ“ تھا مگر وعدہ پورا نہیں ہوا۔ ”محمد رسول اللہ“ تھا مگر وعدہ پورا نہیں ہوا۔ وعدہ جب پورا ہوا جب خیبر میں ”علی ولی اللہ“ آ گیا۔ صلوات
 وعدہ تھا خدا کا مگر کب پورا ہوا جب خیبر میں ”علی ولی اللہ“ آ گیا اب اللہ کے
 سارے وعدوں پر ایمان۔ کوثر کا وعدہ کیا، جنت کا وعدہ کیا، بخشش کا وعدہ کیا، انعام کا وعدہ
 کیا، حکومت دینے کا وعدہ کیا، خلافت کا وعدہ کیا تھا۔ یہ سارے وعدے قرآن میں ہیں۔
 یہ سارے وعدے ہیں اللہ کے مگر مشروط ہیں۔

جنت ضرور ملے گی مگر ”علی ولی اللہ“ کے ساتھ ملے گی۔

اللہ نے کہا کہ میں راضی ہوں۔ وعدہ ہے اس کا کہ میں راضی ہوں۔

وعدہ ہے کہ میں راضی ہوں مگر کنڈیشنل Conditional ہے وعدہ۔

”علی ولی اللہ“ کے ساتھ وعدہ ہے تو معلوم یہ ہوا کہ اب قیامت تک اللہ کے
 جتنے بھی وعدے ہیں وہ وابستہ ہیں ”علی ولی اللہ“ کے ساتھ۔ ٹھیک ہے! قرآن کی
 آیت غلط ہو جاتی، رسول کا وعدہ، اللہ کا وعدہ۔ یعنی علیؑ نے خیبر کو فتح نہیں کیا، اللہ کی توحید
 کو بچایا، رسول کی رسالت کو بچایا، قرآن کی عظمت کو بچایا۔

احسان فراموش! انتہا ہوتی ہے پوری توحید کی عمارت خطرہ میں تھی خیبر میں۔
 سارے توحید پرست، توحید کے پرچم کو گرا آئے تھے اگر علیؑ بلند نہ کرتا نہ کوئی توحید
 پرست ہوتا نہ کوئی نبوت پرست ہوتا یا کہہ دوں نہ کوئی اللہ والا ہوتا نہ کوئی نبی والا ہوتا اگر
 علیؑ والا نہ ہوتا۔ صلوات

مجھے احساس ہے کہ یہ عشرہ بہت تیزی سے اپنے اختتامی مراحل تک جا رہا ہے آج
 ساتویں مجلس ہے اب دو تین مجلسیں باقی رہ گئیں ہیں اور ابھی میں مضمون کے آغاز کی
 منزل بھی طے نہیں کر سکا جس مرحلہ پر میں پہنچنا چاہتا تھا۔ ان شاء اللہ میں یکم صفر سے
 ونیفیس سوسائٹی کی امام بارگاہ میں مکمل عشرہ یکم سے دس تک پڑھوں گا اور وہاں اسی مضمون
 کو آگے بڑھاؤں گا۔ ان شاء اللہ۔ وہاں آپ حضرات سے جب گفتگو ہوگی تو یہ باتیں

واضح ہوں گی اس لیے کہ میں تو ابھی چھٹا مرحلہ بھی اپنے عنوان کا طے نہیں کر سکا۔

جن مراحل کو میں طے کرنا چاہتا ہوں اور جو فیصلہ تاریخی لینا چاہتا ہوں ۱۴۱۲ھ
 میں اور جس فیصلے کو میں نافذ کرنا چاہتا ہوں اور حکومت کسے کہتے ہیں؟ ہم نافذ کریں
 گے۔ بتاؤں اس علیؑ کو حکومت کی ضرورت ہوگی جس کا عرفان حیدر عابدی نافذ کرنے کا
 حق رکھتا ہو؟ تو اس منزل کو آپ چھوڑیں۔

ان شاء اللہ یکم سے دس صفر تک جو میں عرض کروں گا تو وہ تفصیلات طے کریں گے
 اس نقطہ نگاہ کی کہ توحید یحییٰ تو علیؑ کی وجہ سے۔ عقیدے سے نہیں کہہ رہا ہوں قرآن کی
 آیت سے دلیل دی ہے نبوت یحییٰ تو علیؑ کی وجہ سے، قرآن کا وعدہ بچا تو علیؑ کی وجہ سے۔

خدا کی قسم بہت بڑا احسان ہے دوستو! میں کہہ رہا ہوں بہت بڑا احسان ہے۔ اب
 اگر یہ جملہ سننے کے بعد بھی کوئی علیؑ کا احسان نہ مانے تو پھر میں ذمہ دار نہیں ہوں۔ بہت
 بڑا احسان ہے قرآن کی آیت پر غور کرو کہ یہودی پشت دکھائیں گے علیؑ نے خیبر کو فتح
 کر کے ساری امت کو یہودی سونے سے بچالیا ورنہ پشت دکھانا ہی قسمت میں رہ جاتا۔

بہت احسان ہے علیؑ کا اگر کوئی مانے تو بہت بڑا احسان ہے کیوں کہ یا تو آیت کا
 انکار کرنا پڑتا یا پھر سب کو یہودی بننا پڑتا اور آیت کا انکار ہونے لگتا تھا۔ یہ کتنا بڑا احسان
 ہے کہ سب کا رضی اللہ عنہ سلامت رہا، سب کا تاج رضی اللہ عنہ سلامت رہا۔ کتنی دیر کی
 کوشش تھی علیؑ کا ہاتھ اٹھا اور گرا بس اتنی دیر کی کوشش۔ ضربت اٹھی، گری۔ قیامت تک
 سب کی عزتیں محفوظ رہیں، قیامت تک کی توحید بچ گئی۔ تم اللہ کی کس کس نعمت کا انکار
 کرو گے۔ فبای آلاء ربکم! تکذبان اسی لئے تو صلوات بھیجیں۔

یہ نعمتیں ہیں علیؑ ولی اللہ کی۔ نعمت ہے۔ اگر علیؑ اللہ کی نعمت نہ ہوتا تو نعمتیں تمام نہ
 ہوتیں۔ علیؑ اللہ کی نعمت ہے جیسی تو غدیر خم میں نعمتیں تمام ہوئیں ہیں علیؑ کی ولایت کے
 صدقے میں۔

گئے اور مرحب نے قلعہ کی چوٹی سے دیکھا اور دیکھنے کے بعد برابر میں بیٹھے ہوئے

نجوی سے کہتا ہے: جاؤں؟ کہا کہ ہاں جاؤ تم فاتح ہو گے۔ آسمان کی طرف دیکھ کر اس نے کہا: تو فاتح ہے اس لیے کہ اس وقت تیرا ستارہ عروج پر ہے اور میرے مولا تیز تیز قدموں سے علم لیے ہوئے آگے بڑھے۔ تیز تیز آگے بڑھے اور تاریخ کے جملے یہ ہیں کہ میرے مولا نے پرچم رسالت کو پتھر میں اس طرح گاڑا جیسے موم میں گاڑ دیا ہو۔ پتھر پہ جب علم گڑا۔

سنیں گے مولا کا یہ جملہ۔ وجد کرو گے اپنے مولا کی فضیلت سن کر۔ تو سب گھبرایا کہا کہ یہ وہ تو نہیں ہے۔ مرحب کہتا ہے نجوی سے تو مجھے کہاں بھیج رہا ہے یہ وہ تو نہیں دیکھ تو سبھی پتھر میں موم کی طرح علم گاڑ دیا۔ نجوی کوئی بہت ہی بد بخت تھا۔ کم بخت کہتا ہے کہ ارے یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے کہ پتھر پر علم گاڑ دیا بلکہ یہ میرا علم نجوم بتا رہا ہے کہ ایک وقت آتا ہے سال میں ایسا کہ جب فلاں ستارہ فلاں برج میں ہوتا ہے اور اس کا عکس جیسے ہی کسی پتھر میں پڑتا ہے تو وہ پتھر موم ہو جایا کرتا ہے اس وقت اتفاق سے وہ ہی ستارہ فلاں برج میں تھا اس پر اس کا عکس پڑ رہا تھا۔

علیؑ نے فائدہ اٹھایا اتفاق سے علم گڑ گیا۔ لیکن امام کی حفاظت بتا رہا ہوں۔ یہ بات کہاں ہو رہی ہے؟ قلعے کی بلندی پر۔ علیؑ کہاں کھڑے ہیں زمین پہ۔ نجوی نے وہاں یہ بات کہی اور کائنات کے امام نے یہ بات سنی فوراً آگے بڑھے علم نکالا پیچھے بٹے۔

کاش میں حق ادا کر دوں اس جملہ کا۔ یادگار جملہ رہے گا اس عشرہ محرم کا۔ پیچھے بٹے علم نکالا پیچھے بٹے پھر آگے بڑھے پھر علم گاڑا اور جیسے ہی علیؑ سنے یہ عمل کیا نجوی چلا کے کہتا ہے مرحب سے: اس کے مقابلے پہ مت جانا۔ کہا: کیوں ابھی تو کہہ رہا تھا کہ جانا اب کیوں کہہ رہا ہے کہ نہ جانا۔

کہا: تو نے دیکھا نہیں اس ایک بات کو یہ کہ میں نے تجھ سے قلعے پر یہ بات کہی اس نے میری بات سنی اور میں نے خود دیکھا کہ جب یہ آگے بڑھا اس وقت بھی میں ستاروں کو دیکھ رہا تھا جب یہ پیچھے ہٹا اس وقت بھی میں نے ستارے کو دیکھا سیرا کہنا بھی

غلط نہیں تھا مگر یہ تو کوئی بہت بڑی نعمت خداوندی ہے اس لیے کہ میں نے دیکھا جتنے قدم علیؑ آگے بڑھا اتنے قدم ستارہ برج سے باہر نکلا اور جب علیؑ نے علم نکالا یہ پیچھے ہٹا پھر جب علیؑ پتھر پہ علم لایا یہ ستارہ پھر ای برج میں چلا گیا تو یہ تو وہ ہے کہ جس کے اشارے پر ستارا چلا ہے۔ صلوات۔

نجوی کہہ رہا ہے جتنے قدم یہ چلا ستارہ چلا جتنے قدم یہ بڑھا ستارہ بڑھا۔ ستارے نے اپنی رفتار کو اس کی رفتاری کے مخالف نہیں کیا۔ علم نجوم کا ماہر جو بابا آدم کہلاتا ہے ”گیلے یو“ اس نے جو کتاب لکھی ہے اسٹروولوجی پر۔ کیمسٹری پر علم نجوم کے ماہر نے ایلین پو اس کا نام ہے وہ کہتا ہے مجھے علم نجوم کا شوق ہی اس وقت ہوا جب سے میں نے علیؑ کو اس جنگ میں جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے جب تاریخ میں پڑھا مسلمانوں کا ایک خلیفہ جنگ میں سجا رہا تھا۔ راستہ میں راہب نے کہا: علیؑ اس وقت آپ نہ جائیں اس لیے کہ ستارے آپ کے فیور میں نہیں ہیں، میں دیکھ رہا ہوں۔

تو علیؑ نے کہا تھا کہ: اب تو نہ بھی جاتا تھا تو جاؤں گا۔

کہا: علیؑ اس وقت آپ نہ جائیں اس لیے کہ ستارے آپ کے مخالف چل رہے ہیں اس وقت آپ جائیں گے تو آپ کی فوج کو شکست ہوگی بہت کم لوگ بچیں گے۔ علیؑ نے کہا کہ: اب تو ضرور جاؤں گا۔

اور دوستو یہ واحد جنگ جنگ نہروان کہ جس میں پہنچ کر علیؑ نے پہلی مرتبہ۔ ہے کوئی کائنات کا ایسا سپریم کمانڈر کہ جس نے آغاز جنگ سے پہلے نتیجہ جنگ کا اعلان کر دیا ہو اور تاریخ آدم و عالم کا پہلا اور آخری انسان علیؑ کہ جس نے میدان جنگ میں پہنچ کر اعلان کر دیا کہ ہمارے دس سے کم مریں گے مخالف کے دس سے کم بچیں گے۔

تاریخ کے واحد کمانڈر کا اعلان مخالفین کے دس سے کم بچیں گے اور ہمارے دس سے کم مریں گے اور وہی نتیجہ رہا علیؑ کے لشکر میں سے صرف نو اور ادھر سے جو بچ کے بھاگے وہ نو۔ بھاگنے والے ہی تو بچتے ہیں۔ بھاگنے والے ہی کی تو عمر زیادہ ہوتی ہے۔

نجوی سے کہتا ہے: جاؤں؟ کہا کہ ہاں جاؤ تم فاتح ہو گے۔ آسمان کی طرف دیکھ کر اس نے کہا: تو فاتح ہے اس لیے کہ اس وقت تیرا ستارہ عروج پر ہے اور میرے مولا تیز تیز قدموں سے علم لیے ہوئے آگے بڑھے۔ تیز تیز آگے بڑھے اور تاریخ کے جملے یہ ہیں کہ میرے مولا نے پرچم رسالت کو پتھر میں اس طرح گاڑا جیسے موم میں گاڑ دیا ہو۔ پتھر پہ جب علم گرڈا۔

سنیں گے مولا کا یہ جملہ۔ وجد کرو گے اپنے مولا کی فضیلت سن کر۔ تو مرحب گھبرایا کہا کہ یہ وہ تو نہیں ہے۔ مرحب کہتا ہے نجوی سے تو مجھے کہاں بھیج رہا ہے یہ وہ تو نہیں دیکھ تو سہی پتھر میں موم کی طرح علم گاڑ دیا۔ نجوی کوئی بہت ہی بد بخت تھا۔ کم بخت کہتا ہے کہ ارے یہ کوئی کمال کی بات نہیں ہے کہ پتھر پر علم گاڑ دیا بلکہ یہ میرا علم نجوم بتا رہا ہے کہ ایک وقت آتا ہے سال میں ایسا کہ جب فلاں ستارہ فلاں برج میں ہوتا ہے اور اس کا عکس جیسے ہی کسی پتھر میں پڑتا ہے تو وہ پتھر موم ہو جایا کرتا ہے اس وقت اتفاق سے وہ ہی ستارہ فلاں برج میں تھا اس پر اس کا عکس پڑ رہا تھا۔

علیؑ نے فائدہ اٹھایا اتفاق سے علم گر گیا۔ لیکن امام کی طاقت بتا رہا ہوں۔ یہ بات کہاں ہو رہی ہے؟ قلعے کی بلندی پر۔ علیؑ کہاں کھڑے ہیں زمین پر۔ نجوی نے وہاں یہ بات کہی اور کائنات کے امام نے یہ بات سنی فوراً آگے بڑھے علم نکالا پیچھے ہٹے۔

کاش میں حق ادا کر دوں اس جملہ کا۔ یادگار جملہ رہے گا اس عشرہ محرم کا۔ پیچھے ہٹے علم نکالا پیچھے ہٹے پھر آگے بڑھے پھر علم گاڑا اور جیسے ہی علیؑ نے یہ عمل کیا نجوی چلا کے کہتا ہے مرحب سے: اس کے مقابلے پہ مت جانا۔ کہا: کیوں ابھی تو کہہ رہا تھا کہ جانا اب کیوں کہہ رہا ہے کہ نہ جانا۔

کہا: تو نے دیکھا نہیں اس ایک بات کو یہ کہ میں نے تجھ سے قلعے پر یہ بات کہی اس نے میری بات سنی اور میں نے خود دیکھا کہ جب یہ آگے بڑھا اس وقت بھی میں ستاروں کو دیکھ رہا تھا جب یہ پیچھے ہٹا اس وقت بھی میں نے ستارے کو دیکھا میرا کہنا بھی

غلط نہیں تھا مگر یہ تو کوئی بہت بڑی نعمت خداوندی ہے اس لیے کہ میں نے دیکھا جتنے قدم علیؑ آگے بڑھا اتنے قدم ستارہ برج سے باہر نکلا اور جب علیؑ نے علم نکالا یہ پیچھے ہٹا پھر جب علیؑ پتھر پہ علم لایا یہ ستارہ پھر اسی برج میں چلا گیا تو یہ تو وہ ہے کہ جس کے اشارے پر ستارا چلتا ہے۔ صلوات۔

نجوی کہہ رہا ہے جتنے قدم یہ چلا ستارہ چلا جتنے قدم یہ بڑھا ستارہ بڑھا۔ ستارے نے اپنی رفتار کو اس کی رفتاری کے مخالف نہیں کیا۔ علم نجوم کا ماہر جو بابا آدم کہلاتا ہے ”گیلے لیو“ اس نے جو کتاب لکھی ہے اسٹروولوجی پر۔ کیمسٹری پر علم نجوم کے ماہر نے ایلن پواس کا نام ہے وہ کہتا ہے مجھے علم نجوم کا شوق ہی اس وقت ہوا جب سے میں نے علیؑ کو اس جنگ میں جاتے ہوئے دیکھا۔ میں نے جب تاریخ میں پڑھا مسلمانوں کا ایک خلیفہ جنگ میں سجا رہا تھا۔ راستہ میں راہب نے کہا: علیؑ اس وقت آپ نہ جائیں اس لیے کہ ستارے آپ کے فور میں نہیں ہیں، میں دیکھ رہا ہوں۔ تو علیؑ نے کہا تھا کہ: اب تو نہ بھی جاتا تھا تو جاؤں گا۔

کہا: علیؑ اس وقت آپ نہ جائیں اس لیے کہ ستارے آپ کے مخالف چل رہے ہیں اس وقت آپ جائیں گے تو آپ کی فوج کو شکست ہوگی بہت کم لوگ بچیں گے۔ علیؑ نے کہا کہ: اب تو ضرور جاؤں گا۔

اور دوستو یہ واحد جنگ جنگ نہروان کہ جس میں پہنچ کر علیؑ نے پہلی مرتبہ۔ ہے کوئی کائنات کا ایسا سپریم کمانڈر کہ جس نے آغاز جنگ سے پہلے نتیجہ جنگ کا اعلان کر دیا ہو اور تاریخ آدم و عالم کا پہلا اور آخری انسان علیؑ کہ جس نے میدان جنگ میں پہنچ کر اعلان کر دیا کہ ہمارے دس سے کم مریں گے مخالف کے دس سے کم بچیں گے۔

تاریخ کے واحد کمانڈر کا اعلان مخالفین کے دس سے کم بچیں گے اور ہمارے دس سے کم مریں گے اور وہی نتیجہ رہا علیؑ کے لشکر میں سے صرف نو اور ادھر سے جو بچ کے بھاگے وہ نو۔ بھاگنے والے ہی تو بچتے ہیں۔ بھاگنے والے ہی کی تو عمر زیادہ ہوتی ہے۔

توجہ ہے نا آپ حضرات کی اور علیؑ فاتح کی حیثیت سے واپس لوٹے۔ پھر اس نجومی کے پاس آئے اس راہب سے کہا کہ تو، تو کہتا تھا کہ ستارے فیور میں نہیں ہیں تو ایک مرتبہ وہ گھبرا کر علیؑ کے قدموں کی طرف دیکھ کر کہتا ہے کہ مولا یہ کیا ہوا ستارہ اپنی رفتار تبدیل کر رہا ہے جب آپ جارہے تھے تو آپ کے مخالف تھا اب آئے ہیں تو آپ کی موافقت میں چل رہا ہے تو میرے مولا نے اسی وقت کہا تھا کہ بس مجھ میں اور تم میں یہی فرق ہے اور یہ علیؑ کا جملہ قیامت تک ہم بھی پڑھتے رہیں گے کہ تم میں اور ہم میں یہی تو فرق ہے۔ بس یہی ہم بھی کہتے رہیں گے کہ ساری دنیا ستاروں کے پیچھے چلتی ہے اور ستارے علیؑ کے پیچھے چلتے ہیں۔ صلوات۔

بس اب ستارہ وہی ہے جو علیؑ کے پیچھے چلے جا رہے ہیں ایک ستارہ ہو یا نو ستارے ہوں۔ ستارہ وہی ہے جو علیؑ کی اقتدا کرے، جو علیؑ کے نقش قدم پر قدم رکھ کر چلے، جو دروازہ علیؑ پر جاروب کشی کرے وہ ستارہ اور وہ ستارہ جو علیؑ کے دروازے پر آ جائے وہ اللہ کی جناب میں قسم کھانے کی منزل پر آ جاتا ہے۔

والنجم اذا هوى ۝ قسم ہے ستارے کی جب وہ گرا، قسم ہے ستارے کی جب وہ

ٹوٹا

ماضی صاحبکم وما غوی ۝ وما ينطق عن الهوى ۝ ان هو الا وحی

یوحیٰ ۝

قسم ہے ستارے کی جب وہ ٹوٹا ہمارا نبی نہ کبھی بہکا نہ کبھی گمراہ ہوا۔ قسم ہے ستارے کی، (سورہ النجم آیات ۱ تا ۴)

پروردگار بڑا احسان ہے تیرا ہماری توجان مصیبت میں آ جاتی اگر کہیں تو ستاروں کی قسم کھا لیتا مگر تو نے ایک ہی ستارے کی قسم کھائی۔ بڑا مسئلہ ہو جاتا ہے۔ مگر ایک ہی ستارے کی قسم کھائی، ہر ستارے کی نہیں۔ ستارے تو بہت ہیں نا آسمان پر۔

اچھے بھی، برے بھی، خبیث بھی منحوس بھی، ایسے بھی ہیں جو قسمت کو روک دیتے

ہیں ہمیں کیا پتہ یہ ستارے، ہمیں تو شناخت نہیں۔

اب سارے ستاروں کے پیچھے کیسے چلیں اگر گمراہ گئے، کسی خبیث ستارے سے۔ کیا ضرورت ہے بھئی ستاروں کے پیچھے کیوں۔ کیوں نہ چاند کے پیچھے چلیں؟ کیوں نہ قمر امامت ہی کے پیچھے چلیں؟ یہ ایک ہی ہے جو ایک ہی ہے مگر یہی قمر امامت جب اپنے کمال کی منزل پر آتا ہے تو چودھویں منزل پر آ جاتا ہے۔ صلوات۔

آپ اس نظام قدرت کو دیکھیں یہی قمر جب اپنے شباب کی منزل پر آئے تو چودھویں رات کا چاند کہلاتا ہے اور اس کے بعد پھر کیا ہوتا ہے اس کے بعد گھٹنا شروع ہوتا ہے نظروں سے اوجھل ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر بالکل غائب ہو جاتا ہے لیکن غائب ہو کر پھر نکلتا ہے پھر نکلتا ہے۔ صلوات

یہ نظام قدرت ہے لیکن وہ جب بالکل غائب ہو جائے۔ بالکل غائب ہو جائے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہے نہیں۔ ہے بس اب تمہاری نظروں میں اتنی بصارت نہیں کہ تم دیکھ سکو۔ صلوات

تو قمر امامت تو مسلسل ہے اس لیے کہ ہدایت اور بعثت مسلسل ہے مقصد بعثت رسول ختم نہیں ہوا ہدایت باقی ہے قیامت تک باقی رہے گی مجھے بتاؤ اگر پیغمبرؐ کے بعد کوئی ہادی نہیں تھا اور اگر میں پیغمبرؐ کے بعد کسی کو امام برحق نہ مانوں تو اس کا مطلب تو یہی ہوا کہ یزید کو داخل اسلام سمجھا جائے تو یزیدیت اسلام کا حصہ بن جائے گی۔ سلام کیا کرو سلام کیا کرو۔

چلو سلام کرو ایسے آستانے کو

حسینؑ پال کے جس نے دیا زمانے کو

احسان ہے علیؑ کے بیٹے کا یزیدیت کو اسلام سے علیحدہ کر دیا ورنہ مسلمانوں کی قسمت میں یزیدیت ہوتی۔ نہ کوئی نماز ہوتی، نہ مسجد ہوتی، نہ کوئی حج ہوتا، نہ نظام ہوتا نہ اسلام، حسینؑ کا صدقہ

روادری میں وہ سجدہ کیا دم آخر

نماز جاتی تھی دنیا سے روک لی تو نے

نماز کو امام ہی تو روک سکتا ہے دوستو! اس بات کو نہیں روتا۔ روتا اس بات پہ ہوں کہ ان ماں بیٹی کا قصور کیا تھا؟ کل آپ نے بہت پرسہ دیا۔ ماں فاطمہ اور بیٹی زینب کو۔ سلوک تو دیکھو ماں چار گھنٹے دربار میں کھڑی رہی اور بیٹی نو گھنٹے دربار میں کھڑی رہی۔

میں نے صبر کیا بابا میرے دروازے پر آگ لگی میں نے صبر کیا،

بابا میرا پہلو زخمی ہوا میں نے صبر کیا بابا میرا محسن شہید ہو گیا میں نے صبر کیا۔

آپ رقت کے عالم میں جملے پورے نہیں سن پائے تھے اس لیے مضمون کو آگے بڑھا رہا ہوں بابا میرا وارث گرفتار ہو جائے۔ یہ میں صبر نہیں کر سکتی بابا، بابا آج میں گلہ کرنے نہیں آئی بد دعا کرنے کے لیے آنٹی ہوں بابا آپ کا عمامہ پہن کر آئی ہوں بابا آج میں لباس نبوت پہن کر آئی ہوں۔ بابا یہ میں برداشت نہیں کر سکتی۔

یہ کہنے کے بعد حسن و حسین کو کہا بیٹا حسین! میں بد دعا کرتی ہوں تم اپنی زبانوں سے آمین کہنا۔ ادھر بی بی سیدہ کے ہاتھ بلند ہوئے ابھی بد دعا نہیں نکلی تھی کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں زلزلہ آیا۔ علیؑ نے گھبرا کے مسلمان کی طرف دیکھا مسلمان، فاطمہؑ سے کہہ دو بابا کی امت ہے بد دعا نہ کریں۔ مسلمان نے آکر پیغام پہنچایا۔ بد دعا کے لیے اٹھے ہوئے ہاتھ واپس گر گئے۔ یہ میری تقریر کا آخری جملہ تھا۔

عزادادو! کہہ دو مرتبہ بھائیوں کی لاوارث بہن زینب کون زینب جس کے لیے علیؑ یہ کہا کرتے تھے: زینب گھر میں چلنے پھرنے کی عادت ڈالو۔ اس بیٹی نے اللہ جانے چودہ سو میل کا سفر کیسے طے کیا۔

عزادادو! ایک جملہ سن لو پھر میں آتا ہوں منزل پر مجھے اس کا گلہ نہیں مجھے اس کی شکایت نہیں ہے کہ کر بلا میں کیا ہوا میں تو یہ شکایت کرتا ہوں کہ کر بلا سے لے کر شام تک علیؑ کی بیٹی ۳۳ مسلمان بستیوں سے ایک چادر کی بھیک مانگتی چلی گئی۔ کسی مسلمان نے اٹھ کر یہ

نہیں کہا: علیؑ کی بیٹی چادر اوڑھ لے پردہ تیرے گھر سے نکلا ہے، تو تطہیر کی وارث ہے۔

آج زینب جب کوفہ کے بازار میں آئی۔ علیؑ کی بیٹی نے کوفہ کے در و دیوار پر نظر ڈالی۔ در کو پہچانا، دیواروں کو پہچانا، گلیوں کو پہچانا، غیرت کا پسینہ چہرے پر آیا۔ سجاد کو بلا کر کہتی ہے: بیٹا سید سجاد یہ کوفہ ہے نا! ”پھوپھی امتاں ہاں یہ کوفہ ہے“ ”بیٹا یہ وہی کوفہ ہے جہاں شہزادی بن کر آئی تھی؟“

ایک منزل اور سن لو علیؑ نے جب دارالحکومت تبدیل کیا۔ حسن و حسین کو بھیجا جاؤ مدینہ سے بہنوں کو لے آؤ۔ حکم دیا اور دیکھو جب کوفہ کی سرحد میں آؤ تو سواری وہیں روکنا میں خود آکر استقبال کروں گا؟ جب کوفہ کی سرحد پر سواری پہنچی علیؑ تلوار لیے تخت سے اترے اور کوفہ کے بازاروں میں یہ کہتے چلے بازار بند کر دو۔ کوفہ والوں اپنی دکانیں بند کر لو آج نبی کی نواسیاں آ رہی ہیں۔ یہ تھی زینب کی منزل باپ کی حکومت میں۔

اور اس کے بعد علیؑ پہنچے زعمائے حکومت کے ساتھ۔ علیؑ پہنچے اور جانے کے بعد محمل کے اندر چہرہ ڈال کے زینب کی پیشانی پہ بوسہ دیا۔ اس کے بعد ایک جملہ کہتے ہیں؟ زینب راستہ میں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ میرے لال راستے میں کوئی زحمت تو نہیں ہوئی۔ زینب کہتی ہے: بابا جان تکلیف کیسی؟ جس کے اٹھارہ بھائی ہوں اسے تکلیف کیسی؟ میں کہوں گا یا علیؑ ۶۱ھ میں آکر زینب سے پوچھ لو۔

۶۱ھ میں کوفہ کے بازار میں آئیں پوچھا: سید سجاد وہی کوفہ ہے نا جہاں میں شہزادی بن کر آئی تھی؟ کہا: پھوپھی امتاں یہ وہی کوفہ ہے۔

جملہ سن لو جناب زینب کہتی ہیں: بیٹا سید سجاد مجھے شرم آتی ہے ان بازاروں سے بے پردہ جاتے ہوئے۔ بیٹا شرم سے کہہ دو ہمیں کسی نامعلوم راستے سے لے چلے، راستے آشنا ہیں ہمیں کسی اور راستے سے لے چلو۔

سید سجاد آئے کہتے ہیں: شرم میری پھوپھی کہتی ہیں ہمیں ان سبجے ہوئے بازاروں سے نہ گزار، اس مجمع سے نہ گزار، کسی نامعلوم راستے سے لے جا۔

مجلس ہشتم

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں عشرہ ثانی کی یہ ہماری آٹھویں گفتگو
آپ کے بہترین ذوق سماعت کی نذر ہے۔ اس عشرہ میں ہمارا عنوان گفتگو ”مقصد بعث
رسول“ ہے۔ اس کے بعد ہماری دو تقریریں باقی رہ جاتی ہیں۔ اس عنوان کے تحت جو
مراحل فکر و نظر کے ہم نے ابھی تک طے کیے ان کا ماحصل اور مفہوم یہ ہے کہ ملت مسلمہ کو
مقاصد بعث سے آگاہ کر دیا جائے تاکہ معرفت نبوت میسر آئے اور جب معرفت پیغمبر
ہو جائے گی تو حق اطاعت بھی صحیح معنی میں ادا ہوگا اور جب حق اطاعت ادا ہوگا یعنی نبوت
کی معرفت کے بعد جب اطاعت ہوگی تو پھر نبوت کی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم نہیں کیا
جائے گا اس لیے کہ اگر نبوت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے تو پھر اطاعت بھی دو حصوں میں
تقسیم ہو جائے گی۔

عزادارو! میری زبان جل جائے میں پھر قیامت کی منزل پر آگیا سید سجادؑ نے تو
زبان سے کہا تھا تا! شمر نے زبان سے جواب نہیں دیا تازیانہ اٹھایا سجادؑ کی کمر پہ مارا۔ ہائے
میرائیکس امام میرا مظلوم امام۔

اس کے بعد شمر کہتا ہے: سجادؑ ہم تو انہی بازاروں سے لے کر جائیں گے۔ یہ بازار تو
ہم نے آل محمد کے لیے سجائے ہیں۔ سید سجادؑ واپس آگئے۔
سجادؑ نے کہا: پھوپھی اماناں شمر نہیں مانتا۔

زینبؓ نے کہا: کیا کہا؟

کہا: نہیں مانتا۔

زینبؓ نے کہا: ارے اگر میرے سر پہ عباسؑ کا سایہ نہ رہا تو ہمیں بالکل لاوارث سمجھ لیا۔
سید سجادؑ کہہ دو شمر سے، بازار سے نہیں جاؤں گی۔

جلال آیا شہزادی کو: شمر سے کہہ دو بازار سے نہیں جاؤں گی۔ عباسؑ کی غیرت کی قسم
نہیں جاؤں گی بازار سے۔ نہیں جاؤں گی بازار سے۔ ہمیں بالکل لاوارث سمجھ لیا، ہمیں
بالکل مجبور سمجھ لیا اور کہہ کر زینبؓ نے ایک جھٹکا دے کر اپنے بالوں کو کھولا اور برابر میں بیٹھی
ہوئی سیکینہؓ ہے کہا: سیکینہؓ میں بددعا کرتی ہوں تم اپنے ننھے ننھے ہاتھ بلند کر کے آمین کہنا۔

سیکینہؓ نے ہاتھ بلند کیے زینبؓ کے لب ہلے۔ ایک مرتبہ سید سجادؑ ہتھکڑیاں سنبھالے
ہوئے پھوپھی اماناں کے پاس آئے آکر کہا: پھوپھی بددعا کرنے سے نہیں روکتا لیکن
پھوپھی اماناں ذرا بددعا کرنے سے پہلے نیزے کی طرف زرخ کرلو، بابا کے کٹے ہوئے سر پہ
نظر کرلو۔

زینبؓ نے دیکھا حسینؑ کے آنسو بہہ رہے تھے آواز آئی: زینبؓ وعدہ پورا کرو
ہماری قربانی رائیگاں نہ جائے۔

سیکینہؓ کے اٹھے ہوئے گر گئے۔ کہا: سید سجادؑ شمر سے کہہ دے جدھر سے چاہے لے
چلے۔ ہائے حسینؑ، ہائے زینبؓ۔

ملت مسلمہ کے عقلمندوں نے نبوت کو دو حصوں میں تقسیم اسی لیے کیا تاکہ اطاعت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے اور اطاعت کو دو حصوں میں تقسیم کرنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ تاریخ کے ورق جب الٹنا شروع کیے تو کہیں اطاعت ہے کہیں نہیں ہے۔ تو اپنے عیوب پر پردہ ڈالنے کے لیے اپنے گناہوں کی پردہ پوشی کرنے کے لیے ملت نے نبوت کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا تاکہ ان شخصیتوں کے چہرے نمایاں نہ ہو سکیں جنہوں نے حق اطاعت پیغمبر ادا نہیں کیا، تاکہ ان لوگوں کا تعارف نہ ہو سکے جنہوں نے حق اطاعت رسول ادا نہیں کیا۔ لیکن ہم نے بھی قسم کھائی ہوئی ہے، ہم نے بھی معصم ارادہ کیا ہوا ہے، ہم نے بھی تہیہ کیا ہوا ہے کہ کوئی شخصیت باقی رہے نہ رہے، کسی کا احترام باقی رہے نہ رہے لیکن احترام نبوت باقی رہے۔ صلوات۔

مسئلہ یہ درپیش آیا عزیزان گرامی کہ امیر جنسی میں کلمہ پڑھنے والوں نے، ہنگامی حالات میں کلمہ پڑھنے والوں نے نہ بعثت کو سمجھا نہ نبوت کو سمجھا۔ جب معرفت ہی نہیں تو کلمہ کا فائدہ کیا۔

خرد نے کہہ بھی دیا لا الہ تو کیا حاصل
دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

بڑی عجیب بات ہے ہمیں تو ۹ نومبر کو پیغام دیا جاتا ہے کہ علامہ اقبال کے پیغام پر چلو۔ ہمیں تو سربراہ مملکت پیغام دیتے ہیں کہ علامہ اقبال کے پیغام کو سمجھیے ہم کیسے سمجھا میں کہ ہمیں اقبال کے پیغام پر چلنے کی ضرورت نہیں اقبال تو خود ہمارے پیغام پر چلنے والے تھے۔ صلوات۔

ملت کو چاہیے، ہاں ہمارے مذہب کے علاوہ باقی ملت کو چاہیے کہ وہ علامہ اقبال کے پیغام پر چلے، ہمیں تو چلنے کی اس لیے ضرورت نہیں کہ وہ ہمارے پیغام کے خود پیغامبر تھے۔ جو بات ہم کہتے چلے آرہے ہیں کہ ملک میں اتحاد بین المسلمین چاہتے ہیں۔ ملک میں اگر اتحاد چاہتے ہو، ملک میں اگر اتفاق چاہتے ہو، ملک میں اگر لسانی، صوبائی، فرقہ

واری کی عصیتوں کو ختم کرنا چاہتے ہو تو آپ کے طور اور طریقے سے عصیتیں ختم نہیں ہوں گی۔ یہ ملک و وطن کے جھگڑے، یہ جغرافیے کے جھگڑے، یہ سرحدوں کے جھگڑے یہ صرف ایک ذات پہ آ کر ختم ہوں گے کہ مصور پاکستان نے کہا کہ
بڑھ کے خیبر سے یہ معرکہ دین و وطن

یہ دن کے جھگڑے، یہ وطن کے جھگڑے، یہ صوبے کے جھگڑے، یہ علاقے کے جھگڑے، یہ زبان کے جھگڑے، یہ مسالک فکر کے جھگڑے، یہ جتنے بھی جھگڑے ہیں انہیں اقبال نے خیبر کا دروازہ کہا ہے۔ لیکن اس کا علاج بھی بتایا ہے۔ اب بتاؤں کس کے پیغام پر مصور پاکستان چل رہے ہیں کہ ملک میں اگر اتحاد بین المسلمین چاہتے ہو تو ہماری بات نہیں مانتے ہو تو مصور پاکستان کی بات تو مانو، شاعر مشرق کی بات تو مانو، پاکستان کا تصور دینے والے کی بات تو مانو جس نے کہا:

بڑھ کے خیبر سے ہے یہ معرکہ دین و وطن

اس زمانے میں کوئی حیدر کرار بھی ہے

اب اگر ملت نہ سمجھے تو اس میں اقبال کا کوئی تصور تھوڑی ہے جس نے پاکستان کا تصور دیا تھا۔ اسی نے علویت کا تصور بھی دیا، اسی نے بتایا کہ تمہارے ہر مرض کا علاج خانہ علی پر موجود ہے۔

اتحاد! چاہتے ہو تو آستانہ علی پر آؤ۔ اتفاق! چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

قرآن چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

تفسیر قرآن چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

تفہیم قرآن! چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

قیادت! چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

تخصیص! چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

تعمیم! چاہتے ہو تو علی کے آستانے پر آؤ۔

قیادت! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

نجابت! چاہتے ہو تو علیؑ کے آستانے پر آؤ۔

ولایت! چاہتے ہو تو علیؑ کے آستانے پر آؤ۔

امامت! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

توحید! چاہتے ہو تو علیؑ کے آستانے پر آؤ۔

آدمؑ! کی شرافت چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

موسیٰؑ! کی ہیبت چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

نوحؑ! کا تقویٰ چاہتے ہو تو علیؑ کے آستانے پر آؤ۔

یوسفؑ! کا جمال چاہتے ہو تو علیؑ کے آستانے پر آؤ۔

عیسیٰؑ! کا زہد چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

یہی نہیں شریعت چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

جبریلؑ! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

سلمانؑ! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

ابوذرؑ! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

قانون محمدؐ! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ۔

مقام مصطفیٰؐ! چاہتے ہو تو علیؑ کے دروازے پر آؤ اور نظام مصطفیٰؐ چاہتے ہو تو علیؑ

کے دروازے پر آؤ۔ صلوات۔

بھی عجیب بات ہے پاکستان کا تصور تو اقبال سے لے لیتے ہو ایمان کا تصور نہیں

لیتے۔ اس تجاہل عارفانہ کو ہم کیا کہیں؟ بھئی جس نے پاکستان کا تصور دیا اس نے پاکستان

کے قائم رہنے کے دلائل بھی تو فراہم کیے تھے۔ کن کن بنیادوں پر پاکستان قائم رہے گا یہ

بھی بتایا تھا اقبال نے۔ لیکن بات یہاں تو یہ ہے تاکہ شخصیت پرستی تو کرتے ہیں کردار

پرستی نہیں کرتے۔ شخصیت کو بڑا اسلام لیکن اقبال کا عقیدہ ہے کیا یہ کوئی بیان نہیں کرتا۔

اقبال کا پیغام کیا ہے یہ کوئی بیان نہیں کرتا۔ اقبال جس نے ایک کفر کے فتوے کا مقابلہ نہیں کیا بلکہ چالیس چالیس کفر کے فتوؤں کا مقابلہ کیا۔ چالیس چالیس کفر کے فتوؤں کا مقابلہ کرنے کے بعد آل انڈیا مسلم لیگ اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے پارٹیشن سے پہلے علامہ اقبال نے اتحاد کا پیغام دیتے ہوئے اپنے خطبہ صدارت میں فرمایا کہ سارے برصغیر کے مسلمان۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے

نیل کے ساحل سے لے کر تباہ خاک کا شجر

لیکن اقبال نے بتایا کہ یہ اتحاد اگر قائم رکھنا ہے تو ان دونوں بھائیوں کی طرح ہو جاؤ جن کا نام لسان قدرت نے محمدؐ اور علیؑ رکھا ہے۔ صلوات۔

اور علیؑ کی پیروی کرو یہ اقبال کا پیغام ہے۔ علیؑ کی پیروی کرو۔

علیؑ کی پیروی اس لیے کرو کہ علیؑ رسالت سے ”لحمک لحمی“ کی منزل پر ہے۔

علیؑ نبوت سے ”لحمک لحمی“ کی منزل پر ہے۔ اقبال نے جب یہ کہا تو کفر ساز

فیکٹریوں میں اور ٹائم لگنے شروع ہو گئے۔ فتوے تیار ہونے لگے۔ یہ دیکھیے علیؑ کو اتنا بڑھا دیا۔

”لحمک لحمی“ ”دمک دمی“ رسولؐ کی حدیث ہے نا! یہ لیجیے اقبال تو اس پر اتنی سند کے ساتھ بول رہے ہیں جیسے یہ صحیح حدیث ہو حالانکہ ہماری کسی صحیح میں نہیں ہے۔

بھئی یہ آپ کی صحیح میں نہیں ہے اس لیے تو صحیح ہے۔ یہ ہماری صحیح میں نہیں ہے اسی لیے صحیح نہیں ہے تو فوراً ہی کفر کے فتوے اقبال پر، مصور پاکستان پر۔

مردہ قبروں پر تمنے سجانے والو! اقبال کے پیغام کو دیکھو جب اقبال نے یہ کہا کہ

”علیؑ لحمک لحمی“ کی منزل پر ہے تو سارے اسلامی نظام میں ہلچل برپا ہو گئی۔

ساری کفر ساز فیکٹریاں اور ٹائم لگانا شروع کرنے لگیں کہ اس نے علیؑ کو ”لحمک لحمی

“ کا مصداق قرار دیا تھا اور اقبال بھی کفر کے ان فتوؤں کو نہ خیال میں لائے، نہ خاطر میں

اللہ نے دعا فرمائی تھی پیغمبرؐ نے دعا فرمائی مان لیا اللہ نے مسلمان کر دیا تو مسلمان ہونے والے کا کچھ کمال ہے؟ اس میں۔ میں نے بتایا میں سرسری سے گزرنے کا تو عادی نہیں امیر جنسی میں نہ سمجھیں۔

رسول اللہ نے دعا فرمائی تا! پروردگار یہ دو ہیں ایک ابوجہل ہے ایک یہ ہے جہی کہتے ہیں کہ نادان دوست سے دانا دشمن اچھا ہے۔ خدا کی قسم کہاں ملا دیا جا کے کس کلگیری کا کافر بنا دیا جا کے۔ جہاں علم نہ ہو وہاں فضیلت بھی نہیں بیان کی جاتی۔ یہاں تو مصیبت یہ ہے کہ ایک کی فضیلت بیان کریں گے تو دوسرے کی توہین کر دیں گے۔ دونوں میں سے ایک کو اللہ نے مسلمان کر دیا تو ابوجہل تو جنت میں جائے گا تا اگر یہ حدیث صحیح ہے تو جائے گا بالکل جائے گا جناب اگر یہ حدیث صحیح ہے تو ابوجہل پکا جنتی میں کہہ رہا ہوں۔

بھئی دیکھیے تا! رسول اللہ نے دو کنڈیڈیٹ candidate پیش کیے تاکہ ان دونوں میں سے کسی کو مسلمان کر دے نام تو نہیں لیا تا کسی ایک کو مسلمان کر دے تو ایک کو مسلمان کر دیا تو ابوجہل تو قیامت کے دن کہے گا تا کہ پروردگار اس میں میرا کیا قصور ہے تیرے حبیب نے دو نام پیش کیے تھے تو نے اسے کیوں مسلمان کر دیا مجھے ہی کر دیتا اور جب تو نے نہ چاہا کہ میں مسلمان ہوں تو میں کیسے مسلمان ہو جاتا؟ بات آجائے گی نہ عدل الہی پر ایسی حدیثوں کو تو ہم مسترد کر دیتے ہیں۔

یہ اگر کلام پیغمبرؐ ہوتا تو ماورائے تنقید ہوتا۔ بشر کی مجال نہیں ہے کہ کلام پیغمبرؐ پر تنقید کر سکے۔ جب ہم کسی حدیث پر تنقید کر دیں تو سمجھ لو کہ وہ پیغمبرؐ کی حدیث نہیں ہے۔ یاد رکھو یہ ہے معیار اس لیے کہ اگر ہم اس حدیث کو مان لیں تو عدل الہی پر بات آ جاتی ہے تو پھر اپنا کمال کیا ہوا؟ چلیے اگر رسولؐ نے دعا کی اللہ نے قبول کی مسلمان ہو گئے تو پھر اس کے بعد لکھتے ہیں کہ قتل کرنے کے لیے چلے تھے۔

اچھا دیکھئے رسولؐ نے دعا کی فوراً قبول ہوئی ہوگی۔ رسولؐ کی دعا ہے اور اللہ نے مسلمان کر دیا۔ جب کر دیا تو قتل کرنے کیوں چلے؟ آپ سوچیں خود سوچیں انصاف سے

لائے نہ لفت کرائی بلکہ روضہ رسولؐ کی طرف رخ کر کے کہا کہ یا رسول اللہ!

مقصد لحمت لحمی پہ کھلی ان کی زبان

یہ تو ایک راہ سے تجھ کو بھی بُرا کہتے ہیں

یعنی یہ مصور پاکستان نے یہ تصور بھی دیدیا، پاکستان کا تصور دینے والے نے یہ تصور بھی دے دیا کہ علیؑ کی مخالفت کرنے والے نبی کو بُرا کہتے ہیں۔ تو اب بتاؤ احترام نبوت کس کے پاس ہے؟ علیؑ علیؑ کرنے والوں کے پاس۔

کس کے پاس ہے مقصد نبوت؟ کس کے پاس ہے احترام نبوت؟ ہم نے امیر جنسی میں کلمہ نہیں پڑھا۔ ہم نے تلوار کی نوک گردن پر رکھے جانے کے بعد کلمہ نہیں پڑھا۔ الحمد للہ قصیدے پڑھے جاتے ہیں ایمان کے اور قصیدے عشروں پر پھیل گئے یعنی جن کی لغت میں کبھی یوم بھی نہیں تھا وہ عشروں تک آ گئے۔ چلیے آہستہ آہستہ عشروں تک تو آئے یعنی جن کی لغت میں عشرہ نہیں تھا وہ عشرہ تک تو آ گئے یعنی عشرہ مبشرہ تک تو آئے۔ یاد رکھو ایمان کے قصیدے پڑھنا اور بات ہے، ہنگامی حالات میں کلمہ پڑھنا اور بات ہے، اور تصدیق رسالت کرنا اور بات ہے۔ ہم نے کلمہ نہیں پڑھا تصدیق کی ہے اور الحمد للہ قرآن نے تصدیق کرنے والوں کو منافق نہیں کہا۔ کلمہ پڑھنے والوں کو منافق کہا ہے ہم نے تصدیق کی ہے ہم نے خالی کلمہ نہیں پڑھا ہے اور علامہ اقبالؒ نے بھی کہا ہے۔

دل و نگاہ مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں

دل و نگاہ کا مسلمان ہونا ضروری ہے زبان لا کھ لا الہ الا اللہ کہتی رہے۔ اور بڑی عجیب بات ہے دوستو! اور یہاں میں جو بات کہنا چاہ رہا ہوں کہ نبوت کے مقصد کو سمجھ بغیر کلمہ کا کوئی فائدہ نہیں اس سے بہتر تو کافر مر جاؤ کم از کم منافق تو نہ کہلاؤ۔

بھئی ٹھیک ہے جو بھی ایمان لایا واجب الاحترام ہے ہم کب انکار کرتے ہیں لیکن ایمان لانے والے کی اپنی کوشش بھی ظاہر ہو۔ اس نے کیا جدوجہد کی ایمان لانے کے سلسلہ میں۔ سنا ہے رسول اللہؐ نے دعا کی اللہ نے مسلمان کر دیا آپ کا ایمان کیا ہوا رسول

کہ جب حضورؐ نے دعا فرمادی مسلمان ہو گئے ہو جانا چاہیے تھا نا حضورؐ کی دعا سے لیکن نہیں ہوئے قتل کرنے چلے۔ راستہ میں کسی نے طعنہ دیا پہلے گھر کی خبر لو۔

بھئی! میں یہ واقعہ ضرورتاً بیان کر رہا ہوں اس لیے کہ میری تقریر آٹھویں منزل پر ہے اور میں چاہتا ہوں یہاں اپنے ممدوح کو خراج عقیدت پیش کرنا اور اس نکتہ پر آپ کی پوری توجہ چاہوں گا میں سارا عشرہ قربان کر دوں اپنے اس ممدوح پر جس کی طرف میں اس جملے سے آ رہا ہوں متفقہ ہے نا تاریخ اسلام میں کہ راستے میں طعنہ دیا کہ پہلے اپنے گھر والوں کی تو خبر لو وہ مسلمان ہو چلے۔ بس یہیں سے مجھے بحث کرنا ہے راستے میں طعنہ دیا کہ پہلے گھر کی تو خبر لو یہاں سے عربوں کی سایہ کالو جی کا تو پتہ چلا۔

میں اپنے کلیجہ کی پوری ہلاکت سے یہ استدلال کروں گا اور وقت معلوم تک اجازت لوں گا کہ جو چاہے اس کا جواب لے آئے۔

میں خراسان کے منبر پر حاضر ہوں جواب حاصل کرنے کے لیے۔ راستے میں طعنہ دیا کہ پہلے گھر کی خبر لو تو مکہ مدینہ کے کافروں کا مزاج تو سمجھ میں آیا کہ اگر گھر میں کوئی عیب ہوتا تو وہ طعنہ ضرور دیا کرتے تھے۔ چونکہ مسلمان ہونا کافروں کی نظر میں طعنہ تھا۔ طعنہ تھا نا اسی لیے تو راستہ چلتے طعنہ دیا۔ طعنہ سے باز نہیں آتے تھے۔ اگر گھر والوں میں کوئی عیب دار ہوتا تو کافر طعنہ دینے سے باز نہیں آیا کرتے تھے جیسا کہ طعنہ دیا۔ خدا کی قسم اگر علیؑ کا باپ ابوطالبؓ وہ ہوتا جو مسلمان سمجھتے ہیں تو کوئی کافر علیؑ کو کبھی تو طعنہ دیتا کہ کس کافر باپ کا بیٹا ہونے پر فخر کر رہے ہو؟

بھئی دیکھیے نا اگر معاذ اللہ علیؑ کا باپ کافر ہوتا تو کوئی کافر طعنہ دیتا۔ چلیے مگر کفر تو کہتا۔ یاد رکھو پوری تاریخ اسلام میں غزوات نبیؐ کی تاریخ اٹھا کر دیکھو کہ ہر کافر کے سامنے علیؑ نے اپنا تعارف ”انا علی بن ابی طالب“ کہہ کے کرایا۔ اگر باپ عیب دار ہو تو نامور بیٹا عیب دار باپ کے ذریعہ سے تعارف نہیں کرایا کرتا لیکن علیؑ نے زندگی کے ہر محاذ پر اپنا تعارف کرایا تو یہ کہہ کر کہ میں ابوطالبؓ کا بیٹا ہوں۔

علیؑ کے علاوہ بھی کسی نے تعارف کرایا اپنے باپ کے ذریعہ؟ دیکھ ڈالو پوری تاریخ اسلام کو اور کسی ایک کا نام لو جس نے فخر یہ اپنا تعارف اپنے باپ کے ذریعہ کرایا ہو۔ ایک آدمی بھی نہیں پیش کیا جاسکتا جس نے مقام فخر پر اپنے باپ کا نام بھی لیا ہو۔ باپ کا نام کون لے؟

کسی نے تعارف نہیں کرایا اپنے باپ کے ذریعہ سے علیؑ نے جہاں بھی کہا: ”انا علی بن ابی طالب“

صرف ایک جگہ ہے غزوات نبیؐ میں جنگ خیبر جہاں علیؑ نے اپنے باپ کے ذریعہ سے اپنا تعارف نہیں کرایا وہاں یہ کہا: میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔ کہاں کہاں علیؑ سے بڑھو گے اگر کوئی تاریخ میں یہ پیش بھی کر دے کہ فلاں مقام پر اپنے باپ کے ذریعہ سے تعارف کرایا تھا تو ماں کے ذریعہ سے تو کسی نے بھی نہیں کرایا ہوگا۔ صلوات۔

دیکھیے باپ کے ذریعہ سے تعارف کرایا علیؑ نے، ماں کے ذریعہ سے بھی تعارف کرایا۔ بتا دیا علیؑ نے میرا باپ بھی قابل فخر ہے میری ماں بھی قابل فخر ہے۔ یہ کیوں اس لیے کہ شجرہ پر اعتماد تھا، حسب نسب پر اعتماد تھا۔ صرف ایک جنگ ہے جنگ خیبر کہ جہاں تعارف کرایا اپنی ماں کے ذریعہ سے ورنہ ہر جگہ کہا کہ ابوطالبؓ کا بیٹا ہوں۔

ایک مقام پر کہا: میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا۔

اور یہ امام ہیں یہاں ماں کے ذریعہ سے کیوں تعارف کرایا امام تھے اس لیے کرایا نہیں ماں کے نام سے پکارے جانے کا مسئلہ نہیں ہے ماں کے نام سے تو امتی پکارا جائے گا امام نہیں پکارا جائے گا ماں کے نام سے اس لیے کہ سب کے حسب نسب سب کی نسبتیں ختم ہو جائیں گی لیکن معصوم کی نسبت باقی رہے گی اور خیر اسلام کا فرمانا کہ:

قیامت کے دن سب کے حسب نسب ختم ہو جائیں گے سوائے میرے حسب نسب کے۔ تو ہے ہی ایک صحیح حسب نسب۔

میں بتاتا چلوں تاکہ عام طور پر یہ بات کہ ماں کے نام سے پکارا جائے گا نا وہ تو امت کے لیے ہے یہ اس کی ستار العیوبیت کا کمال ہے کہ قیامت کے دن شرمندہ ہونے سے بچایا۔ ماں کے نام سے پکارے گا یہ اس کا عدل ہے یہ اس کا کرم ہے کہ اولاد کو شرمندہ ہونے سے وہ قیامت کے دن بھی بچائے گا لیکن علیؑ نے جو تعارف کرایا وہ اس لیے کہ امام تھے اور امام ماضی بھی جانتا ہے مستقبل بھی جانتا ہے۔

امام چونکہ مرحب کے مقابلے میں جا رہے ہیں اور امام کو علم تھا۔

اللہ اکبر! میرے مولا تیری عظمتوں کے قربان۔ قربان ہونے کو جی چاہتا ہے علیؑ پر اور جب ایسا علیؑ موجود ہو تو جمہوریت کے لوگ نظر میں نہیں کھینچے۔ جمہوریت کی بیساکھی پر کھڑے ہو کر بڑا ہونا اور بات ہے اور دوش نبوت پر قدم رکھ کر علیؑ بننا اور بات ہے۔ صلوات۔

امام تھے، مرحب سے مقابلہ تھا اس لیے کہا کہ میں وہ ہوں جس کی ماں نے میرا نام حیدر رکھا کیوں اس لیے کہ امام کو علم ابامنت ہے یہ علم تھا۔ امام اب بھی نہیں چاہتے کہ یہ میرے ہاتھ سے مرے۔ امام ہے نا! امام نے اپنی ماں کے نام سے اپنا تعارف کرا کے مرحب کو اس کی ماں کی وصیت یاد دلائی اس لیے کہ اس کی ماں نے کہا تھا: دیکھ ہر ایک کے مقابلے میں جانا مگر حیدر کے مقابلے میں نہ جانا۔ امام نے اپنی ماں کے نام سے اپنا تعارف کر کے بتایا اب بھی اگر بیچنا چاہتا ہے تو واپس لوٹ جا۔

یہ ہے علم امام کیونکہ مرحب اور عتزر و حارث تین تھے نا یہ خیبر میں ان تینوں کو علیؑ کی ذوالفقار نے فی النار کیا۔ ایک جملہ کہتا ہوا گزر جاؤں گا بڑی تیزی سے، آپ سمجھیں نہ سمجھیں زور نہیں دوں گا اس پر۔ مرحب، عتزر، حارث ان کی ماں نے۔ کافر تھے یہ۔ کافروں کی ماں نے اپنے بیٹے کو منع کیا کہ حیدر کے مقابلے نہ جانا، کافروں کی ماں ہے، فضائل مولا علیؑ پڑھنے کا مطلب، یہ نہیں ہے کہ آذی عقل و ہوش و خرد کو کھو بیٹھے، فضائل علیؑ کا معیار یہ ہے کہ عقل معراج پر آئے، ایمان معراج پر آئے۔ دیوانگی کا غلبہ نہ آنا

چاہیے۔

نعرہ بکبیر! یہ نعرہ سب سے بڑا نعرہ ہے۔ معلوم ہے یہ نعرہ کس نے لگایا؟ مولا علیؑ نے لگایا اور جب یہ نعرہ لگا کے گئے ہیں نا تو واپس نہیں پلے۔ علیؑ نے ہمیشہ اس نعرہ کی لاج رکھی ہے۔ صلوات۔

کافروں کی ماں نے اپنے بیٹوں کو حیدر کے مقابلے میں جانے سے منع کیا۔ کافروں کی ماں ہے مگر علیؑ کے مقابلے میں اپنے بیٹوں کو نہیں لاتی قیامت کے دن کم از کم مرحب و عتزر و حارث کی ماں اتنا تو کہہ دے گی پروردگار جہنم میں بھیج دے میں ان تینوں کی ماں ہوں مگر میں نے تو منع کیا تھا تینوں کو۔ منع میں نے اس لیے کیا تھا کہ میں ماں تھی۔ منع اس لیے کیا تھا کہ واقعی ماں تھی؟ بیٹوں کی محبت میں منع کیا تھا علیؑ کی محبت میں نہیں۔ کہ حیدر کے مقابلے نہ جانا ورنہ مارے جاؤ گے ہاں ماں کی مانتا کا تقاضہ تھا کہ منع کرتی۔ ماں نے ان بچوں کو پیدا جو کیا تھا۔ جانتی تھی کہ اولاد کی محبت کیا ہے بغیر کسی زحمت کے ماں نہیں بنی تھی۔ صلوات

صرف ایک جنگ ہے جہاں علیؑ نے اپنا تعارف ماں کے ذریعہ سے کرایا۔ ماں کے ذریعہ سے کرا کے علیؑ نے یاد دلایا کہ یاد کر کہ تیری ماں نے تجھ سے کیا کہا تھا۔ مولا علیؑ نے اپنا تعارف اپنی ماں کے ذریعہ سے کرایا تو وہ رکا بھی مقابلے پر آتے آتے لیکن کجنت شیطان آ گیا بیچ میں کہا: ارے پاگل ہو رہا ہے یہ وہ حیدر نہیں ہے یہ کوئی اور ہے۔ یہ دوسرا حیدر ہے۔ اسے بھی مغالطہ ہوا کہ روز سردار آرہے ہیں جارہے ہیں۔ انتالیس دن تک بھاگتے رہے اسے کچھ کرنا نہیں پڑتا تھا کھڑکی سے منہ نکال کر بس اتنا کہتا تھا آؤں یا جاتے ہو۔ عادی تھا انتالیس دن کا۔

علیؑ نے امیر غنی میں کلمہ نہیں پڑھا۔ علیؑ نے تصدیق رسالت کی ہے۔ یاد رکھو یہ بھی ایک مقام فخر ہے میرے دوستو! بتاؤ اپنے دوستو کو جا کر کہ واحد ہے میرا مولا وہ کہ جس نے یہ کہا کہ یا رسول اللہ میں آپ کا اتباع کروں گا، میں آپ کی اطاعت کروں گا،

میں آپ کے دشمنوں کی ہڈیاں توڑ دوں گا۔ پورے عالم اسلام کی تاریخوں کو میرا چیلنج ہے کہ کوئی بتائے کسی کلمہ پڑھنے والے نے کلمہ پڑھتے وقت نصرت پیغمبرؐ کا بھی وعدہ کیا؟ سوائے علیؑ کے کسی نے وعدہ نہیں کیا بس سب نے کلمہ پڑھا کسی نے وعدہ نہیں کیا۔ کوئی تاریخ نہیں بتا سکتی کہ کسی نے نصرت کا بھی وعدہ کیا ہو۔ بھئی جھگڑا کیوں کرتے ہو جب وعدہ ہی نہیں کسی کا۔ بھئی میں مجلس پڑھنے کا وعدہ نہ کروں اور پھر نہ آؤں تو مجھ سے کوئی جواب طلب کرنے کا تو حق دار نہیں ہے۔ بھئی میں کہہ دوں گا میں نے وعدہ ہی نہیں کیا۔ لیکن علیؑ نے تو وعدہ کیا تھا جیسی تو سب چلے گئے مگر علیؑ نہیں گئے۔ اور وعدہ کس کا تھا؟ نبوت کے تحفظ کا وعدہ تھا اس لیے پیغمبرؐ اسلام نے کیا فرمایا تھا؟

”آج کے دن جو میری تصدیق کرے گا وہ میرا ولی ہوگا، میرا وصی ہوگا۔“

میرا وصی کون ہوگا؟ جو میری تصدیق کرے گا۔ میری گواہی دے گا، میری شہادت دے گا۔ یہ کلمہ پیغمبرؐ نے نہیں پڑھا جو سارے مسلمان پڑھتے ہیں۔ چلو یہ فیصلہ بھی ہو۔ کل مجھ سے سوال کیا گیا تھا یہ کلمہ پیغمبرؐ نے نہیں پڑھا۔

اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمدا رسول الله یہ تو علیؑ نے پڑھا ہے۔ پیغمبرؐ اسلام نے تو اتنا کہا ہے: کون ہے جو میرے مقصد کے ساتھ تعاون کرے؟ کون ہے جو میری تصدیق کرے؟ میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں لے کر آیا ہوں۔

دعوت ذوالعشیرہ میں یہی کہا تھا! اس پر علیؑ نے کیا کہا؟ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ وحدہ لا شریک ہے۔ یا رسول اللہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو یہ کلمہ سب سے پہلے کس نے پڑھا؟ یہ کلمہ جو سارے مسلمان پڑھتے ہیں سب سے پہلے کس نے پڑھا؟ علیؑ نے پڑھا۔

نبی نے کیا وعدہ کیا تھا۔ مسئلہ ہی ختم کر دیں آج ہمیشہ کے لیے۔ تاریخوں کا تعین کرتے ہیں، ہم سے تاریخ پوچھتے ہیں۔ بتائیں گے ہم آج محفل شاہ خراسان میں تاریخ نہ

یہ ذہن میں رہے کہ سب سے پہلے کلمہ کس نے پڑھا علیؑ نے اور یہ پیغمبرؐ نے کیا کہا تھا: جو میری گواہی دے گا وہ میرا وصی، میرا وزیر، میرا خلیفہ ہوگا۔

پیغمبرؐ نے وعدہ کیا تھا نا! تو پیغمبرؐ تو صادق الودعہ ہے اس لیے جو وعدہ کیا ہوگا پورا کیا ہوگا اور فوراً پورا کیا ہوگا۔ جیسے ہی گواہی آئی ہوگی پیغمبرؐ نے وعدہ پورا کیا ہوگا۔

سنو ہم سے ہمارے کلمہ کی تاریخ پوچھنے والو!

اشھد ان لا اله الا الله و اشھد ان محمدا رسول الله

یہ سب سے پہلے علیؑ کی زبان پر جاری ہوا اور جب علیؑ نے شہادت دے دی تو

پیغمبرؐ نے اپنے وعدے کو پورا کرتے ہوئے فرمایا: اشھد ان علیا ولی الله

جو نبیؐ والے ہیں وہ علیؑ کی سنت پر عمل کر رہے ہیں جو علیؑ والے ہیں وہ نبیؐ کی

سنت پر عمل کر رہے ہیں۔ صلوات۔

مسئلہ حل ہو گیا نا جہاں سے اعلان رسالت ہے وہیں سے اعلان ولایت ہے فرق

صرف یہ ہے کہ یہ کلمہ جو ساری امت کا ہے یہ علیؑ کی سنت ہے اور جو کلمہ علیؑ ولی الله

ہم پڑھتے ہیں وہ نبیؐ کی سنت ہے اور وہیں سے پڑھتے ہیں جہاں سے نبیؐ نے پڑھا اور

وہاں سے نبیؐ نے پڑھا جہاں سے نبیؐ ہے۔ صلوات۔

تو علیؑ نے جب تصدیق نبوت کی تو بعثت کے مقصد کو بھی سمجھا اور بعثت کا مقصد

سمجھنا دلیل ہے کہ کبھی نافرمانی نہیں کی۔ اس لیے کہ جانتے تھے کہ:

من یطع الرسول فقد اطاع الله

جس نے اطاعت کی رسولؐ کی اس نے اطاعت کی اللہ کی۔ جانتے تھے کہ

ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله

اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرے رسولؐ کا اتباع کرو۔

اتباع پیغمبرؐ یہ بتائے گا کہ تم کتنے محبت خدا ہو۔ جانتے تھے کہ بعثت کا مقصد کیا

ما اتاکم الرسول فخذوه وما نہاکم عنہ فانتہوا

جو رسول تمہیں دے اسے لے لو جس سے منع کرو اسے چھوڑ دو۔ جانتے تھے کہ رسول کی حیثیت کیا ہے۔

قل اطیعوا اللہ و الرسول فان تولوا فان اللہ لا یحب الکافرین

(سورۃ آل عمران آیت ۳۲)

اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور جس نے بھی پشت دکھائی، جس نے بھی روگردانی کی تحقیق اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔ صلوات۔

ایک سوال مجھ سے کیا تھا چوتھی مجلس میں اور میں اب تک اس کا جواب نہیں دے سکا آج ضمناً اس کا جواب دیتے ہوئے آگے بڑھ جاؤں گا۔ قرآن نے احترام نبوت کی آیت نازل کی۔ صاحبان ایمان خبردار اللہ و رسول سے کبھی قدم آگے نہ بڑھانا کبھی سبقت نہ لے جانا ورنہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں گے۔ کہہ رہا ہوں نکال دو ابھی بھی نکال دو یہ روایت ورنہ میں آیت لا رہا ہوں۔ دیکھو اچھا ہے یا تو اسی مجمع میں کوئی اعلان کروے کہ نکال دی تو میں یہیں سے آگے بڑھ جاؤں گا ورنہ میں آیت لاؤں گا وہاں تک جہاں تک مجھے لانا ہے۔ نماز پڑھانے والی روایت نکال دو دیکھو نکال دو میں بہت ناگم دے رہا ہوں ورنہ میں آیت لا رہا ہوں۔

خبردار! خدا و رسول سے کبھی قدم آگے نہ بڑھانا قدم آگے بڑھا اور اعمال گئے، اعمال حبط ہو جائیں گے۔ تو پیش نماز جو ہوتا ہے وہ آگے ہوتا ہے یا پیچھے ہوتا ہے؟ نماز پڑھانے والا آگے ہوتا ہے نا! یہی اکلوتی دلیل ہے نا بس اس کے علاوہ تو کوئی دلیل نہیں کہ نماز پڑھائی تو حضور نے نہیں پڑھی معاذ اللہ سترہ دن کی نمازیں قضا ہوئیں حضور کی؟ میں نہیں مان سکتا نہیں مان سکتا آپ کی امامت رہے نہ رہے مجھے نبوت بہت عزیز ہے، مجھے نبوت بہت عزیز ہے۔

سترہ دن پڑھائی اچھا تو سترہ دن اگر پڑھائی تو کیا معاذ اللہ سترہ دن حضور نے نماز نہیں پڑھی تو یہ سوال ہوگا کہ حجرے میں پڑھ لیتے تھے تو وہاں حجرے اور مسجد میں فاصلہ ہی

نہیں تھا۔ یہ بھی غلط یعنی حجرے کا دروازہ تو مسجد میں کھلتا تھا سب کے کھلتے تھے پھر سب کے بند ہو گئے سوائے حق کے سب کے بند ہو گئے۔ تو یہ جی نہیں کہ فاصلہ تھا۔ بولٹن مارکٹ جانا پڑتا تھا ایسا بھی لوٹی مسئلہ نہیں تھا۔ حجرے سے ٹی ہوئی مسجد تھی۔ مسجد سے ملا ہوا حجرہ تھا۔ ذیچر وہاں بھی نہیں پڑھی ہوگی۔ تو وہاں بھی نہیں پڑھی، مسجد میں بھی نہیں پڑھی تو پھر کہاں پڑھی؟

اچھا امام ہے آپ کا نبی کی نبوت چلی جائے ٹپ کا نام بتاتی رہے؟ یا تو پھر یہ بتائیے کہ سترہ دن کہاں پڑھی نماز۔ یا پھر یہ کہیں کہ وہ پیچھے بڑھ نہ تھی آکر۔ تو آئیے یہیں ٹھہریے جب پیچھے آکر پڑھ سکتے ہیں تو پڑھانے میں کیا راز ہے۔ دیکھو نا دوستو! ایک ایک لفظ کا تجزیہ کر رہا ہوں ہر ہر موقع پر۔ ذہن پھر انا ہوں نا کہ کوئی سوال بعد میں کسی کے ذہن میں نہ رہے۔ کبھی راز نہ رکھ سکتے ہیں تو پڑھا سکتے ہیں۔ کبھی پڑھانے میں کوئی بوجھ تو نہیں ہوتا، جیسے پڑھنا ہی پڑھانا۔ وہی قیام، وہی قعود، وہی رکوع، وہی سجود۔ یا پیش۔ کوئی گھٹری نہ لے کھڑا ہوتا ہے، کوئی وزن اٹھا کے کھڑا ہوتا ہے۔ نہیں ہاں سا امام۔ ہے اس نے ہر جگہ اس کے تقدس کا تاج ہوتا ہے جس کا ہم سب احترام کرتے ہیں۔ بتائیں نا جان نبی کاظمی صاحب آپ ہی کچھ بتائیں پھر کیا ہے؟ اسی سوال پہ ساری رات سوئے گی فکر نہ کریں۔

بھئی ہماری مجالس تو اسکول اور یونیورسٹی ہیں نا، مدرسہ ہے علم اور عقل کا، عدل کا۔ یہاں باب مدنیہ العلم کا فیض جاری ہے نا۔ کسی ذاکر کا کمال نہیں ہوتا بلکہ اس دروازے کا کمال ہوتا ہے جہاں پہ عطا ہوتا ہے۔ بات واضح ہونا چاہیے۔ تین باتیں۔

یا تو معاذ اللہ سترہ دن حضور نے نماز نہیں پڑھی، یا حجرے میں پڑھی وہ ثابت نہیں، یا مسجد میں پڑھی۔ تو جب پڑھی تو پڑھا سکتے ہیں اور اگر پیچھے پڑھی تو "لا تقدوا" میں کہہ رہا ہوں ہناؤ اس امام کو سامنے سے۔

آپ دیکھیں، غور کریں، فکر کریں کہ اگر امام آگے (دونوں طریقے سے قرآن سے

ثابت کروں گا) ماموم پیچھے تو رسول کے آگے جو بھی ہوا اعمال حیط۔ تو جب اعمال ہی حیط تو امامت کہاں رہ جائے گی؟ ختم ہوگئی میری بات۔

قرآن یہ کہتا ہے کہ: لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی

(سورہ حجرات آیت ۲)

خبردار اے صاحبان ایمان اپنی آوازوں کو نبی کی آواز پر بلند مت کرو۔ اپنی آوازوں کو آوازِ پیغمبر سے بلند مت کرو۔ اگر ایسا کیا اعمال حیط ہوئے پھر اعمال ضائع۔ آپ تو نمازی ہیں۔

اللہ ہم سب کو نمازی بننے کی توفیق عطا فرمائے اس لیے کہ نماز ہمارا ورثہ ہے۔ نماز ورثہ آل محمد ہے، نماز جاگیر ہے آل محمد کی، نماز طرہ امتیاز ہے آل محمد کا۔ نماز شان ہے آل محمد کی، نماز تمکنت ہے آل محمد کی۔

مگر وہ نماز جو آل محمد سے قریب کرے۔ وہ نماز نہیں جو آل محمد سے دور کرے۔ اس نماز سے تو بے نمازی مرجانا اچھا ہے مگر وہ نماز جو معرفت آل محمد دل میں پیدا کرے۔ آپ سب تو جانتے ہیں کہ پیش نماز جو ہوتا ہے اس کی آواز بلند ہوتی ہے ماموم کی آواز کم ہوتی ہے ماموم کی آواز کو بلند نہیں ہونا چاہیے۔ فقہی مسئلہ ہے۔

امام کی آواز بلند ہوتی ہے ماموم کی آواز سے اور قرآن یہ کہہ رہا ہے خبردار نبی کی آواز سے کبھی آواز بلند نہ کرنا۔ اگر امام آگے تھا نبی پیچھے تھا تو آواز تو ان کی بلند ہوگی نا! تو نبی ماموم کی منزل پر کھڑے ہیں معاذ اللہ! تو وہ شریعت کو توڑ دیں لیکن نبی تو نہیں توڑ سکتے۔ نبی نے تو آواز بلند نہیں کی ہوگی۔ اس لیے کہ اگر نبی صف میں کھڑے ہو کر امام کی آواز سے آواز بلند کر دیتے تو شریعت میں خلل واقع ہو جاتا۔ پھر ماموم کی آواز سے بلند ہونا سنت نبی بن جاتی۔ تو نبی کی آواز تو بلند نہیں ہوگی۔ امام کی آواز بلند ہوگی۔

قرآن یہ کہتا ہے کہ خبردار کبھی بھی بلند نہ کرنا۔ اس میں کوئی شرط نہیں ہے کہ یہاں بلند کرنا، یہاں نہ بلند کرنا۔ کبھی بلند نہ کرنا نبی کی آواز سے اپنی آواز کو۔ تو اگر نماز پڑھائی

تو اعمال گئے۔ اعمال گئے تو دیکھئے ہم عرض کرتے ہیں آپ کی خدمت میں کہ فضیلتیں اور بھی ہیں اور کسی طریقے سے فضائل بیان کیجیے۔ نہیں تو ہم سے پوچھیے ہم فضیلتیں بتائیں۔ ہم بتا سکتے ہیں واقعی بتا سکتے ہیں اور اچھے طریقے سے فضیلتیں بیان کریں گے لیکن یہ فضیلتیں بیان کرنے میں سارے اعمال ہی کو اکارت کر دینا کہاں کی عقلندی ہے۔

مقام نبوت ہے کہ آواز بلند نہ ہو۔ احترام رسالت یہ ہے کہ قدم آگے نہ ہو۔ نبی کی آواز سے کبھی آواز بلند نہ کرنا اور اگر کوئی شور مچانے لگے اور شور بھی ایسے وقت پہ مچائے کہ جہاں کے بعد معافی کا خانہ نہیں۔ آخری وقت میں شور مچائے، اس کے بعد حضور تشریف بھی لے گئے۔ اب کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ نہیں گستاخی کی تھی بعد میں معافی مانگ لی تھی۔ معافی کا موقع ہی نہیں رہا معافی کا خانہ ہی نہیں تھا۔

تو ہم صرف عرض یہ کرنا چاہتے ہیں کہ مقام نبوت کی معرفت کے بغیر نہ کلمہ کی کوئی اہمیت ہے، نہ اقرار توحید کی کوئی اہمیت ہے، نہ اقرار رسالت کی کوئی اہمیت ہے، نہ اصول دین کی کوئی اہمیت ہے، نہ فروع دین کی کوئی اہمیت ہے۔ ہمارے یہاں لاکھ علی علی ہو مگر مرکز نبی ہوتا ہے۔

کتنا بھی ہم علی کی فضیلت بیان کرتے ہیں مقصد یہی ہوتا ہے کہ جس نبی کا علی ایسا ہے اس علی کا نبی کیسا ہوگا۔ جس کا شاگرد ایسا ہے اس کا استاد کیسا ہوگا، جس کا جز ایسا ہے اس کا کل کیسا ہوگا۔

لیکن آپ نے تو قانون نہ قرآن سے لیا نہ صحیح حدیث سے لیا آپ نے قانون یہ بنایا کہ بس جو اکثریت نے کہہ دیا وہی صحیح۔ حالانکہ قرآن کہتا رہا:

قلیل من عبادی الشکور و اکثرهم لا یعقلون۔

قلت ہے، اقلیت ہے ہمارے شکر گزار بندوں کی اور اکثریت تو بے وقوفوں کی ہے۔ اگر آپ کہیں کہ اکثریت ہی صحیح ہے تو اکثریت احمقوں کی ہے، اکثریت بے وقوفوں کی ہے، اکثریت کافروں کی ہے، اکثریت منافقوں کی ہے۔ قرآن کہہ رہا ہے لیکن

اخبارات نے بتایا کہ ایک سیکٹر پر جب ہمارا ٹینک ایک توپ خانے کی طرف بڑھا اور بالکل قریب پہنچ گئے جب ہمارے جیالے نوجوان تو ہمارے اس کمپنی کمانڈر نے اپنے فوجیوں سے کہا جو صرف مٹی بھرتے تھے کہ اس وقت واحد علاج یہ ہے کہ علیؑ کا نعرہ لگا دو تو جیسے ہی قریب پہنچے ہمارے فوجیوں نے (یہ زندہ معجزہ تھا ۶۵ کی جنگ کا جو تمام اخبارات میں آیا تھا) جیسے ہی نعرہ لگایا علیؑ کے نام کا تو وہ توپ خانہ کا جو کمانڈر تھا وہ موقع پر ہی علیؑ کے نام کی دہشت سے ہلاک ہو گیا۔ گولی نہیں لگی۔ یہ واقعہ جب میں نے پڑھا تو میں نے سجدے کیے تو اور بھی پتہ چلا کہ علیؑ کے نام سے موت کا فری کو آتی ہے۔ صلوات

تو میں عرض صرف یہ کر رہا تھا کہ علیؑ کے نام کو یہ عظمت کیوں ملی اس لیے کہ اس نے اطاعت رسول کا حق ادا کیا۔ علیؑ کو ہم اس لیے نہیں مانتے کہ وہ نبی کا بھائی ہے یا ابوطالب کا بیٹا ہے کیونکہ اس نے فخر کرتے ہوئے کہا کہ: انا عبید من عباد محمد۔ صلوات

علیؑ کو اس لیے مانتا ہوں کہ اس نے تمام ترفیضیوں کے باوجود بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ میں نبی جیسا ہوں۔ میرے علیؑ نے زندگی میں کبھی نہیں کہا کہ میں نبی جیسا ہوں۔ نبی نے سینکڑوں مرتبہ کہا کہ میں علیؑ جیسا۔

یا علی انت منی وانا منک (صحیح بخاری) یا علی انت منی بمنزلہ ہارون من موسیٰ. یا علی دمک دمی، لحمک لحمی، سلمک سلمی۔

تیرا خون میرا خون، تیرا گوشت میرا گوشت، تیرا دوست میرا دوست، تیری صلح میری صلح، تیری جنگ میری جنگ۔

نبیؐ نے کتنی مرتبہ کہا کہ میں علیؑ جیسا مگر میں علیؑ کو اس لیے مانتا ہوں کہ علیؑ نے کبھی نہیں کہا کہ میں نبیؐ جیسا۔ یہی تو علیؑ کے علیؑ ہونے کی دلیل ہے۔ اس لیے کہ یہ نبیؐ کی ذرہ نوازی تھی کہ علیؑ کو اپنا جیسا کہا۔ اور یہ علیؑ کی اعلیٰ ظرفی کہ علیؑ نے کبھی نہیں کہا۔ ہمیشہ محمدؐ کی غلامی کا دم بھرا، ہمیشہ محمدؐ کی غلامی پہ فخر کیا اور مرتے دم تک اس غلامی کو علیؑ نے

آپؐ نے مجاریٹی (majority) کا اندازہ لگایا کہ بس اکثریت ہی صحیح ہے۔ اکثریت کا فیصلہ وہی حق نہیں رکھتا جب قرین کا فیصلہ آجائے، جب معصوم کا فیصلہ آجائے، جب نبی کا فیصلہ آجائے۔

اکثریت کہاں حق پر ہوگی، اکثریت تو ۶۵ کی جنگ میں بھارت کی طرف تھی۔ اکثریت میں تو وہ بھارتی تھے نا؟ اقلیت تھی نا؟ ہر مقام پر، ہر جگہ، ہر محاذ، ہر سیکٹر پر، آسمان پر، زمین پر، علیؑ ہی غلط نظر آ رہا تھا۔ بلکہ تمام اخبارات ۶۵ کی جنگ کے اٹھا کر دیکھیں آپؐ جنگ چھڑنے کے تین چار دن کے بعد کے اخبارات سب اٹھا کر دیکھیں خود ہمارے جنگ اخبار میں آیا تھا کہ مدینہ میں رہنے والے ایک شخص نے خواب دیکھا۔ اس نے خواب میں حضورؐ کی زیارت کی۔ حضورؐ کے ساتھ علیؑ بھی تھے اس نے ہاتھوں کو جوڑ کر کہا کہ سرکار کہاں تشریف لے جا رہے ہیں۔

حضورؐ نے کہا: پاکستان کی سرحدوں پر جا رہا ہوں اس لیے کہ حق و باطل کا معرکہ ہے۔ خواب میں بیان کیا گیا اور خواب دیکھا مدینے والے نے۔ تحریر ہوا ہمارے اخبارات میں۔ ہم بہت چھوٹے تھے مگر ہمیں اب تک وہ تحریر یاد ہے۔ پوچھنے والے نے پوچھا: یہ آپؐ کے ساتھ کون ہے؟ کہا: میرا بھائی علیؑ ہے۔ خواب اتنا ہی تھا۔

مدینے والے نے خواب دیکھا کہ حضورؐ پاکستان کی سرحدوں پر آئے ہیں ساتھ میں کون تھا علیؑ۔ علیؑ کو ساتھ لیا میں کہوں گا یا رسول اللہؐ کہاں مدینہ کہاں نجف اتنی دور سے علیؑ کو بلانے کی کیا ضرورت تھی برابر میں سے کسی صحابی کو ساتھ لے آئے ہوتے! صلوات

مانو تو اسے مانو جو زندگی کے ہر لمحے میں ماسنے کے قابل ہو۔ تسلیم کرو تو اسے تسلیم کرو جسے کہیں پیش کرتے وقت شرمندگی نہ ہو۔ الحمد للہ ہم اس علیؑ کو مانتے ہیں۔ ایک جملہ اور کہہ دوں جب جنگ کی بات آئی گئی ہے ۹ ستمبر ۱۹۶۵ء کے روز جب ہماری فوجوں نے کامیابی سے بھارتی جارحیت کو کچلنا شروع کیا اور ہماری فوجیں غالب آنے لگیں تو

ایک مرتبہ علیؑ نے پکار کے کہا: عباسؑ خبردار جب تک تیرے بازو سلامت ہیں زینبؑ کے پردہ سے خبردار، زینبؑ کے پردے سے خبردار۔
دم نکل گیا۔ تاریخ نے انقلابی کروٹیں لیں۔

عزادارو! آج وہی زینبؑ کوفہ کے دروازے پر کھڑی ہے۔ کل میں نے مصائب یہاں چھوڑے کہ درو دیوار کو دیکھ کر کہا کہ سید سجادؑ یہ وہی کوفہ ہے! بیٹا مجھے شرم آتی ہے ان راستوں پر قیدی کی طرح جاتے ہوئے۔ کل میں نے مصائب یہاں چھوڑے تھے کہ بد دعا کے لیے ہاتھ اٹھے سر حسینؑ سے آواز آئی: زینبؑ جاؤ بھائی سے کیا ہوا وعدہ پورا کرو۔ ہاتھ اٹھے ہوئے نیچے گر گئے۔

کہا: اچھا مرے مانجھے جو تیری مرضی۔ میں تو مدینے سے نکلی ہوں یہی سوچ کر کہ جو تیری مرضی۔ دارالامارہ کے دروازے پر آئی۔ دروازے پر ایک سربریدہ لاشے کو لٹکے ہوئے دیکھا۔ سید سجادؑ کو بلا کر کہا سید سجادؑ بیٹا

اے نور نظر خون کے رشتے کا یقین ہے

بیٹا یہ کہیں لاشہ مسلم تو نہیں ہے

ہاں پھوپھی لٹاں یہ میرے غریب چچا کا لاشہ ہے، یہ مسافر کوفہ کا لاشہ ہے، یہ سفیر حسینؑ کا لاشہ ہے۔ زینبؑ لاشہ مسلم کے قریب جا کے کہتی ہے:

مسلم زینبؑ آگئی، بھیا زینبؑ آگئی۔ دربار ابن زیاد میں داخلہ ہے۔ علیؑ کی بیٹیوں کا داخلہ، نبی کی نواسیوں کا داخلہ۔

ارے اور کیا مصائب پڑھوں؟ یہی تو مصائب ہیں۔ داخل ہوئے۔

ابن زیاد ملعون تخت پر بیٹھا ہے طشت میں حسینؑ کا سر ہے، ہاتھ میں ملعون کے چھڑی ہے۔ خدا کسی بیٹے کو اتنا مجبور نہ کرے جتنا سید سجادؑ، جتنا میرا بیمار مظلوم۔ باپ کے سر پر ملعون ضرب مار رہا ہے اور سید سجادؑ دیکھ رہا ہے گردن جھکائے کھڑے ہیں، ماں

بہنوں کا قافلہ بے ردا ہے۔ سر جھکائے کھڑے ہیں۔

maintain کیا ہے۔

ضرورت جب کھائی ہے نا! اور آخری وقت آیا ہے تو سارے بیٹوں کا ہاتھ تو حسنؑ کے ہاتھ میں دیا، عباسؑ کو بلا کر ایک جملہ کہا جو علیؑ کے علیؑ ہونے کی دلیل ہے:
عباسؑ جس طرح تیرے باپ نے محمدؐ کی غلامی کی ہے اس طرح تجھے محمدؐ کے بیٹے کی غلامی کرنا ہے۔

اس کے بعد ایک جملہ اور کہا میرے مولائے:

فضہ ذرا تبرکات فاطمہؑ کا صندوق تو لے آ۔

تبرکات فاطمہؑ کا صندوق آیا۔ غور سے سننا بہت روؤ گے آواز دی:

بیٹا حسینؑ ادھر آؤ۔ حسینؑ اس میں سے نانا کی فوج کا سامان نکالو۔

علم کا سامان نکالا۔ کہا: بیٹا اسے سجاؤ۔ اسے سجاوا۔ کہا: حسینؑ ہم تو کربلا میں نہیں ہوں گے ہماری بڑی تمنائیں کہ ہم اپنے عباسؑ کو علمدار محمدی کی صورت میں دیکھیں۔ حسینؑ عباسؑ کو علمدار بنادے جس طرح تیرے نانا نے تیرے باپ کو علمدار بنایا تھا۔

کہا: عباسؑ ادھر آؤ۔ عباسؑ آئے۔ حسینؑ نے علم اٹھایا عباسؑ کے قریب آئے عباسؑ آگے بڑھے گھٹنا زمین پر ٹیکا۔ آقا کے ہاتھوں کا بوسہ لیا۔ علم اٹھایا۔ یا علیؑ کہہ کے کھڑے ہوئے۔ باپ کی طرف مسکرا کے دیکھا اور علیؑ نے ایک مرتبہ کبھی بیٹے کو دیکھا کبھی بیٹے کے بازوؤں کو دیکھا۔ ایک مرتبہ مولا کو بچکی آئی۔ کہا: بیٹا حسنؑ میرے قریب آؤ۔

حسنؑ قریب آئے کہا: بیٹا مجھے سہارا دے۔

حسنؑ نے سہارا دیا۔ آواز دی: زینبؑ ادھر آؤ۔

کہا: حسینؑ ماں کے صندوق سے اپنی ماں کی چادر زینبؑ کو اوڑھادے۔

فاطمہؑ زہراؑ کی چادر حسینؑ نے زینبؑ کے سر پر اوڑھائی۔

علیؑ جو آخری سانس لے رہے ہیں ایک مرتبہ چیخ کر کہتے ہیں: زینبؑ دوڑ کر عباسؑ کے علم کے نیچے چلی جا۔ زینبؑ دوڑ کر عباسؑ کے علم کے نیچے آئی۔

رہے ہیں کہ یقیناً نظام مصطفیٰ ہمارے سر آنکھوں پر۔ ہم دیدہ و دل فرس راہ کیے ہوئے ہیں۔ نظام مصطفیٰ کے انتظار میں۔ بلکہ نظام مصطفیٰ کے انتظار میں اب تو ساری امت ہے۔ ہم تو چودہ سو برس سے مصطفیٰ کے نظام کا بھی انتظار کر رہے ہیں اور مصطفیٰ کے قائم مقام کا بھی انتظار کر رہے ہیں۔ لیکن ملت ابھی چارہی سال ہوئے ہیں کہ انتظار کر رہی ہے۔ چلیے ایک اتحاد تو ہوا مصطفیٰ کے نام پر کہ ساری ملت منتظر ہو گئی اور نظام منتظر ہو گیا۔ اب یہ اعتراض کرنا تو ختم ہو گیا کہ انتظار کرنا دیوانگی ہے۔ اگر دیوانگی ہے تو پھر سب دیوانے ہیں اور اگر یہ عین ایمان ہے تو سبحان اللہ! تو اس عنوان کے تحت ہم جو عرض کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ کہ نظام مصطفیٰ اس امت کا مقدر ہے، اس ملت کا سرمایہ انفا ہے، تاریخ کا انمول سرمایہ ہے۔ ہم تو کبھی اس نظام کے مخالف ہو ہی نہیں سکتے، ہم تو کبھی اس نظام کی مخالفت کا تصور ہی نہیں کر سکتے اس لیے کہ ہم نے تو کبھی اس نظام سے دامن نہیں بچایا، ہم نے کبھی اس نظام کی مخالفت نہیں کی۔

نظام مصطفیٰ قرآن و سنت کے قانون کا نام ہے تو ہماری پوری تاریخ گواہ ہے چودہ صدیوں کی کہ ہم نے اس نظام کے علاوہ کچھ قبول ہی نہیں کیا۔ اگر ہم قرآن و سنت پیغمبر کے علاوہ کسی اور نظام کو قبول کرتے تو پھر ہماری فقہ بھی درباروں میں پروان چڑھتی۔ ہمیں اپنی فقہ کی سر بلند یوں کے لیے جانیں قربان نہ کرنا پڑتیں۔

لیکن چودہ سو برس میں ہر مکتب فکر کا درباروں میں پروان چڑھنا یہ بتاتا ہے کہ سمجھوتہ ہوا اور چودہ سو برس میں ہر دور حکومت میں ہماری فقہ کا زیر عذاب رہنا یہ بتاتا ہے کہ ہم نے کبھی ملوکیت کو پسند نہیں کیا۔ اس لیے کہ ملوکیت نام ہے قرآن اور سنت کی دشمنی کا۔ یہ تو اگر آج پاکستان میں قرآن اور سنت کی آواز بلند ہوئی تو سلام کیا کرو میرے مولا کو کہ جس نے قرآن اور سنت کے علاوہ ملنے والی حکومت کو ٹھکرا دیا تھا۔

دیکھیے نا! اب صرف قرآن اور سنت کی بات ہے نا اور تیسری تو کوئی بات نہیں، کسی جماعت کا کوئی نعرہ نہیں سوائے قرآن و سنت کے۔ کوئی کانستٹیوشن Constitution نہیں

نویں مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں الحمد للہ کہ ہم عشرہ ثانی کی نویں تقریر آپ حضرات کی سماعت کے لیے ہدیہ کر رہے ہیں۔ ان تقاریر میں ذوق و شوق اور جوش ایمانی کا مظاہرہ آپ فرما رہے ہیں اور جس خلوص کے ساتھ آپ محمد مصطفیٰ کو ان کے نواسے کا پرستہ دے رہے ہیں اور اجر رسالت کی ادائیگی کر رہے ہیں یہ یقیناً احسان شناس اور زندہ قوموں کی علامت ہے اور ان کا طرہ امتیاز بھی ہے۔

مقصد بعث ہمارا موضوع گفتگو ہے اور اس عنوان پر ہم اذہان ملت کو جس امر کی جانب متوجہ کرنا چاہ رہے ہیں وہ نہ تو مناظرہ ہے نہ مجادلہ، نہ غیر ضروری تنقید ہے، نہ اعتراض بلکہ ہم اس مملکت اسلامیہ جمہوریہ پاکستان میں نظام مصطفیٰ کی آواز کے استقبال کے سلسلے میں مقام مصطفیٰ پر گفتگو کر کے ملت کی مدد کر رہے ہیں اور یہ بات واضح کرنا چاہ

شکرائی جاسکتی ہے۔ عبید اللہ ابن جراح آگے بڑھ کر کیا کہتے ہیں:
یا علیؑ اس وقت وعدہ کر لیں۔

خدا کی قسم کتنے چھوٹے لوگ تھے جو علیؑ سے بات کرنے کے آداب بھی نہیں
جانتے تھے۔

صحابی رسول کہتے ہیں: یا علیؑ اس وقت وعدہ کر لیجیے سیرت پر عمل کرنے کا۔ بعد میں
کرنا نہ کرنا کون پوچھے گا۔ آپ کو اقتدار، کرسی، نوکر، چاکر، تخت و تاج سب مل جائے تب
سب آپ کے ہوں گے پھر عمل کریں نہ کریں، اس وقت وعدہ کر لیں بعد میں تو آپ سے
کوئی پوچھنے والا ہی نہیں، ہم تو اقتدار پرست ہو گئے ہیں، ہم اقتدار میں آنے کے بعد پھر
پوچھتے تھوڑے ہی ہیں کہ وعدہ کیا کیا تھا کر کیا رہے ہیں۔ ہم تو کرسی کو سلام کرنے والے
ہیں، ہم بعد میں تو پوچھنے والے نہیں ہیں کہ سرکار کیا وعدہ کیا تھا اتنی ہمت ہم میں کہاں
ہے۔ ہمارے بڑوں میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی۔

علیؑ اس وقت آپ وعدہ کر لیجیے سیرت پر عمل کرنے کا اس وقت وعدہ کر کے کرسی تو
حاصل کریں۔ میں قربان ہو جاؤں اپنے علیؑ پہ۔ کیا خوبصورت جواب دے کے اپنے
آنے والے حکمرانوں کے لیے نظیر بنا کر پیش کر دیا کہ نہیں علیؑ تاریخ میں اس طرح زندہ
رہنا نہیں چاہتا کہ کرسی حاصل کرنے سے پہلے کچھ وعدے کیے جائیں اور اقتدار حاصل
کرنے کے بعد وہ وعدے غیر معینہ مدت تک ملتوی کر دیے جائیں۔ سبوتا۔

مسلمانوں کی مستند تاریخوں میں لکھا گیا کہ معراج کی شب جب حنفہ معراج پر
تشریف لے گئے اور نمازیں ادا کرنا شروع کیں تو پہلے عرش پر دو رکعت نماز ادا کی،
مستدرک حاکم میں بھی ہے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ جب دو رکعت نماز ادا کی تو پہلے دائیں
جانب سے کسی کی آواز آئی۔ پھر بائیں جانب سے آواز آئی مگر حضور نے نہ ہی دائیں
جانب دیکھا نہ بائیں جانب دیکھا۔ آگے جب دوسرے مقام پر سرکار رسالت مآب نے
نماز ادا کی اور نماز تمام کرنے لگے تو دائیں جانب سے سلام آیا بائیں جانب سے سلام آیا

سوائے قرآن و سنت کے۔ جو بات ہے وہ قرآن و سنت کے لیے ہے۔ لیکن اپنے اپنے
نصیب کی بات ہے کہ جب ہم کہہ رہے تھے کہ ہم قرآن و سنت پر عمل کریں گے تو آپ
نے سیرت کی شرط لگا دی تھی۔ اور آج ملت مسلمہ سیرت کی بات نہیں کرتی بلکہ قرآن و
سنت کی بات کر رہی ہے تو سیرت کی شرط کا خود بخود الگ ہو جانا بتاتا ہے کہ جسے علیؑ مسترد
کر دے وہ پھر حیات نہیں پایا کرتا۔

سیرت کو چونکہ اولی الامر نے مسترد کر دیا تھا، امام برحق نے مسترد کر دیا تھا۔ آج
بھی ہے کوئی جو یہ کہے کہ ہم قرآن و سنت کے ساتھ سیرت پر بھی عمل کریں گے؟ ہر ایک کا
نعرہ صرف اور صرف قرآن و سنت ہے اور یہی میرے مولانا نے کہا تھا کہ ہم قرآن و سنت
پر عمل کریں گے، کسی کی سیرت پر عمل نہیں کریں گے۔

بھی لوگوں نے کہا تھا: مولانا یہ حکومت کیجیے۔ ۱۵ لاکھ مربع میل کے علاقے میں
پھیلی ہوئی سلطنت علیؑ کو پیش کی جا رہی تھی مگر اس شرط کے ساتھ قرآن پر عمل کریں گے
سنت پر عمل کریں گے۔ علیؑ نے اقرار کیا تھا اور اس کے بعد کہا تھا آپ سیرت شیخین پر
بھی عمل کریں گے۔

علیؑ نے بے نیازی سے کہہ دیا تھا: نہیں کریں گے۔

آپ نے کہا: علیؑ قرآن پر عمل کرو گے؟ کہا: ہاں کروں گا۔

کہا: سنت رسول پر عمل کرو گے؟ کہا: ہاں کروں گا۔

ابن خلدون سے لے کر مولانا مودودی تک متفق ہیں، علیؑ کے اس جواب پر۔ کہا:
سیرت شیخین پر بھی عمل کرو گے؟ کہا: نہیں کروں گا۔ ہم سے ہماری فقہ کی تاریخ پوچھنے
والو! ہماری فقہ تو ملت سے اسی دن علیؑ ہو گئی تھی جس دن علیؑ نے سیرت شیخین پر عمل
کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ صلوات۔

ہمارا قانون تو اسی دن علیؑ ہو گیا تھا، ہمارا راستہ اسی دن بدل گیا تھا۔ تو علیؑ نے
سیرت پر عمل نہ کر کے پیغام کیا دیا؟ پیغام یہ دیا کہ عقیدوں پر سمجھوتے نہیں ہو سکتے، حکومت

ایک صاحب نے کہا کہ میں عمل کروں گا۔ قرآن پر بھی سنت پر بھی میرت پر بھی: لیجئے بسم اللہ۔ بس آج ہی سے آپ ظل الہی ہو گئے، گیتی پناہ ہو گئے، سب کچھ آپ ہی ہو گئے۔ تو دوستو! یہ دو کیریکٹر ہیں جو تاریخ میں ابھرے، ایک طرف عظمت قرآن کے لیے، ایک طرف صداقت قرآن کے لیے، ایک طرف سنت نبوی کی حیات و بقا کے لیے تخت ٹھکرایا جاتا ہے، ایک طرف میرت کے لیے تخت قبول کیا جاتا ہے۔ تو دونوں تو برابر نہیں ہو سکتے۔ دونوں تو واجب الاحترام نہیں ہو سکتے نا! علیؑ نے مقصد بعثت کو سمجھا تھا۔ ملت نے عقیدہ قائم کیا کہ رسول اللہ صرف کلمہ پڑھانے کے لیے آئے تھے اب جس نے بھی لا الہ الا اللہ کہہ دیا وہی رضی اللہ ہو گیا۔

عقیدہ یہ قائم کیا۔ حالانکہ سورۃ منافقون تردید کرتا ہے اس عقیدے کی کہ جس نے بھی اقرار تو حید کیا وہی واجب الاحترام ہو گیا اور پیغمبر اسلام قرآن کی رو سے کیا قائم کرنے آئے تھے۔

هو الذی بعث فی الاممین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ بعثت کا مقصد کیا ہے؟ آیات الہی کی تلاوت کرنا ویز کھم اور امین کے نفوس کو پاک کرنا۔

ويعلمہم الکتاب والحکمۃ اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دینا۔ قرآن مجید میں متر ۷۰ سے زیادہ مقامات پر بعثت رسول کی وضاحت کی گئی ہے لیکن افسوس! یہ ہے کہ ملت نے کسی ایک مقام پر بھی غور نہیں کیا۔ یہاں مقاصد بعثت کیا ہے۔

یتلوا علیہم آیاتہ ویز کھم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ آیات کی تلاوت، نفوس کی طہارت، کتاب و حکمت کی تعلیم۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوا: یا ایہا النبی انا ارسلناک شاہدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ و سراجاً منہراً یہاں بھی مقصد بعثت بیان کئے گئے۔

یا نبی! ہم نے آپ کو شہاداً اپنا گواہ بنا کر بھیجا۔ مقصد بعثت، شہادت و حدانیت

ہے۔ ہم نے آپ کو بشارت دینے والا بنا کر بھیجا، ڈرانے والا بنا کر بھیجا و داعیا الی اللہ باذنہ اور آپ اللہ کے اذن سے بندوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتے ہیں۔ داعی بندوں کو اللہ کی طرف، اللہ کے حکم سے دعوت دینے والا باذنہ آپ داعی الی اللہ ہیں مگر اللہ کے اذن سے۔

ہر ایک کو حق نہیں کہ وہ اللہ کی طرف بلائے بلکہ اللہ کی طرف وہ بلائے گا جسے اللہ اپنا اذن دے دے، جسے اللہ اپنی طرف سے اجازت عطا فرمائے، اختیار دے دے۔ و سراجاً منیراً اور آپ روشن چراغ ہیں۔ اور کیفیت نبوت کیا ہے۔

وما ارسلناک الا رحمة للعالمین ہم نے آپ کو بھیجا ہی نہیں مگر عالمین کے لیے رحمت بنا کر۔

یہ ہیں مقاصد بعثت قرآن مجید میں متعدد مقامات پر جن کا تذکرہ ہے۔ آئیے ہم ان آخری دو مجالس میں ایک ایک کر کے ان مقاصد بعثت پر بحث کر کے گفتگو کو اختتامی منزل پر لائیں۔ پہلا مقصد بعثت کیا ہے کہ سورہ مبارکہ جمعہ میں ارشاد ہوا کہ:

هو الذی بعث فی الاممین رسولا منهم یتلوا علیہم آیاتہ

یہ رسول وہ ہے کہ جو امین پر آیات الہی کی تلاوت کرتا ہے۔ پہلا کام کیا ہے آیات الہی کی تلاوت کرنا اور شاید اسی پر گفتگو آج اختتام پر پہنچے۔ پہلا کام ہے آیات الہی کی تلاوت کرنا تو دوستو! ہمیں شخصیتوں سے اختلاف نہیں ہے، ہمیں بڑے ٹھنڈے دل سے ملت مسلمہ سے یہ پوچھنا ہے کہ کیا پیغمبر اسلام کے بعد نبوت ہی ختم ہوئی ہے یا ہدایت بھی ختم ہو گئی؟ مسلمان کو اقرار کرنا پڑے گا کہ نبی کوئی نہیں آئے گا لیکن ہدایت باقی ہے تو جب ہدایت باقی ہے تو مقصد بعثت بھی باقی ہے نا اور مقصد بعثت نہ تخت ہے نہ تاج، نہ تخت ہے نہ لیکشن، نہ شوری نہ اجماع۔ یہ مقصد بعثت ہے ہی نہیں۔

خدا کی قسم اگر ایکشن ہوتا تو پیغمبر اسلام میدان غدیر خم میں انتخابات کراتے، مولانا بناتے۔ حالانکہ وہاں تو ایک لاکھ اڑتالیس ہزار کا مجمع تھا وہاں تو پولنگ بھی ہو سکتی تھی۔

خیمے لگے ہوئے پولنگ بوتھ بھی قائم ہو جاتے لیکن ایک لاکھ چوبیس ہزار یا اڑتالیس ہزار (دونوں روایتیں موجود ہیں) کے اس مجمع میں پیغمبر اسلام نے سلیکشن Selection کیا ہے الیکشن نہیں کیا۔

تو بعد پیغمبر اسلام ہم مسند ہدایت پر یہ نہیں دیکھیں گے کون کس نتیجہ میں برسر اقتدار آیا! ہم یہ دیکھیں گے کہ مسند پیغمبر پر وہ آئے جو ہدایت کے منصب کو آگے بڑھائے اور مقصد بعثت نہ ملک گیری ہے نہ ہوس ملک گیری۔ اگر یہ کوئی اچھی بات ہوتی تو علامہ اقبال کبھی یہ نہ کہتے۔

شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

علامہ اقبال فرماتے ہیں کہ مومن کی سراسر شہادت ہے، کشور کشائی نہیں ہے مال غنیمت نہیں ہے۔ علامہ اقبال کی نظر میں ملکوں کو فتح کرنے والا مومن نہیں ہے، شہید ہونے والا مومن ہے۔ شہادت ہے مقصود و مطلوب مومن۔ ہم تو پیغمبر کے بعد بھی مسند ہدایت پر اسے دیکھنا چاہتے ہیں جو پیغمبر کی طرح پیغمبر کے بعد بھی آیات الہی کی تلاوت کا حق رکھتا ہو، بیٹی سے معنی نہ پوچھتا ہو۔

ہدایت کیا ہے؟ بعثت کا مقصد ”یتلوا علیہم آیاتہ“

تو مجھے تاریخ میں یہ مت دکھاؤ کہ کس نے کتنے ملک فتح کیے۔ کس کا ایڈمنسٹریشن Administration اچھا تھا، کس نے تلواروں سے گردنیں جھکا کیں۔ مجھے یہ بتاؤ کہ بعد پیغمبر مسند ہدایت پر آیات الہی کی تلاوت کا حق دار کون تھا تو آئیے قرآن سے معلوم کریں کہ پیغمبر نے اپنی زندگی میں آیات کی تلاوت کا حق کسے دیا تھا۔

”یتلوا علیہم“ آیاتہ ہے نامقصد بعثت۔ تو آیات کی تلاوت کا حق پیغمبر اسلام نے کسے عطا فرمایا؟ پوری تاریخ گواہ، قرآن کی آیتیں گواہ کہ برأت کا سورہ نازل ہوا ایک سرکار چلے آیتیں لے کے تلاوت کرنے کے لیے۔

جبریل آئے پیغمبر سے کہا: پیغمبر یا تو خود یا تو اس رجل کو بھیجو جو تم سے ہو۔ جو تم میں سے ہو، جو تمہارا نفس ہو۔ تمام مسلمانوں کی تاریخیں گواہ ہیں کہ تیز رفتار اونٹنی پر بٹھا کر علی کو بھیجا، راستے میں سورہ لیا اور علی نے جا کر تلاوت کی۔

دنیا والو! راستے میں سے سورہ لیا علی نے جا کے تلاوت کی۔ سوال تو صرف یہی قائم کرنا چاہتا ہوں کہ جن لوگوں کو حیات پیغمبر میں ایک سورہ کی تلاوت کا حق نہیں پہنچتا ان لوگوں کو بعد پیغمبر یہ کس نے حق دے دیا کہ سارا نظام مصطفیٰ خود پہنچانے لگے۔ صلوٰت۔

معلوم یہ ہوا کہ بعثت کا مقصد ہے ”یتلوا علیہم آیاتہ“ اور جو آیات الہی کی تلاوت کرے گا وہی حق دار ہوگا مسند ہدایت پر آنے کا۔ دوسرا مقصد بعثت کیا ہے۔

ویز کھم اور مومنین کے نفوس کا تزکیہ کرے یعنی ناپاک نفس کو پاک کرے۔ تو اب ناپاک نفس کو کون پاک کرے گا؟ جس کا اپنا نفس پاک ہو۔ اسے تو پاک کرنے کا حق نہیں نا جس کے نفس میں شرک چھوٹی کی طرح ریگ رہا ہو۔

سب سے بڑی نجاست تو شرک ہے نا! تو جب اپنا ہی نفس مشکوک ہے تو دوسرے کا نفس کیا پاک ہوگا۔ تو اب کون کرے گا ناپاک نفس کو پاک؟ وہ کہ جس کا اپنا نفس پاک ہو۔ یہ بھی قرآن ہی سے پوچھو نا کہ جس کا اپنا نفس طاہر و طیب ہو وہی تو دوسروں کے نفوس کا بھی تزکیہ کرے گا نا! تو اتنا پاک تو ہونا چاہیے نفس کم از کم کہ جس کے بدلے اللہ اپنی مرضی دے دے۔

ومن الناس من یشری نفسه ابتغاء مرضات اللہ ایسے بھی لوگ ہیں جو اپنے نفس کو فروخت کر دیتے ہیں اللہ کی مرضی کے عوض تو جس کا نفس پاک ہوگا اسی کو تو اللہ خریدے گا۔ اور خریدا۔ علی کے نفس کو خریدا اور اپنی مرضی کو بیچا۔ مرضی قیمت ہے نا۔

علی کے نفس کی قیمت کیا ہے رضائے الہی۔ علی کا نفس نماز کے بدلے میں نہیں خریدا۔ روزے کے بدلے میں نہیں خریدا۔ یعنی علی کے نفس کی قیمت نہ نماز ہے نہ روزہ

ہے، نہ حج ہے، نہ زکوٰۃ ہے، نہ خلافت ہے، نہ امامت ہے یہ تو نہیں کہا کہ ہم نے علیؑ کا نفس خریدا امامت کے بدلے۔

معلوم ہوا علیؑ کے نفس کی قیمت ہے رضائے ربانی۔ اللہ کی رضا ہے علیؑ کے نفس کی قیمت۔ ہر عمل صالح جو انسان کرتا ہے وہ اللہ کی رضا کے لیے کرتا ہے تا۔ اب علیؑ کا نفس اللہ کے پاس اللہ کی رضا علیؑ کے پاس۔ اب اگر دیکھنا چاہو کہ اللہ کس سے راضی تو اس کی عبادتیں نہ دیکھو بلکہ یہ دیکھو کہ علیؑ کی محبت کس کے پاس ہے اگر علیؑ راضی تو رضی اللہ ہے ورنہ.....

بھئی اب رضا تو علیؑ کے پاس ہے تا اللہ کی رضا اور اللہ جب ایک مرتبہ رضا دے دے تو واپس نہیں لیا کرتا اس لیے کہ وہ کم ظرفوں کو دیتا ہی نہیں۔ وہ ظرف و صلاحیت وطنیت اور خیر دیکھ کر عطا فرماتا ہے تو علیؑ نے اپنا نفس بیچا کب؟ شب ہجرت۔ جب شب ہجرت نفس بیچ دیا علیؑ نے تو اب علیؑ کیوں بھاگے میدان سے۔ بھئی میدان سے تو نفس بھاگتا ہے تا! علیؑ کے پاس نفس ہوتا تو علیؑ میدان چھوڑتے۔

بھئی ڈرتا آدمی اپنے نفس کے لیے ہے تا۔ حفاظت نفس اور جان کے لیے جاتا ہے تا۔ نفس ہمارا جان ہی تو ہے۔ نفس بچاتا ہے آدمی۔ تو جس کے پاس جان ہو اور جب علیؑ کی جان ہے ہی اللہ کے پاس تو پھر علیؑ کو پیچھے ہٹنے کی کیا ضرورت؟

جن کی جان جن کے پاس ہے وہ اپنی جان کی حفاظت نبی کی جان سے زیادہ کرتے ہیں۔ لیکن جس کی جان اللہ کے پاس ہے وہ نبی کی جان کی حفاظت اپنی جان سے زیادہ کرتا ہے اس لیے کہ نبی حبیب اس کا ہے۔ اس کا محبوب بھی محبوب ہوا کرتا ہے یہ ہے فلسفہ سارا محبت کا۔ مقاصد بعثت تو سمجھ ہی نہیں۔

کبھی اکثریت پر نازاں ہو جاتے ہیں، کبھی اقلیت پر نازاں ہو جاتے ہیں، کبھی اجماع پر نازاں ہو جاتے ہیں، کبھی شوریٰ پر نازاں ہو جاتے ہیں لیکن خدا کی قسم جس چیز پر ناز کیا اس اس چیز پر شکست دی گئی۔ اکثریت پر جب جنگ حنین میں ناز کیا، غزوہ

حنین میں اکثریت پر قرآن گواہ ہے یاد کرو یوم حنین کو جس دن تم اپنی اکثریت پر موٹا کدو ہو گئے تھے۔ جب تم نے اپنی اکثریت پر غرور کیا تو شکست تمہارا مقدر بن گئی معلوم ہوا کہ اکثریت پر غرور نہیں کرنا چاہیے اکثریت خدا کو پسند نہیں ہے۔

قرآن گواہ ہے نا! یوم حنین جب تم اپنی اکثریت پر اڑنے لگے تھے نازاں ہو گئے تھے تو نتیجہ یہ ہوا کہ مخالف فوجوں نے اکثریت کو تتر بتر کر کے رکھ دیا اور پھر سب چلے گئے۔ رہا تو وہی رہا جسے رہنا چاہیے تھا، جس نے وعدہ کیا تھا، جس نے اپنا نفس بیچا تھا، وہی رہا حفاظت پیغمبر کے لیے اور قرآن یہ کہتا ہے کہ اگر اللہ مومنوں کی مدد اپنے فرشتوں کے ذریعے سے نہ کرتا! تو جب فرشتے آئے ہوں گے تو سپاہی بن کے آئے ہوں گے کسی کی رہبری میں لڑ رہے ہوں گے۔ فرشتوں نے مدد کی۔ کس صورت میں آئے؟

خدا کی قسم یہ مسئلہ کبھی حل نہ ہوتا اگر تاریخ کے ورق پر ہم یہ نہ دیکھتے کہ جب فرشتے مدد کر رہے تھے اور جنگ اپنے شباب پر تھی تو ایک جلیل القدر صحابی پیغمبر کے پاس آئے آکے کہتے ہیں یا رسول اللہ آج آپ مدینے سے کتنے علیؑ لائے تھے۔

یہ کتنے کیا؟ علیؑ تو ہے ہی ایک۔ علیؑ تو دوسرا کسی ماں نے پیدا ہی نہیں کیا؟ علیؑ تو ہے ہی ایک۔ کہا: یا رسول اللہ کتنے علیؑ لائے تھے؟

کہا: کیا مطلب؟ کہا؟ کتنے علیؑ لائے تھے؟

کہا کہ: ایک علیؑ لایا تھا۔

کہا: ہاں وہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں کہ وہ ایک علیؑ جو ابوطالب کا بیٹا ہے مگر یا رسول اللہ میں میدان میں جھڑ دیکھ رہا ہوں۔ علیؑ ہی علیؑ ہر طرف علیؑ لڑ رہے تھے۔

حضور یہی تو پوچھ رہا ہوں آج جھڑ دیکھ رہا ہوں علیؑ علیؑ نظر آ رہا ہے۔ مینہ پر علیؑ، میسرہ پر علیؑ، قلب لشکر میں علیؑ، صف اعداء میں علیؑ، یہاں علیؑ، وہاں علیؑ۔ ہر جگہ علیؑ ہی علیؑ نظر آ رہا ہے۔ قرآن کی آیت پڑھو کہ جب تم اپنی اکثریت پر نازاں ہو کر شکست سے قریب ہو گئے تھے تو اللہ نے اپنے فرشتوں کی مدد سے تمہیں فتح عطا کی۔ اب پتہ چلا کہ

جتنے فرشتے آئے تھے اور فرشتوں کو آنا بھی علیؑ کی صورت میں چاہیے کہ فرشتے معصوم ہیں اور معصوم کو معصوم ہی کی صورت میں آنا چاہیے۔

اب فرشتوں سے پوچھ لو یہ کیوں تم سارے ایک ہی کی شکل میں آگئے مختلف شکلوں میں آ جاتے اچھی اچھی صورتیں تھیں۔ فرشتے یہی کہیں گے ہم تو آ ہی نہیں سکتے تھے۔ ہم ضرور آ جاتے تمہارے کہنے پر مگر مجبوری ہے۔ کیسی باتیں کرتا ہے عرفان حیدر عابدی ہم معصوم ہیں کیسے آ جاتے ہم معصوم ہیں اور چالیس برس بعد کلمہ پڑھنے والوں کی صورت میں آ جاتے؟

اسی منزل فکر پر تو میں علیؑ کو علیؑ مانتا ہوں کہ میرا علیؑ فرشتوں جیسا، میرا علیؑ نبی جیسا مگر کبھی نہیں کہتا کہ میں نبی جیسا۔ میرے مولا نے کبھی نہیں کہا اور مولا نا ہمیشہ کہتے ہیں میں نبی جیسا۔ نبی کی مثال تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔

وہ دانائے سبل مولا نے کل ختم الرسل جس نے

غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سینا

کون اس کی مثال ہوگا اس کی مثال تو کوئی ہے ہی نہیں اس لیے کہ جب وہ تھا تو کوئی تھا ہی نہیں تو جب کچھ نہ تھا وہ تھا اس کی مثال کون ہوگا۔ جیسی خواجہ اجمیری نے کہا۔

گر مثل خود نہ گفتم شاہ رسل علیؑ را

گفتم خرد بہ مدحت بے مثل بے مثالش

اگر پیغمبر اسلام علیؑ کو اپنی مثال قرار نہ دیتے تو ہم کہتے کہ علیؑ بے مثل و بے نظیر

ہے اس کی کوئی مثال ہی نہیں ہے۔

گفتار خارجی را باور کن اگرچہ

قالت رسول گوید از بسکہ قیل و قال است

خارجی کی بات کا کبھی یقین نہ کرو اگر وہ یہ بھی کہے کہ قال قال رسول اللہ یعنی معین الدین چشتی پیغام دے رہے ہیں ملت کو کہ خبردار خارجی کی بات کا کبھی

یقین نہ کرنا اگر وہ یہ بھی کہے کہ رسول نے کہا ہے۔ بات تشنہ رہ جاتی اگر معین الدین چشتی آگے نہ بڑھتے۔ خواجہ صاحب سے پوچھیے کہ آپ نے کہا تو دیامت کو پیغام تو دے دیا کہ خارجی کی بات کو مت مانو یہ بھی تو بتائیں کہ خارجی کسے کہتے ہیں؟ کون اپنے آپ کو خارجی ماننے کو تیار ہے۔ تو دوسرے شعر میں کہتے ہیں۔

آزما کہ غیر حیدر باشد امام و رہبر

دارد خیال باطل باطل بود خیالش

خارجی کون ہے جو علیؑ کے علاوہ کسی اور کو اپنا امام مانے اس کا خیال بھی باطل ہے، اس کی فکر بھی باطل ہے اور پھر اس کے بعد کہتے ہیں۔

گر مثل خود نہ گفتم شاہ رسل علیؑ را

گفتم خرد بہ مدحت بے مثل و بے مثالش

اگر پیغمبر اسلام علیؑ کو اپنی مثال قرار نہ دیتے یہ نہ کہتے کہ علیؑ تو مجھ جیسا ہے تو میں تو یہ کہتا کہ علیؑ کی کوئی مثال ہی نہیں ہے۔ مگر علیؑ کو پیغمبر نے اپنے جیسا کہا ہے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ علیؑ کا موازنہ اپنے جیسے گناہ گاروں سے نہ کیا کرو۔ علیؑ کی اگر مثال دینا ہے تو پیغمبر سے دیا کرو اور اس کے بعد کہتے ہیں۔

شاہا غریب و غلگلیں یعنی معین مسکین

کتر سگ درت آقن نظر بہ حالش

اے میرے بادشاہ میں غریب میں معین میں مسکین تیرے در کے کتے سے زیادہ کتر ہوں مجھ پر نظر عنایت کر دے معین الدین چشتی کہتے ہیں اور قلندر نے کیا کہا:

حیدریم قلندرم مستم

بندہ مرتضیٰ علی ہستم

سر گردہ تمام زندانم

کہ سگ کوئے شیر یزدانم

میں حیدری ہوں میں قلندر ہوں میں مست ہوں۔

لگاؤ کفر کا فتویٰ۔ کہتا ہے میں علیؑ کا بندہ ہوں۔

”بندۂ مرتضیٰ علی ہستم“ میں علی مرتضیٰ کا بندہ ہوں۔

سرگروہ تمام رندانم

کہ سگ کوئے شیر یزدانم

اس لیے کہ میں شیر خدا کی گلی کا سکتا ہوں۔

معین الدین چشتی کہے میں سکتا ہوں، شہباز قلندر کہے میں میں سکتا ہوں، جو بھی علیؑ کے دروازے پر سکتا بن کے آیا خلوص کے ساتھ، جو انسان خلوص کے ساتھ سکتا بن کے آیا اسے علیؑ نے ولی بنا دیا اور جو بد بخت انسان علیؑ کے دروازے پر بے ادبانہ آیا اسے نبی نے سکتا بنا دیا۔

یہ ذرہ نوازی ہے اس دروازے کی خلوص کے ساتھ آؤ ولی بن جاؤ۔ اجیر کا خواجہ آیا ولی بن گیا، قلندر آیا ولی بن گیا، نظام الدین آیا سلطان الہند بن گیا۔

نظام الدین حیا دارد کہ گوید بندۂ شاہم

ولکن قنبر او را کمینہ یک گدا باشد

نظام الدین کو حیا آتی ہے یہ کہتے ہوئے کہ میں علیؑ کا غلام ہوں مگر میں علیؑ کے غلام قنبر کا ایک کمینہ فقیر ہوں۔ توجہ کیجیے ساری دنیا جس کے آستانے پر جھولیاں پھیلاتی ہے وہ نظام الدین کہہ رہا ہے میں علیؑ کے غلام کا غلام ہوں علیؑ کا مقابلہ اپنے سے کرنے والو! پہلے علیؑ کے کتوں کا تو جواب لاؤ۔

اب بتائیے جو ولایت کی سلطنت کا بلا مقابلہ شہنشاہ ہو وہ مکہ مدینہ کی خلافت کی تمنا کرے گا؟ مجھے بہت پسند آیا تھا مولانا شفیع کاظمی کا یہ جملہ آٹھ محرم کو جو انہوں نے کہا تھا کہ ولایت کا ہر سلسلہ نسب صحیح ہے۔ اب یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہہ رہے ہیں پیغمبر کی حدیث بھی ہے۔ یا علی لا یحبک الا طاهرا ولا یبغضک الا خبیثا

شارح صحیح مسلم نے اس حدیث پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا کہ ہم صحابہ کرام کا طریقہ یہ تھا کہ جب ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ مومن کون ہے، منافق کون ہے تو علیؑ کی محبت سے دیکھ لیا کرتے تھے۔ جب صحابہ کا طریقہ یہ تھا کہ علیؑ کے ذریعہ سے مومن اور منافق کو پہچان لیا کرتے تھے تو ہم پر ملت کیوں الزام لگاتی ہے ہم بھی تو صحابہ ہی کے طریقہ پر چل رہے ہیں۔ ہم ہر مجلس میں علیؑ کا نعرہ لگا کر دیکھ لیا کرتے ہیں اگر چہ کھل اٹھے تو مومن ہے اگر چہ بکھر جائے تو منافق ہے۔

ان تقریروں کا حاصل یہ ہے کہ بعثت کے مقاصد کو سمجھ لیا جائے کہ آخر رسول اللہ کیوں مبعوث ہوئے آخر ہدایت کا سلسلہ کیوں اللہ نے قائم کیا۔ ہدایت کا سلسلہ اللہ نے اس لیے قائم کیا تاکہ نفوس امت کا تزکیہ کیا جائے چوں کہ نفوس امت کے تزکیے کی ہر دور میں ضرورت ہے اس لیے ہر دور میں ہادی کی ضرورت ہے۔

اب دیکھیے کہ اگر حسینؑ نہ ہوتے تو یزید تو اسلام کا جنازہ نکال چکا تھا! اسلام کو تبدیل کر چکا تھا مگر بعثت کا محافظ باقی تھا۔ کلمہ پڑھنے والوں نے تو یزید کی بیعت کر لی تھی مگر وارث کلمہ نے انکار کیا۔ جو مسند نبوت کا وارث تھا اس نے کہا کہ نہیں بیعت تو نہیں ہوگی۔

حسینؑ کا گھراؤ جڑتا ہے تو اُجڑ جائے، حسینؑ کی کائنات لٹتی ہے تو لٹ جائے، حسینؑ کی بیٹی کا سہاگ اُجڑتا ہے تو اُجڑ جائے، حسینؑ کی بہن کا پردہ نہیں رہتا تو نہ رہے، حسینؑ کی بیٹی طمانچہ کھاتی ہے تو کھائے،

حسینؑ کے خیموں میں آگ لگتی ہے تو لگ جائے، مگر نانا کا دین باقی رہے، بڑا احسان ہے زینبؑ کا یہ جملہ ہمیں نہیں بھولنا جو مدینہ واپس آ کر نانا سے کہا ہے: نانا میں بھائی کے لاشے پر ایسے گزاری گئی جیسے وہ میرا کچھ نہ لگتا تھا، مجھے رونے نہیں دیا گیا۔ چلتے چلتے جب سیکنڈ اونٹ سے گری بہن نے سر پہ ہاتھ رکھے چادر تو نہیں تھی بالوں کو جھنکا دیا بھائی کے لاشے کی طرف اشارہ کر کے کہتی ہے:

دسویں مجلس

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ
وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ (سورہ جمعہ آیت ۲)

حاضرین گرامی قدر! محفل شاہ خراسان میں محترم فردوغ صاحب کے زیر اہتمام یہ عشرہ ثانی جو ہر سال یہاں منعقد ہوتا ہے اس عشرہ ثانی کی دسویں اور آخری تقریر آپ حضرات کے بہترین ذوق سماعت کی نذر ہے میں تمام حاضرین کا جو دور دراز کے علاقوں سے یہاں اس عشرہ میں خصوصیت کے ساتھ جوق در جوق تشریف لاتے رہے یہ دل سے شکر گزار ہوں خصوصاً اپنے نوجوان دوستوں کا جن پر بزرگ اکثر یہ الزام لگاتے رہتے ہیں کہ آج کا نوجوان مذہب سے بہت دور جا رہا ہے۔

لیکن ہماری مجالس میں ہمارے نوجوانوں کی کثرت سے شرکت اور ذوق سماعت اس الزام کو غلط ثابت کر رہی ہے اس لیے کہ جس قدر بڑی تعداد میں آج کا نوجوان حسنینیت سے آشنا ہونا چاہتا ہے اتنی بڑی تعداد میں کبھی بھی نوجوان مذہب کی طرف متوجہ

بھیا اجازت ہو تو ساری عمر بہن اسی طرح بیٹھی رہے۔
لے کے ہر چیز مدینے سے چلی تھی زینب
بھائی کی لاش پہ پھنچی تو کفن یاد آیا
زینب نے بھائی کا لاشہ چھوڑا۔ شمر نے کہا سجاد قافلے کو آگے بڑھاؤ۔ سید سجاد
جھکڑیاں، بیڑیاں تھامے ہوئے اپنی جھوٹی سی بہن سے آگے کہتے ہیں:
سیکنڈ اٹھو۔ سیکنڈ باپ کے لاشے سے لپٹی ہوئی ہے نا! باپ کے لاشے سے نہیں
لپٹی ہے، سیکنڈ باپ کے پیروں سے لپٹی ہوئی تھی۔ باپ کے سینے سے نہیں لپٹی تھی۔
جب زینب نے پوچھا: سیکنڈ باپ کے سینے پہ کیوں نہیں سوئی بیروں سے کیوں
لپٹی تھی۔

سیکنڈ نے کہا: پھوپھی لٹاں سینے پر اتنے تیر لگے ہوئے تھے پھوپھی لٹاں پورے
جسم پر کوئی حصہ سلامت نہیں تھا جہاں تیر پیوست نہ ہوں صرف پاؤں ایسے تھے جہاں تیر
نہیں تھے۔

سید سجاد کہتے ہیں: سیکنڈ اٹھو سیکنڈ اٹھو۔
سیکنڈ بیمار بھائی کی طرف دیکھ کے کہتی ہے: بھئی مجھے باپ کے لاشے سے جدا نہ کرو۔
سید سجاد نے شمر کی طرف دیکھا شمر ملعون تازیانہ لہرا رہا تھا۔
سیکنڈ سے کہا: اٹھ جاؤ سیکنڈ۔
یتیمہ نے ایک جملہ کہا۔ بھیا بھیا شمر سے کہہ دو بازاروں میں لے جانے کے لیے
اتنے قیدی کافی نہیں ہیں۔ ایک سیکنڈ اگر رہ گئی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔

سید سجاد پوچھتے ہیں: سیکنڈ یہاں باپ کے لاشے پر اکیلے رہ کر کیا کرو گی؟
سیکنڈ کہتی ہے: بھیا میں اپنے باپ کو غسل و کفن دوں گی میں اپنے باپ کو دفن کروں
گی۔

نہیں ہوئے تو معلوم ہوا کہ میں ان بزرگوں سے جو نو جوانوں پر لاندہب ہونے کا الزام لگاتے ہیں بڑے ادب کے ساتھ یہ پوچھ لوں کہ یہ الزام تو نو جوانوں پر ہے کہ مذہب سے بہت دور جا رہے ہیں، اسلام کو پسند نہیں کرتے مگر کسی نے کبھی اس مسئلے پر بھی غور کیا کہ آخر یہ نو جوان مذہب سے دور جا کیوں رہا ہے؟ اس کا سبب کیا ہے؟

آج کا نو جوان ترقی یافتہ نو جوان ہے روشنی کے زمانے کا نو جوان ہے اور اسلام ایک سچا مذہب ہے۔ اسلام کسی رد عمل کا نتیجہ نہیں ہے جتنے بھی ازم اس وقت دنیا میں ابھر رہے ہیں وہ سب سب کسی نہ کسی ”ری ایکشن“ reaction کا نتیجہ ہیں لیکن اسلام کسی ری ایکشن کا نتیجہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ ری ایکشن ہوتا ہے کسی نہ کسی ایکشن کے بعد لیکن اسلام اس وقت سے ہے جب نہ ایکشن تھا نہ ری ایکشن تھا۔ تو آخر اس کی وجہ کیا ہے کبھی اس پر بھی غور کیجیے کہ اس کا سبب کیا ہے کہ آج کا نو جوان مذہب سے دور کیوں جا رہا ہے۔

اس کی تفصیلات تو میں نہیں بتا سکتا لیکن ایک واضح اور مدلل بات جو میرے نو جوان کو اسلام سے بغاوت کرنے پر آمادہ کرتی ہے وہ قصور نو جوان کا نہیں بلکہ تاریخ اسلام کے مؤرخوں کا قصور ہے کیوں کہ آج کا نو جوان جب کالج یا یونیورسٹی میں جاتا ہے اور وہ جا کر جب تاریخ اسلام کا پہلا ورق الٹتا ہے تو پہلے ورق پر اسے نظر آتا ہے حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے تو وہ یہ لقب دیکھ کے ہی چونکتا ہے اس لیے کہ پڑھ لکھ کے کالج میں جاتا ہے نا اور وہ یہ ٹائٹل دیکھ کر ہی چونکتا ہے پھر سوچتا ہے کہ لاؤ ذرا تفصیل پڑھ لیں یہ کیوں ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

تو وہ پڑھنا شروع کرتا ہے کہ حضرت ابوسفیان وہ کہ جو چالیس مرتبہ رسول کے مقابلے پر آئے، ابوسفیان وہ کہ جس کی بیوی ہندہ نے رسول کے چچا حمزہؓ کا کلیجہ چبایا، ابوسفیان وہ کہ جس نے دشمنی اسلام کی، ابوسفیان وہ کہ جو دشمن رسالت تھا، ابوسفیان وہ کہ جو صحابہ کرام کو اذیتیں دیا کرتا تھا، ابوسفیان وہ کہ جس نے رسول کے قتل کا منصوبہ

بنا کر رسول کو ہجرت پر مجبور کیا، ابوسفیان وہ کہ جو رسول پر حالت نماز میں غلاظتیں ڈالا کرتا تھا، ابوسفیان وہ کہ جس نے رسول کو اور اسلام کو مٹانے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی، پڑھتا چلا گیا میرا نو جوان۔ ابوسفیان دشمن دین، دشمن اسلام، دشمن قرآن، دشمن شریعت، دشمن مصطفیٰ، دشمن صحابہ، دشمن مسلمان، دشمن توحید، دشمن کلمہ، دشمن نماز۔ لیکن سو فیصد مسلم!

اب میرا نو جوان سوچتا ہے کہ یہ کون سا اسلام ہے کہ جس میں رسول کی دشمنی کرنے والا سو فیصد مسلمان، صحابہ کرام کو تکلیف دینے والا سو فیصد مسلمان، قرآن سے دشمنی کرنے والا سو فیصد مسلمان، رسول کے قتل کے منصوبے بنانے والا سو فیصد مسلمان، جنگ بدر میں کافروں کا کمانڈران چیف ابوسفیان سو فیصد مسلمان۔

جنگ احد میں رسول کے مقابلے میں آنے والا سو فیصد مسلمان، جنگ خندق میں سارے کافروں کو اکٹھا کر کے رسول کے مقابلے پر لانے والا سو فیصد مسلمان۔

یہیں سے وہ اسلام سے غیر مطمئن ہو جاتا ہے۔ یہ جو اعتراض ہے نا کہ کیوں وہ اسلام سے باغی ہوتا ہے؟ وہ یہیں سے فوراً گھبرا کر دوسرا ورق پلٹتا ہے اس میں نظر آتا ہے ابوطالب خالی ابوطالب حضرت بھی نہیں اب وہ ابوطالب کے بارے میں جب دیکھتا ہے:

ابوطالب وارث انبیاء، ابوطالب وارث کعبہ، ابوطالب متولی حرم،

ابوطالب رسول کی پناہ، ابوطالب رسول کی حفاظت کرنے والا،

ابوطالب رسول کا عقد پڑھنے والا، ابوطالب یتیمی کا سہارا،

ابوطالب اپنے بچوں کو رسول پر قربان کرنے والا،

ابوطالب رسول کی پرورش کرنے والا،

ابوطالب اپنی جان قربان کر کے بھی رسول کی حفاظت کرنے والا،

ابوطالب رسول کا ناصر، ابوطالب شمع رسالت کا پروانہ،

ابوطالب تحفظ شریعت کرنے والا۔ ابوطالب چالیس برس تک رسول کی حفاظت

کرنے والا لیکن سو فیصد کافر!

یہ ہے زخم میرے نوجوان کا، یہ ہے تکلیف میرے نوجوان کی۔ ایک مرتبہ وہ گھبرا کر ابوسفیان کو بھی دیکھتا ہے ابوطالب کو بھی دیکھتا ہے اور ادھر دیکھتا ہے کہ وہ دشمن اسلام ہے وہ چالیس مرتبہ رسولؐ کے مقابلے پر آیا یہ چالیس سال تک رسولؐ کی پرورش کرتا ہے، رسولؐ کو پر دان چڑھاتا ہے۔ یہیں سے میرا نوجوان اسلام کے متعلق غلط رائے قائم کر کے کہتا ہے کہ یہ کون سا اسلام ہے جس میں رسولؐ کی دشمنی کرنے والا مسلمان، رسولؐ کی دوستی کرنے والا کافر! یہیں سے وہ سوچتا ہے کہ اگر یہی اسلام ہے تو ایسے اسلام سے اچھا ہے کہ سوشلسٹ ہو جاؤ کیا ہوگا ایسے اسلام کو لے کر؟ تو دوستو! یہ اسلام کا قصور نہیں ہے تاریخ اسلام مرتب کرنے والوں کا قصور ہے۔ اسلام بہت خوبصورت مذہب ہے لیکن اس کو پیش کرنے والے ہاتھ چور ہیں۔

آج میں ابوطالبؑ کے بارے میں کچھ چیزیں پیش کروں گا اس لیے کہ میرا آئیڈیل، مجھے ترقی دینے والا، مجھے اس منزل تک پہنچانے والا ابوطالبؑ ہے۔ میں نے اپنی یہ خطیبانہ زندگی کا آغاز ہی ابوطالبؑ کے ذکر سے کیا تھا اور اس لیے کیا تھا کہ پہلی پہلی تقریر کی حوصلہ افزائی صرف ابوطالبؑ ہی کرتا ہے۔ تقریر کا تائید کرنے والا ہی ابوطالبؑ ہے۔

بھی پہلی تقریر کہاں ہوئی؟ ابوطالبؑ کے گھر میں۔

وإنذ عشیرتک الاقربین حبیبہ پہلے اپنے قریبداروں کو خوفِ خدا دلاؤ۔ تو پیغمبر اسلام اس آیت کے نزول کے بعد تمام تاریخیں متفق ہیں کہ علیؑ کے پاس آئے اور آ کر کہا: علیؑ دعوت کا اہتمام کرو، کافروں کو بلاؤ۔

یا رسول اللہ آیت تو یہ کہہ رہی ہے کہ پہلے قریبداروں کو دعوتِ ایمان دو اور آپ علیؑ سے کہہ رہے ہیں دعوت کا اہتمام کرو تو یا رسول اللہ سب سے زیادہ قریبدار تو علیؑ ہیں نا! تو بچوں میں پہلے انہیں ہی دعوت دیجیے نا! آیت کی خلاف ورزی آپ کیوں کر

رہے ہیں؟ آیت کہہ رہی ہے قریبداروں کو بلاؤ انہیں دعوتِ ایمان دو آپ علیؑ سے کہہ رہے ہیں: دعوت کا اہتمام کرو کافروں کو بلاؤ۔

تو وہ مسئلہ تو ختم ہو گیا نا! پوری تاریخ اسلام کو میرا چیلنج ہے کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے علیؑ ایمان لائے، بوڑھوں میں فلاں ایمان لائے، غلاموں میں فلاں ایمان لائے، عورتوں میں فلاں ایمان لائیں۔ یہ آپ سے پوچھا کس نے؟ آپ نے یہ ایمان کو چار حصوں میں تقسیم کیوں کیا؟ ہم جانتے ہیں کیوں تقسیم کیا، ہم جانتے ہیں کہ علیؑ کی وجہ سے ایمان کو چار حصوں میں تقسیم کر دیا گیا حالانکہ اگر ایمان چار حصوں میں تقسیم ہوتا تو کبھی علامہ اقبالؒ یہ نہ کہتے کہ

”مسلم اوّل شہ مرداں علیؑ“ کیوں؟ کیا اقبالؒ نے بخاری نہیں پڑھی؟ کیا اقبالؒ نے صحیح مسلم شریف نہیں پڑھی؟ کیا ان دونوں شریفوں کا مطالعہ علامہ اقبالؒ نے نہیں کیا تھا؟ سب کچھ پڑھنے کے بعد اقبالؒ نے کہا کہ

مسلم اوّل شہ مرداں علیؑ

دین را سرمایہ ایمان علیؑ

پہلا پہلا مسلمان علیؑ ہے۔ پہلا پہلا اوّل المسلمین علامہ اقبالؒ نے کہا۔ لیکن مسلمان بہ ضد ہیں کہ نہیں قال قال ابوہریرہ رضی اللہ عنہ۔ یہ طے کر لیا ہے کہ انہوں نے یہ تو فرما دیا بس اسی کبھی پرکھی بٹھاتا ہے۔ بھی ٹیلی ویژن پر ایک خطیب صاحب تقریر کرتے ہوئے فرما رہے ہیں دیکھیے اتحاد بین المسلمین کے لیے علمائے امت نے کتنی بیدار مغزی اور عقلمندی کا ثبوت دیا ہے کہ ایمان لانے کا مسئلہ نزاعی ہو جاتا کہ پہلے کون ایمان لایا اس لیے کتنی خوبصورتی سے اتحاد کو باقی رکھا کہ کسی کو نمبر نہیں دیا کہ بچوں میں آپ، بوڑھوں میں آپ، عورتوں میں آپ، تاکہ کوئی مکتب فکر ناراض نہ ہو۔

میں نے جو ٹیلی ویژن پر یہ تقریر سنی تھی تو میں نے کہا تھا کہ اتحاد بین المسلمین اگر ہم سے چاہتے ہیں تو ہم اپنے علیؑ کو بالکل ہی مستغنیٰ کیے لیتے ہیں ایمان لانے والوں کی

بڑھا پا کا فر۔

علیؑ سے مقابلہ کیا جاتا ہے۔ ہم مرتبہ ہیں۔ کیسے برابر ہیں؟ کب برابر ہیں؟ بت کدوں میں پیدا ہو کر، کافر ماں باپ کی آغوش میں پل کر، جوان ہونے والے اور ہیں اور کعبہ میں پیدا ہو کر زبان رسالت چوس کر، پل کر، جوان ہونے والا اور ہے۔ زمین آسمان کا فرق ہے۔ کہاں ہے مقابلہ؟ کوئی تقابل ہی نہیں ہے۔ کل ایک مولانا فرما رہے تھے وعظ میں: کیا کہنے جسے کعبہ نصیب ہو، کعبہ شریف کی منزل بڑی ہے، کعبہ شریف کا مقام بڑا ہے، مسلمان کی معراج ہے کعبہ شریف، مسلمان کی انتہائی منزل ہے کعبہ شریف۔ میں نے اسی وقت کہا: جن مسلمانوں کی انتہائی منزل ہے کعبہ وہ تیری ابتدائی منزل ہے۔ سجدے تو ہوتے رہیں گے علیؑ کے زچہ خانے کو سجدے تو کرنے پڑیں گے علیؑ کے زچہ خانہ کو

حرم کے گرد پھر کر ڈھونڈتے ہیں

بتوں کا توڑنے والا کہاں ہے؟

آج بھی خانہ کعبہ کی دیوار میں شق ہونے کا نشان موجود ہے۔ چودہ سو برس گزر گئے شیشہ بھی گھٹکا کے ڈالا کر نشان مٹ جائے جہاں سے دیوار شق ہوئی تھی۔ پوچھو پوچھو حجاج کرام سے تو جو علیؑ کے نشان کو نہ مناسکے وہ علیؑ کو کیا مناسکیں گے؟

سجدے تو ہوتے ہیں سجدے تو ہوں گے علیؑ کے زچہ خانے کو اور جب مسلمان علیؑ کے زچہ خانے کی طرف رخ کر کے سجدہ کرتا ہے تو استاد قمر جلالوی تصویر لے لیتا ہے۔

کرتے ہیں سجدہ سوئے زچہ خانہ علیؑ

مڑمڑ کے دیکھتے ہیں کوئی دیکھتا نہ ہو

کوئی دیکھے نہ دیکھے ابوطالبؑ تو دیکھ رہا ہے۔ میرے دروازے سے فوج نکال کر جانے والو! میرے آستانے کا انکار کرنے والو! کہاں جاؤ گے؟ آنا تو یہیں ہے نا! یہ عدل الہی ہے، یہ احسان قدرت ہے۔ ابوطالبؑ یہ تمہاری نیکیوں کی جزا ہے، یہ تمہارے

فہرست سے۔ آپ اپنے امیدوار کو بلا مقابلہ لے آئیں علیؑ کی وجہ سے یہ حصوں میں تقسیم ہونا! علیؑ نہ ہوتا تو آپ کا امیدوار تو آگیا تھا۔ علیؑ کی وجہ سے یہ ایسا ہونا سلسلہ! تو آپ ایمان کو چار حصوں میں تقسیم نہ کریں، ہم اتحاد بین المسلمین کے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہے ہیں، ان ہزاروں مومنین کے مجمع میں اعلان کر رہا ہوں اور ریڈیو پر میری مجلسیں ساری دنیا سن رہی ہے۔

میرا چیلنج ہے میں اپنے علیؑ کو مستثنیٰ کیے لیتا ہوں ایمان لانے والوں کی فہرست سے۔ آپ خوش ہو جائیں۔ آپ جسے چاہیں پہلا نمبر دے دیں ایمان میں۔ اپنی قوم کو میں سمجھا لوں گا۔ میں اپنے علیؑ کو مستثنیٰ کیے لیتا ہوں ایمان لانے والوں کی فہرست سے۔ آپ کیوں زحمتیں فرما رہے ہیں؟

آپ جسے چاہیں جتنا ایمان دے دیں۔ میں اپنے علیؑ کو علیحدہ کیے لیتا ہوں اس فہرست سے۔ بلکہ اعلان بھی کیے دیتا ہوں کہ علیؑ ایمان ہی نہیں لائے۔ اس پورے مجمع میں محفل شاہ خراسان کے منبر سے میں اعلان کر رہا ہوں کہ علیؑ ایمان ہی نہیں لائے۔ خدا کی قسم علیؑ ایمان نہیں لائے، قرآن کی قسم علیؑ ایمان نہیں لائے، ایمان کی قسم علیؑ ایمان ہی نہیں لائے، رسول کی قسم علیؑ ایمان ہی نہیں لائے اس لیے کہ ایمان تو وہ لائے جو پہلے بے ایمان رہا ہو۔

ایمان تو وہ لائیں جو پہلے بے ایمان رہ چکے ہوں، کلمہ وہ پڑھیں جنہیں پہلے کلمہ نصیب نہ ہوا ہو، اظہار ایمان وہ کریں جو پہلے لات و جل و غزنی کے پجاری رہے ہوں، علیؑ کو ایمان لانے کی کیا ضرورت ہے؟ علیؑ تو پیدا ہوا خدا کے گھر میں، آنکھ کھولی رسولؐ کی آغوش میں، غذا پائی لعاب رسولؐ سے، پروان چڑھا دامن رسولؐ میں، سویا بستر رسولؐ پر، معراج پائی دوش رسولؐ پر۔ کہاں ہے کفر دوش پیغمبر پر؟ علیؑ کی زندگی تو کعبہ اور رسولؐ کے درمیان ہے۔ ہاں وہاں کفر تلاش کرو جو پیدا ہوئے تو کافر، پلے بڑھے تو کافر، ماں باپ کافر، شجرہ نسب کافر، دادا پر دادا کافر، حسب نسب کافر، بچپن کافر، لڑکپن کافر، جوانی کافر،

احسانات کا صلہ ہے۔

”هل جزاء الا احسان الا الاحسان“ احسان کا بدلہ احسان ہے،

نیکی کا بدلہ نیکی ہے۔ تمہاری زندگی کا ہر لمحہ احسان میں گزرا تو ہم جزا دیں گے۔ ان احسان فراموشوں سے تمہیں جزا لینے کی ضرورت نہیں ہے، ہم احسان کا بدلہ دیں گے۔ ہمیں پتہ ہے تم نے اپنی زندگی کے ہر لمحے کو ہمارے لیے وقف کر دیا تھا۔ ہمیں پتہ ہے کہ آغاز اسلام وہیں سے ہوا جہاں تم نے تائید کی۔ اگر تم تائید نہ کرتے تو آغاز ہی نہ ہوتا۔ دیکھئے میں نے کہا تھا تا کہ میری تقریر کے آغاز میں ابوطالبؑ ہے اور ان شاء اللہ مروں گا بھی تو ابوطالبؑ ہی کی تقریر کرتے ہوئے۔ اس لیے کہ اسلام میں آغاز تقریر کی حوصلہ افزائی کرنے والا پہلا انسان ابوطالبؑ ہے۔

میں ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں، پوری ذمہ داری سے۔ دعوت ذوالعشرہ میں جب دعوت کی گئی تمام کافر آگئے تمام مسلمانوں نے لکھا کہ جب وہ کھانا کھا چکے تو پیغمبر اسلام نے تقریر کرنا چاہی، ابوجہل اٹھا، مداخلت کی، شور مچانا چاہا، پیغمبر کو تقریر نہیں کرنے دی، ہونگ کی۔ دوسرے معنی میں تقریر نہیں کرنے دی۔ پیغمبر اسلام بیٹھ گئے۔ تاریخ ام و الملوک کا جملہ ہے۔

دوسرے دن پھر پیغمبر اسلام نے کہا: علیؑ آج پھر کھانے کا اہتمام کرو، پھر کافروں کو بلاؤ۔

کھانے کا اہتمام ہوا۔ پھر کافروں کو بلایا گیا۔ پھر انہی کافروں نے کھانا کھایا۔ پھر پیغمبر تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ پھر ابوجہل نے اُٹھ کر مداخلت کی۔ پھر پیغمبر کو تقریر نہیں کرنے دی۔ پھر کافر اُٹھ کر چلے گئے۔

پیغمبر اسلام نے پھر تیسرے دن کہا: علیؑ پھر کھانے کا اہتمام کرو پھر کافروں کو بلاؤ۔ اور یہ کجبت کافر ایسے تھے کہ روز ناراض ہو کر جاتے تھے مگر کھانے پر روز آ جاتے تھے۔ معلوم یہ ہوا کہ کافروں کی عادت یہ ہے کہ نبی کے دسترخوان پر آ جاتے ہیں میدان

سے فرار، کھانے کے لیے حاضر۔ جیسی تو ہمارے صدر مملکت نے منع کر دیا ہے کوئی گول میز کانفرنس نہیں ہوگی ہاں چوکور کمرلوں گا۔ تو کافر روز آ جاتے تھے۔ تیسرے دن پھر بلایا۔ تاریخ ام و الملوک کے جملے۔

آج پیغمبر اسلام پھر کھانے کے بعد تقریر کے لیے کھڑے ہوئے۔ پھر ابوجہل حسب عادت اٹھا۔ پھر شور مچانا شروع کیا۔ پیغمبر اسلام خاموش ہو گئے۔ ادھر پیغمبر خاموش ہوئے اور تاریخ کے جملے۔ بزم کے ایک کونے سے ایک بوڑھا مجاہد جلال کے عالم میں اٹھا۔ اس کی آنکھوں میں خون اُترا ہوا تھا۔ وہ ابوجہل کے قریب آیا۔ ایک ہاتھ سے اس کا گریبان پکڑ کے زور دے کر ابوجہل کو بٹھایا۔ اور ایک جملہ کہا: اب ابوطالب تجھے اس وقت تک یہاں سے ہٹنے نہیں دے گا جب تک میرا بھتیجا تقریر مکمل نہ کر لے۔

یہ کس وقت کہہ رہے ہیں ابوطالبؑ جب کسی نمبر پر کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ ابھی تو گھر والوں کے لیے آیت ہے نا! دوستوں کے لیے تو ابھی آیت ہی نہیں آئی۔ ابھی کوئی مسلمان نہیں ہوا۔ ابھی سب کے پاس کالا کافر ہے۔ جب علیؑ کا باپ ایک جملہ کہہ رہا ہے: اس وقت تک تمہیں یہاں سے ہٹنے نہیں دوں گا جب تک میرا بھتیجا محمدؐ تقریر مکمل نہ کر لے۔ تاریخ ام و الملوک کے جملے یہ ہیں کہ ابوجہل کو ہاتھوں کے زور سے بٹھایا اور مسکرا کر ابوطالبؑ نے پیغمبر کی طرف دیکھا۔

اتنا احترام رسالت ہے کہ ابوجہل کو بٹھا رہے ہیں تو جلال کے عالم میں مگر پیغمبر کو دیکھ رہے ہیں تو مسکرا کر ادب سے۔ مجھے بہت افسوس ہے تاریخ اسلام کے مؤرخوں پر کہ گستاخانِ رسول کے ایمان کے قصیدے پڑھتے جاتے ہیں اور جو ابوطالبؑ احترام رسالت میں اپنے جلال کو تقسیم سے بدل رہا ہے۔ کافر کو بٹھایا اور پیغمبر کی طرف مسکرا کے دیکھتے ہیں اور کہتے ہیں: قم یاسیدی و مولانی

چچا کہہ رہا ہے بھتیجہ کو، باپ کہہ رہا ہے بیٹے کو قم کھڑے ہو جاؤ یا سیدی و مولائی اے میرے سردار اے میرے مولا۔ اللہ نے بھی قسم کھالی:

اس کے بعد اس کے پالنے والے اسے اپنا جیسا بنالیتے ہیں۔ عدل الہی کا تقاضہ بھی یہی تھا۔ ہر بچہ کسی کے بھی گھر میں پیدا ہو فطرت اسلام پر پیدا ہونا چاہیے۔ پالنے والے اپنا جیسا بنا دیتے ہیں۔ خلقت میں کفر اس لیے نہیں رکھا تاکہ حشر کے دن اٹھ کر دامن عدل پر کوئی بات نہ آئے۔

پالنے والے تو نے تو میری تخلیق میں کفر رکھا تھا میں مسلمان کیسے ہوتا؟ اسی لیے کافر کے گھر میں بھی جب بچہ جو پیدا ہوا تو مسلمان تھا، کافر ماں باپ نے کافر بنایا، یہودی ماں باپ نے یہودی بنایا، نصرانی ماں باپ نے نصرانی بنایا، شیعہ ماں باپ نے شیعہ بنایا۔ ہر بچہ جب پیدا ہوا تو مسلمان ہوا تھا ابوسفیان نے دنیا بھر کی دشمنی کی مگر ۱۰۰ فیصد مسلمان۔ اور جس ابوطالب نے اسلام کی پہلی منزل پر رسولؐ کو کھل کر سپورٹ support کیا، سارے کفار قریش کی مخالفت کی وہ ابوطالب کافر! تعجب ہے تعجب ہے نا!

ابوطالب کے بیٹے نے تصدیق کی رسالت کی، اعلان رسالت کی اور نصرت کا وعدہ کیا۔ خدا کی قسم ایسا نصرت کا وعدہ زمین و آسمان نے کسی بیٹے کا نہ دیکھا ہوگا اور نہ ایسی نصرت دیکھی ہوگی۔ ایسی نصرت کی رسولؐ کی کہ حق نصرت ادا ہو گیا، اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ اور رسولؐ نے بھی فرما دیا جو میری نصرت کرے گا وہ میرا وصی، میرا وزیر، میرا جانشین اور میرے بعد میرا خلیفہ ہوگا۔

چلے رسولؐ تبلیغ کے لیے علیؑ ساتھ ساتھ ہیں۔ جس نے پتھر مارا علیؑ نے اس کو پتھر مارا، جس نے راستے میں کانٹے بچھائے علیؑ نے اس کا ہاتھ توڑا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ بغیر علیؑ کی مدد کے رسولؐ کا مشن بھی کھل نہ ہوا اور لوگ کہتے ہیں کہ علیؑ نہ کرو۔ ارے علیؑ علیؑ کہہ کے رسولؐ نے ساری رسالت پہنچا دی۔ کسی موڑ پر بغیر علیؑ کے کسی سابق الاسلام سے کچھ نہ اکھڑ سکا، کسی موڑ پر بغیر علیؑ کے اسلام کا بیڑا پار نہ ہوا تو مسلمانو! بغیر علیؑ کے تمہارا بیڑا کیسے پار ہو جائے گا؟

چالیس دن ہو گئے لشکر جا رہا ہے ناکام واپس آ رہا ہے۔ سردار لشکر پر الزام لگا رہا

اے میرے محبوب کو مولا کہنے والے ابوطالب اگر ایک لاکھ چوبیس ہزار حاجیوں کے مجمع میں تیرے بیٹے کو مولا نہ بنا دیا تو کہنا۔

سنو نبی کا قصیدہ پڑھنے والو! احترام رسالت اگر سیکنا ہے تو ابوطالب کے ایمان پر ایمان لاؤ۔ اے محمدؐ کو اپنے جیسا بشر سمجھنے والو! ابوطالب جیسا چچا تو باپ کی منزل پر ہے وہ نبی کو اپنے جیسا نہیں کہہ رہا ہے بلکہ اپنا مولا کہہ رہا ہے۔ ابھی تو آیتیں نازل نہیں ہوئیں۔ آیتیں نازل ہونے سے پہلے مولا کہہ رہا ہے:

قم یا سیدی اے میرے سید و سردار، اے میرے مولا آپ کھڑے ہو جائیے فتکلم مماتحبك اور جو جی میں آئے کہو

وبلغ رسالت ربك اور اللہ کی رسالت کی تبلیغ کیجیے، رب کی رسالت کی تبلیغ۔ لات کی نہیں، جل کی نہیں، عزی کی نہیں رب کی۔

اے میرے سید و سردار آپ کھڑے ہو جائیے اور جو جی میں آئے کہیے۔ اب پیغمبر کھڑے ہوئے ہیں ابوطالب کے کہنے پر اللہ کا وہ رسول جو بغیر کہے کھڑا نہیں ہوتا ابوطالب کے کہنے پر کھڑے ہوتے ہیں، رسالت کا اعلان کر رہے ہیں۔ ابوطالب کافر کو دبائے بیٹھے ہیں اور ابوطالب کا بیٹا تصدیق کر رہا ہے۔ یہ ہے اسلام۔ اسلام پسندو!

پیغمبر اسلام نے تقریر کی اور ابوطالب کے بیٹے نے تصدیق کی۔ ابوطالب بھتیجا تو خیر بھتیجا ہے بیٹے کو منع کر دو تمہارے عقیدے کے خلاف گواہی دے رہا ہے ابھی تو بارہ برس کا بچہ ہے مگر ابوطالب بیٹے کو دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ بھتیجے کو دیکھ رہے ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ اور فخر سے اپنی گود کو دیکھتے ہیں کیا کہنا اس گود کا جس نے ایک کو پالا رسولؐ بنا دیا دوسرے کو پالا امام بنا دیا۔

ایک بیٹا تصدیق کر رہا ہے دوسرا بیٹا اعلان رسالت کر رہا ہے اور صحیح بخاری اور مسلم اور ابن ماجہ و داؤد اور دنیا بھر کی کتابوں نے لکھا: کل مولود یولد علی فطرة الاسلام ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے

ہے کہ لشکر بودا ہے، لشکر سردار پر الزام لگا رہا ہے کہ سردار بودا ہے رسولؐ نے کسی سے کچھ نہ کہا۔ انتالیسویں دن جب لشکر منہ لپٹا کے ناکام لوٹ آیا تو رسولؐ نے نماز ظہر کے بعد دعا کی ”رب انی مغلوب فانتصر“ پالنے والے میں مغلوب ہو گیا میری مدد کر۔ ایسی دعا کہ باب استجاب سے ٹکرائی۔ جبرئیلؑ نازل ہوئے فرمایا:

ناد علیا مظهر العجائب اے رسولؐ علیؑ کو ندا دیجیے۔

عزیز و ندا کے لیے آواز کا بلند ہونا ضروری ہے بغیر آواز کے بلند ہوئے ندا نہیں کی جاتی۔ بڑی مشکل میں پھنس گئے رسولؐ اکرمؐ آواز بلند کہیں: ”یا علیؑ“ تو مفتی صاحب کہیں گے رسولؐ بدعت کر رہے ہیں ”یا علیؑ“ کہنا بدعت ہے نا! بدعت ہے ”یا علیؑ“ کہنا۔ تمام تاریخیں گواہ ہیں کہ علیؑ مدینے میں ہیں کیونکہ آشوب چشم ہے۔ اب رسولؐ آواز دے رہا ہے: یا علیؑ۔ تو مسلمانو! سن لو رسولؐ کہہ رہا ہے: یا علیؑ۔ اب بدعت مت کہنا کیوں کہ علیؑ خیبر میں حاضر نہیں تھے، غائب تھے۔ غائب کو آواز دے رہے ہیں رسولؐ تو اسی سنت رسولؐ پر عمل کرتے رہیے، ہم بھی علیؑ کو مدد کے لیے آواز دیتے ہیں اسی لیے تو ہم علیؑ علیؑ کرتے ہیں کہ رسولؐ نے علیؑ علیؑ کہا ہے تو بدعت کہاں سے ہو گیا؟

اب رسولؐ نے اعلان کیا:

لاعطین الایۃ غدا رجلا کرا غیر فرار

کل میں علم اس کو دوں گا جو مرد ہوگا، یکے بعد دیگرے حملہ کرنے والا ہوگا، پشت دکھانے والا نہ ہوگا۔ کل میں علم اس کو دوں گا جو مرد ہوگا رسولؐ نے کہا کل میں علم دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں کہا جب کہ تاریخ گواہ ہے کہ ایک مرتبہ رسولؐ نے ان شاء اللہ نہیں کہا تھا اور کل کا وعدہ کیا تھا تو چالیس دن تک جبرئیلؑ نازل نہیں ہوئے تھے اور جب نازل ہوئے تو حکم خدا لائے کہ اے رسولؐ جب کل کا وعدہ کیا کیجیے تو ان شاء اللہ کہا کیجیے۔ حکم خدا ہے ان شاء اللہ کہا کیجیے۔

رسولؐ کہہ رہے ہیں کل میں علم دوں گا اور ان شاء اللہ نہیں کہا۔ رسولؐ نے علم دینے

کا وعدہ کل پر چھوڑا اور ان شاء اللہ نہیں کہا۔ کیوں نہیں کہا؟ معاذ اللہ نافرمانی کی رسولؐ نے؟ نہیں، نافرمانی نہیں کر سکتا رسولؐ۔ تو ماننا پڑے گا کہ رسولؐ اگر علم دیتا علیؑ کو ان شاء اللہ کہتا۔ علم تو علیؑ کو اللہ نے دیا ہے تو ان شاء اللہ کہنے کی کیا ضرورت ہے؟

علیؑ آئے کہا: یا رسولؐ اللہ آنکھوں میں آشوب ہے۔ رسولؐ نے لعاب دہن لگایا آشوب غائب ہو گیا۔ علم سبایا، علیؑ کو دیا۔ لے کر چلے علیؑ۔ چلتے وقت صرف اتنا پوچھا یا رسولؐ اللہ کب تک جنگ کروں؟ کہا: جب تک فتح نہ ہو جائے۔ خدا کی قسم ناصر ہو تو ایسا یہ نہیں پوچھا یا رسولؐ اللہ پہلوان کتنا طاقتور ہے؟ لشکر کیوں شکست کھا گیا؟ کچھ نہیں پوچھا لشکر کی طرف بھی گھوم کر نہیں دیکھا۔ چل دیئے خیبر کی طرف۔ اڑنے لگا گھوڑا مانند عقاب۔ پینچے باب خیبر تک۔ پتھر پہ علم گاڑا۔ نبویؐ کی عقل کا نقشہ بگاڑا۔ نکلا مرحب۔

علیؑ نے کہا سمتنی امی حمیدرا میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔

جو حیدر کا نام مرحب نے سنا، سر جھکا کے سوچنے لگا۔ مرحب کی ماں نے مرحب سے کہا تھا بیٹا سب کے مقابلے میں جانا حیدر کے مقابلے پر مت جانا۔ کافر عورت کو یہودی عورت کو اتنا علم تھا کہ سب سے مقابلہ کرنا چاہیے مگر حیدر کے مقابلے پر نہ جانا چاہیے۔ نعرہ حیدری۔

انا الذی سمتنی امی حمیدرا میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے حیدر کا نام سنتے ہی مرحب گھبرایا۔ ماں کی نصیحت یاد آئی۔ پلٹنا چاہا، شیطان آیا، آکے کہتا ہے: ارے کہاں جاتا ہے؟ کہا: حیدر ہے۔

کہا: حیدر نام کے تو بہت سے ہوتے ہیں۔ آگئی بات سمجھ میں۔ فنا لکھی تھی نصیب میں نا! اسی لیے سمجھ میں آگئی شیطان کی بات۔ آیا مقابلے پر رو بدلتی رہی کچھ ہی دیر میں مرحب سمیت حارث و عنتر تیوں بھائیوں کو فنا کے گھاٹ اتار کے آگے بڑھے۔ خیبر کا در اکھاڑا، دوش ہوا پر سوار ہو کے خندق پر باب خیبر رکھا۔ بل بن گیا مسلمان مال غنیمت لوٹنے کے لئے قلعے میں داخل ہونے لگے۔ خوب مال غنیمت لوٹا۔

S-Nazar Abbas

بہت توجہ عزیزو! جب یہودی عورتیں امیر کر کے لائی گئیں رسولؐ کے سامنے تو خواہر مر حب صفیہ نے رسولؐ سے شکایت کیا: یا رسول اللہ! یہ لوگ مجھ سے لے کر آئے جدھر میرے بھائی کا لاش پڑا تھا۔

ہاں عزادارو! آپ سمجھ گئے نا یہودی عورت بھی تعلیم رسولؐ کو جانتی تھی۔ اس کو بھی رحمت للعالمین سے رحم کی امید تھی کہتی ہے یا رسول اللہ! یہ لوگ مجھ سے لے کر آئے جس طرف میرے بھائی کا لاش پڑا تھا۔ اسی دن اسی وقت رسولؐ نے حکم دیا خبردار کبھی کسی بہن کو اس کے بھائی کے لاشے پر سے نہ گزارنا۔ لیکن عزادارو! اسی رسولؐ کی نواہی کو اس کے بھائی کے بے گور و کفن لاشے پر سے گزارا گیا۔

عزادارو! جب تمام اہل حرم رسن بستہ ہو گئے اور اشقیاء نے ان بی بیوں کو اونٹوں پر سوار کرنے کا ارادہ کیا تو زینبؓ نے ان لعینوں میں سے کسی کو سوار کرنے کے لیے آگے بڑھنے نہ دیا۔ بلکہ خود ایک ایک بی بی کا ہاتھ پکڑ کے سوار کرایا۔ جب تمام بی بیوں سوار ہو چکیں اور جب زینبؓ تنہا رہ گئی تو عجیب نگاہ حسرت و یاس سے ہر طرف دیکھا لیکن کچلی ہوئی خون بھری لاشوں کے سوا کچھ دکھائی نہ دیا۔ بے اختیار ہو کر مقتل کی طرف دوڑیں۔ جیسے ہی لاش حسینؑ نظر آئی خود کو بھائی کی میت پر گرا دیا اور رونے لگی۔ آواز دی:

میرے بھیا اٹھو اور اپنی بہن زینبؓ کو سوار کراؤ۔

جب میں مدینے سے چلی تھی کس قدر پردے کے اہتمام سے لائے تھے آج میں اس ذلت سے شام جا رہی ہوں۔ میرے غیرت دار بھیا اٹھو زینبؓ کو اپنے ہاتھوں سے سہارا دو۔

زینبؓ کے مین اس قدر دردناک تھے کہ ایک دفعہ بھائی کی لاش حرکت میں آئی اور زمین گرم پر تر پنے لگی۔ کٹے ہوئے سر سے آواز آئی: میری بہن یہ نہ سمجھنا کہ حسینؑ تمہیں شام تک تنہا جانے دے گا جسم میرا یہاں ہے مگر سر میرا نیزے پر دیار بہ دیار تمہارے ساتھ رہے گا اب دیر نہ کرو جا کر سوار ہو جاؤ نہ سکی نہ تم کو پکار رہی ہے۔